أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

حضرت مولانا محمد کامل صاحب رحمہ اللہ سابق مہتمم جامعہ بدر العلوم
گڑھی دولت کاندھلہ کے اوصاف اور حالاتِ زندگی پر، علماء کرام
مشائخ عظام، دانشورانِ قوم اور اربابِ قلم کے تأثراتی مضامین

حسبِ ہدایت

حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ
مہتمم جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت، شاملی (یوپی)

ترتیب

مفتی محمد جاوید قاسمی بالوی

ناشر

شعبہ نشر واشاعت جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت، ضلع شاملی (یوپی)

تفصیلات

نام کتاب	:	نقوشِ کاملؒ
حسبِ ہدایت	:	حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ ہذا
ترتیب وکمپیوزنگ	:	مفتی محمد جاوید قاسمی بالوی استاذ حدیث جامعہ ہذا
سن اشاعت	:	۱۴۳۸ھ = مطابق ۲۰۱۷ء
صفحات	:	۲۴۰
قیمت	:	۴۰؍روپئے
ناشر	:	شعبہ نشرواشاعت جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت

ملنے کا پتہ

جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت کاندھلہ، ضلع شاملی (یوپی)

مکتبہ دارالفکر دیوبند، مکتبہ البدر گڑھی دولت

فہرست مضامین

سوانحی خاکہ

نام: محمد کامل بن مشرف علی، بن شمس الدین

ولادت: ۱۹۳۳ء کے کسی مہینہ میں اپنے ننہال قصبہ گنگوہ میں پیدا ہوئے۔

وطن: محلّہ گوجران قصبہ کاندھلہ، ضلع شاملی (یو۔ پی، انڈیا)۔

ابتدائی تعلیم: گڑھواؤں والی مسجد کاندھلہ، بعدہ مدرسہ نصرت الاسلام جامع مسجد کاندھلہ میں ہوئی۔

تکمیل تعلیم: کاندھلہ میں عربی سوم تک پڑھنے کے بعد، ۱۹۴۸ء میں حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی کے ساتھ دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے اور پانچ سال دار العلوم میں رہ کر ۱۹۵۲ء میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی۔ حضرت مدنی کے شاگرد اور خادم خاص رہے۔

اساتذہ: آپ کے اساتذہ میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی، شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب امروہوی، علامہ ابراہیم صاحب بلیاوی مولانا فخر الحسن صاحب، مفتی مہدی حسن صاحب شاہ جہاں پوری اور مولانا نصیر احمد خان صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

بیعت وارشاد: دوران تعلیم شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی کی مسجد میں امامت و مؤذنی کے فرائض انجام دیئے اور اسی دوران حضرت سے بیعت ہوئے، حضرت کی وفات کے بعد فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی نور اللہ مرقدہ سے رجوع فرمایا، منازل سلوک طے کرنے بعد خلافت سے سرفراز ہوئے۔

امامت وتدریس: اپنے اساتذہ کے مشورہ سے موضع ٹپرانہ ضلع شاملی میں تقریباً ۱۴؍سال امامت وتدریس کے فرائض انجام دیئے، امامت وتدریس کے ساتھ تفسیر قرآن اور اصلاح معاشرہ کے کاموں میں بھی مشغولیت رہی، اس

مقصد کے لیے قرب وجوار کے دیہات میں بھی وقتاً فوقتاً تشریف لے جاتے رہتے تھے۔

اہتمام جامعہ بدرالعلوم: ۱۹۶۷ء میں حضرت مولانا زاہد حسن صاحب ابراہیمی رحمہ اللہ کے مشورہ سے ذمہ دارانِ مدرسہ کی درخواست پر جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت میں بحیثیت مہتمم تشریف لائے، اور تادم آخر تقریباً ۴۷؍سال کے طویل عرصہ تک اسی منصب پر سرفراز رہے۔ جس وقت آپ مدرسہ میں تشریف لائے تھے، اس وقت اس کی حیثیت ایک مکتب اور چھوٹے سے مدرسہ کی تھی، یہ حضرت کی سینتالیس سالہ جہد مسلسل، شب وروز کی انتھک محنت اور تگ ودو کا نتیجہ ہے کہ مدرسہ اب ایک بڑے جامعہ کی شکل اختیار کر چکا ہے۔

جمعیۃ علماء ہند سے تعلق: دارالعلوم دیوبند کے زمانۂ طالب علمی میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کی خدمت میں رہنے کی وجہ سے جمعیۃ علماء ہند اور اس کے کاموں سے قلبی تعلق پیدا ہو گیا تھا، اس لیے آپ جمعیۃ علماء ہند کی تمام تحریکات میں پوری مستعدی کے ساتھ شریک رہے، اور جمعیۃ علماء ضلع مظفر نگر کے دو ٹرم تک صدر رہے اور اس کے بعد جمعیۃ علماء ضلع شاملی کے عہدۂ صدارت پر رہتے ہوئے انتقال فرمایا۔

اصلاح معاشرہ: آپ اصلاحِ معاشرہ کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے، خصوصًا نشہ، شادی بیاہ میں پائے جانے والے رسم ورواج اور دیگر خلافِ شرع امور کے خلاف تحریک کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا، اور بیداری تعلیم کے لیے مکاتب اور مدارس کے قیام پر زور دیا۔

وفات: ۱۵؍ربیع الاول ۱۴۳۶ھ مطابق ۷؍جنوری 2015ء بروز بدھ، بوقت صبح، ''میرٹھ کڈنی ہوسپٹل'' میں آپ کا وصال ہوا، کاندھلہ میں آپ کے خاندانی قبرستان میں تدفین ہوئی۔

حرفِ قیادت

از: حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مہتمم جامعہ ہذا

صاحبزادہ وجانشین حضرت مولانا محمد کامل صاحب قدس سرہ

ہندوستان کے مغربی یوپی کے قصبہ کاندھلہ کی زمین ایسی زرخیز ہے کہ یہاں ایسی شخصیات پیدا ہوئیں جن کی تحریکات، تحریرات وتقریرات نے عالم میں انقلاب پیدا کر دیا، ان شخصیتوں کے اوصاف وکمالات کو بیان کرنے کے لیے ہزار صفحات بھی ناکافی ہیں، اگر صرف ان کے نام بھی لکھے جائیں، تو ایک لمبی فہرست بن جائے، ان شخصیات میں ایک نام والد محترم حضرت مولانا محمد کامل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ قصبہ کاندھلہ کے ایک ایسے گھرانے میں پیدا ہوئے جس کا قصبہ اور اطراف میں ایک بڑا مرتبہ رہا، حضرت کے دادا چودھری شمس الدین مرحوم قصبہ کے بڑے سخی آدمی گذرے ہیں، انہی کے ایک فرزند حاجی مشرف جنگ کے گھر میں حضرت کی پیدائش ہوئی۔

حضرت کا نسب اس طرح ہے: مولانا محمد کامل صاحب بن حاجی مشرف جنگ بن شمس الدین عرف شمشیر جنگ بن صمد خاں بن فتح جنگ بن الٰہی بخش بن عظیم بن عزیز بن تیجا بن دارا بن جہانگیر۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے گھرانے میں دینی تعلیم کی طرف کوئی رجحان نہیں تھا، مگر چوں کہ والدہ محترمہ ایک دین دار خاتون تھیں، اس لیے ان کے اشارہ پر پانچ چھ سال کی عمر میں حضرت کو مکتب میں داخل کر دیا گیا، والدہ محترمہ کی تربیت کی وجہ سے حضرت کو خود ہی مکتب میں جانے اور جلد از جلد قرآن شریف پڑھنے کا شوق تھا، اپنا واقعہ خود ہی ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ”میں جب مکتب میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کچھ بچے پارہ پڑھ رہے ہیں، معلوم ہوا کہ قاعدہ ختم ہونے کے بعد پارہ شروع ہوگا، چناں چہ میں نے قاعدہ لیا اور استاذ صاحب کے سامنے بیٹھ کر زبان سے کوئی حرف نکالے بغیر ”ہوں، ہوں“ کی آواز کے ساتھ قاعدہ کی سطروں پر انگلی پھیرتا رہا اور استاذ صاحب میرا یہ عمل دیکھ کر مسکراتے رہے۔ تھوڑی ہی دیر میں قاعدہ پورا کر دیا، اور استاذ صاحب سے کہا کہ مجھے پارہ دیدو۔“ اس واقعہ سے حضرت کے بھولے پن اور تعلیمی شوق کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت کے والد محترم چودھری مشرف جنگ کو پہلوانی کا شوق تھا، اس لیے حضرت کی تربیت کی طرف زیادہ توجہ نہیں دے سکے، اس لیے تربیت کی ذمہ داری والدہ محترمہ اور دیگر ضروریات کی کفالت دادا جان چودھری شمس الدین فرماتے تھے۔ اتفاق کی بات ہے کہ بہت تھوڑی ہی عمر (اندازاً آٹھ سال) میں والدہ محترمہ کا انتقال ہوگیا اور اس کے کچھ عرصہ بعد دادا جان کا بھی انتقال ہوگیا، اب حضرت کی کفالت کا بظاہر کوئی سبب باقی نہیں بچا تھا، جیسے تیسے حضرت نے دس گیارہ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ مکمل کرلیا۔ اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ حضرت کی فراغت دار العلوم دیوبند سے ۱۹۵۲ء میں ہوئی، جب کہ عمر شریف ۱۹/سال تھی۔ حفظ کی تکمیل کے بعد جامع مسجد کاندھلہ میں عربی وفارسی کا آغاز ہوگیا، نور الایضاح، منیۃ المصلی، ہدایۃ النحو وغیرہ کتب کی تکمیل کے بعد اللہ تعالی نے دار العلوم دیوبند میں داخلہ کا غیب سے سامان کردیا، ہوا یوں کہ شیخ التفسیر حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی جو اس زمانہ میں دار العلوم میں بڑے استاذ تھے، سالانہ امتحان کے بعد کاندھلہ تشریف لاتے تھے، حضرت فرمایا کرتے تھے کہ ”حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر رہا کرتا، اور ان کی بازاری ضرورتیں پوری کیا کرتا تھا، حضرت میری خدمت سے خوش ہوئے اور رمضان کے بعد مجھے دار العلوم دیوبند میں داخلہ کے واسطے اپنے ساتھ لے گئے، اور دار العلوم دیوبند میں سال چہارم میں داخلہ کرادیا“۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بچپن سے ہی بہت زیادہ نیک طبیعت تھے، یہاں تک کہ عام لوگ آپ کو مادرزاد ولی کا خطاب دیا کرتے تھے، گنگوہ کے پاس خانپور ایک گاؤں ہے، جہاں ایک بڑا مدرسہ ہے، مدرسہ کے جلسے میں قصبہ کیرانہ سے حضرت مولانا محمد خالد صاحب بھی شریک تھے، انہوں نے اپنی تقریر کے دوران فرمایا تھا کہ اگر کسی کو دنیا میں جنتی روح دیکھنی ہو تو مولانا محمد کامل صاحب کو دیکھ لے، یہ بات مولانا نے اس وقت فرمائی تھی جب حضرت رحمہ اللہ کی عمر چالیس سال کے آس پاس تھی، اور یہ بات کیوں نہ کہی جاتی جب کہ دور طالب علمی میں حضرت کو آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ کی خواب میں زیارت ہوا کرتی تھی، حضرت رحمہ اللہ اپنا خواب بیان فرمایا کرتے تھے کہ ”میں ایک مرتبہ تکرار کے دوران دار العلوم میں نودرہ کی درس گاہ ہی میں سو گیا، خواب میں حضور اکرم ﷺ تشریف لائے، گویا آپ کاندھلہ ہمارے گھر کے برآمدے میں تشریف فرما ہیں، ارشاد فرمایا: اے لڑکے! تو کہاں پڑھتا ہے؟ میں نے عرض کیا دار العلوم دیوبند میں، ارشاد فرمایا کہ جہاں حسین احمد ہیں، میں نے عرض کیا جی ہاں!“

ایک دوسرا خواب بیان فرمایا کرتے تھے کہ خواب میں میں نے دیکھا: حضور ﷺ گنا چوس رہے ہیں، میں نزدیک ہوا، تو آپ نے مجھے گنے کی ایک پوری عنایت فرمائی۔'' اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت بچپن سے ہی تقوی وطہارت والی زندگی گذارتے تھے۔ آپ کے بچپن کی زندگی آقائے مدنی حضرت محمد ﷺ سے کافی مشابہت رکھتی ہے، خاندان میں دنیاوی وجاہت کے باوجود کوئی خاص دینی ماحول نہ ہونا، والد صاحب اگرچہ حیات تھے لیکن پہلوانی کے شوق اور دیگر مشاغل کی وجہ سے اولاد کی طرف متوجہ نہ ہونا، بچپن میں والدہ صاحبہ کی وفات، اس کے بعد دادا جان کی وفات وغیرہ، یہ سب خدائی نظام تھا کہ تربیت کے خاص انتظامات نہ ہونے کے باوجود علم وعمل کے بلند وبالا مقامات حاصل ہوتے چلے گئے۔

والدہ محترمہ کا جب تک سایہ رہا، انہوں نے حضرت کی اخلاقی وتعلیمی تربیت پر پوری توجہ رکھی، حضرت اس کا کثرت سے تذکرہ فرمایا کرتے تھے اور والدہ صاحبہ کے لیے خوب دعائیں کیا کرتے تھے۔ والدہ صاحبہ اور دادا جان کی وفات کے بعد اور والد صاحب کی عدم فرصتی کے باوجود بروقت مدرسہ میں پہنچنا حضرت کا ایسا معمول بن گیا کہ اس میں کبھی تخلف نہ ہوا، حضرت کے اسی شوق کی وجہ سے اساتذہ کرام کی حضرت کو بہت محبتیں اور شفقتیں ملیں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اپنے اساتذہ کرام سے بے حد محبت تھی اور ان کا بے حد احترام فرمایا کرتے تھے، اساتذہ کرام کی اولاد، اولاد کی اولاد کا بھی بے حد احترام فرماتے تھے، نسبتوں کا احترام حضرت کا خاص شعار تھا، اکابر کے سامنے نظریں جھکائے رہنا، انتہائی تواضع اور ادب کے ساتھ گفتگو کرنا، آواز کو بلند نہ کرنا، نشست و برخاست میں عاجزی کا اظہار حضرت کی پہچان بن گئی تھی، بارہا دیکھا کہ اخیر زمانہ میں جب بھی اپنے استاذ اپنے شیخ حضرت اقدس مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب دامت برکاتہم کے یہاں تشریف لے جاتے، سب سے پیچھے جوتے اتارتے، ہاتھ کی لکڑی وہیں رکھ دیتے اور بہت تواضع کے ساتھ آہستہ آہستہ خدمت میں حاضر ہوتے، سر جھکا کر سر پر حضرت کا ہاتھ رکھواتے۔ حضرات اکابر کے ساتھ اس ادب واحترام کے معاملہ نے حضرت کو تمام اکابر اور ہم عصر علماء کے درمیان مقبول بنا دیا، اور دراصل یہ اثر تھا حضرت کے عند اللہ مقبول ہونے کا کہ زمین میں آپ کی مقبولیت کا اعلان کر دیا گیا (فیوضع له القبول فی الأرض) جس کا اندازہ آپ کی نماز جنازہ میں لاکھوں لوگوں کی شرکت سے ہوا، آپ کی وفات کے دن قصبہ کاندھلہ کے تمام بازار بند رہے، جس میں مسلم وغیر

مسلم سب شامل تھے، گویا لوگوں نے اپنا سچا مسیحا کھودیا، آپ کی ملنساری، تواضع اور خدمت خلق کے جذبہ نے لوگوں کا دل موہ لیا تھا، آپ کا دروازہ ہر وارد و صادر کے لیے ہر وقت کھلا رہتا تھا، آپ غیر مسلموں کے ساتھ انتہائی مروت کا معاملہ فرماتے، جو ایک مرتبہ مل لیتا ہمیشہ کے لیے آپ کا ہو جاتا، کینہ کپٹ، حسد سے آپ کا سینہ بالکل پاک تھا، تکبر سے آپ کو بے حد نفرت تھی، آپ کی زندگی کا بڑا حصہ ایک ادارہ کے سربراہ کی حیثیت سے گذرا؛ مگر کبھی بھی اپنے ساتھیوں کو یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ میں ادارہ کا ذمہ دار ہوں، آپ بہتر منتظم ہونے کے ساتھ بہترین استاذ اور مربی بھی تھے، تعلیم کے ساتھ تربیت کو اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے، اپنے بچپن کی زندگی سے سبق لیتے ہوئے خاص طور پر اپنی اولاد کی تربیت سے کبھی غافل نہیں رہے، جس طرح آپ نے دوسروں کو اپنی سربراہی کا احساس نہیں دلایا اسی طرح اپنی اولاد کی بھی ایسی تربیت کی کہ ان کو بھی کہیں اس بات کا احساس نہ ہو کہ ہمارے والد ادارہ کے مہتمم ہیں، اس سلسلے میں حضرت نے وہ طریقہ اپنایا جو حضرت مولانا محمد یحیٰی کاندھلوی نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کے ساتھ اپنایا، حضرت مولانا محمد یحیٰی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ صاحبزادگی کا بھوت بڑی مشکل سے نکلتا ہے، اسی طرح حضرت والد محترم نے صاحبزادگی کے بھوت کو ہمارے دماغوں میں گھسنے نہیں دیا، چھوٹی چھوٹی غلطیوں کو کبھی بھی نظر انداز نہیں فرمایا، ہر موقع پر نصیحت فرماتے رہے۔

وفات سے تقریباً ایک سال قبل اپنے خادم خاص مولوی محمد واصف سلمہ کو ایک وصیت نامہ عنایت فرمایا کہ میری وفات کے بعد یہ وصیت نامہ میری اولاد کو سپرد کردیں، وصیت نامہ کا ایک ایک جملہ بہت جامع اور انتہائی مفید ہے۔

وصیت نامہ

''بعد الحمد و الصلاۃ ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں آپ لوگوں کے لیے کچھ دنیوی مال و متاع چھوڑ کر نہیں جا رہا ہوں، جو کچھ بھی ہے سارے بھائی اور بہن صبر و شکر کے ساتھ تقسیم کرلیں۔ جہاں تک ہوسکے کبھی بھی شریعت کے دامن کو نہ چھوڑنا، اپنے اپنے علم کے مطابق مکمل طور پر عمل کرنا، صبر و شکر کے ساتھ اپنا وقت بسر کرنا۔

کسی کے ساتھ لڑائی جھگڑا نہ کرنا، کسی عارف باللہ سے جڑ کر ذکر اللہ میں مشغول رہنا، اللہ کے سوا کسی سے کوئی امید نہ رکھنا، اللہ کے سوا تمام سہارے جھوٹے ہیں۔

آپس میں اتفاق اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے، اس کو کبھی بھی ہاتھ سے نہ جانے دینا، میرے لیے مغفرت کی دعاء کرنا کرانا، جس کسی کو بھی مجھ سے کسی قسم کی کوئی اذیت پہنچی ہو معاف کرالینا، جس طرح اللہ نے دنیا میں میرے ساتھ ستاری کا معاملہ فرمایا ہے مرنے کے بعد بھی ستاری کے ساتھ غفاری کا معاملہ فرمائیں۔

میرے پاس سوائے اللہ تعالی کے فضل کے کچھ بھی نہیں ہے۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالی میری بخشش فرمادیں، اور سعادت دارین نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین فقط والسلام

مغفرت کا امیدوار: محمد کامل

۲ر ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ"

حضرت کے انتقال کے بعد ہی سے حضرت کے مریدین، متوسلین، متعلقین اور محبین کا اصرار تھا کہ حضرت کے حالات زندگی کو جمع کرکے کتابی شکل میں شائع کیا جائے، تا کہ یہ دوسروں کے لیے رشد وہدایت اور اپنے احوال کی اصلاح ودرستگی کا ذریعہ ثابت ہو۔ اس سلسلہ میں مشورہ کیا گیا تو یہ طے ہوا کہ سردست آپ کے متعلق حضرات اکابر، علماء اور اربابِ قلم کے تاثراتی مضامین جمع کرکے شائع کردیئے جائیں، چناں چہ اب سے تقریباً دو سال قبل مضامین جمع کرنے کا سلسلہ شروع کردیا گیا تھا، خیال یہ تھا کہ چھ سات ماہ میں یہ کام مکمل ہوجائے گا؛ لیکن کچھ اپنی سستی اور کاہلی کو دخل رہا اور کچھ مقالہ نگار حضرات کی طرف سے تاخیر ہوتی گئی، جس کی بناء پر اس میں بجائے چھ سات ماہ کے تقریباً دو سال کا عرصہ لگ گیا۔

میں نہایت شکرگذار ہوں جناب مفتی محمد جاوید قاسمی، مفتی محمود حسن قاسمی اور مفتی محمد طیب قاسمی اساتذۂ حدیث جامعہ ہذا کا، کہ اول الذکر نے مضامین کی ترتیب وکمپیوزنگ کا اہم اور محنت طلب کام بڑی لگن اور تندہی سے انجام دیا، جب کہ ثانی الذکر دونوں حضرات نے نہایت مستعدی کے ساتھ مقالہ نگار حضراتِ علماء سے رابطہ کرکے مضامین حاصل کئے۔ اللہ تعالی ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے، کتاب کو قبول عام سے نوازے اور تمام قارئین کے لیے نافع بنائے۔ آمین

محمد عاقل قاسمی

خادم جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت

تقریظ

حضرت مولانا سید محمود اسعد صاحب مدنی دامت برکاتہم

جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء ہند

طبقات بن سعد میں ابن ابی نجیح سے مروی ہے کہ امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ہم نشینوں سے کہا کہ کسی نے کچھ آرزو کی اور کسی نے کچھ آرزو کی؛ مگر میری آرزو یہ ہے کہ ایک مکان ہوتا جو ابوعبیدہؓ بن الجراح جیسے لوگوں سے بھرا ہوتا۔ اگر میں ابوعبیدہ بن الجراح کو پاتا تو انھیں خلیفہ بنانے میں کسی سے مشورہ نہ کرتا، اگر روزِ محشر مجھ سے باز پرس ہوتی تو میں کہہ دیتا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تھا کہ ''یہ امت کے امین ہیں۔ (طبقات بن سعد، ۴/۳۳۳، ۳۳۴، ط: کراچی)

تاریخ کے اس گوشے کو پیش کرنے کا مقصد یہاں صرف یہ ہے کہ کسی بھی قوم اور ملت کی سربلندی کے لیے اس کے مخلص اور امین افراد، ہمیشہ اہم اور بنیادی ہوتے ہیں۔ قیامِ اسلام کے ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی افراد کی تعمیر و نشو و نما پر خاص توجہ فرمائی تھی، جنھوں نے بعد میں دینِ اسلام کا پرچم مشرق و مغرب میں بلند کیا اور بلند اخلاق و کردار سے بلا تفریق اسود و ابیض کے دلوں کو مسخر کیا۔

مذکورہ واقعۂ تاریخ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مال و زر سے بھرے گھر کے مقابلے، بلند اخلاق و کردار کے مالک ابوعبیدہؓ بن الجراح جیسے افراد سے بھرا گھر ہونے کی خواہش کا اظہار اسی امر کی طرف توجہ دلانے کے لیے کیا ہے کہ زر و جواہرات سے، سامانِ آسائش اور ظاہری چمک دمک تو خریدا جا سکتا ہے، مگر قوموں کی تعمیر کے لیے باکردار افراد چونے اور گارڑھے کی طرح ہوتے ہیں۔

ہم اس کا مشاہدہ ہندستان میں اپنے اکابرؒ کی جد و جہد اور قربانیوں کے پس منظر میں کرسکتے ہیں کہ کس طرح بغاوت ہند ۱۸۵۷ کے بعد انھوں نے امتِ مسلمہ کو تاریکی سے روشنی میں لانے کی کامیاب جد و جہد کی، یقیناً ان اکابر کے کردار اور

اخلاص وہ بنیادی اجزاء تھے جن سے ٹوٹی ہوئی ملت ایک بار پھر اٹھ کر صدائے لا الہ الا اللہ پکارنے لگی۔

حضرت مولانا کامل صاحب مرحوم مہتمم جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت کاندھلہ، بزرگوں کی اسی روایت کے امین تھے، جنھوں نے اپنے علاقے اور برادری میں کامیاب حد تک دینی اصلاح کا فریضہ انجام دیا اور ان کے درمیان جاری غلط رسوم ورواج پر روک لگانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔ وہ یقیناً ایک امین، دین دار، متقی اور مقبول خلق عام شخصیت کے حامل تھے۔ وہ حضرت فدائے ملت مولانا سید اسعد مدنیؒ کے مجاز اور علاقے کے معروف اور دل عزیز رہنما تھے، انابت الی اللہ کی خوبی کے ساتھ وہ متواضع، خلیق اور ملنسار انسان بھی تھے۔ مرحوم، جمعیۃ علماء ہند کی تحریک اور مشن سے دل وجان سے وابستہ رہے اور جمعیۃ علماء کے مختلف عہدوں پر رہ کر مظلوموں اور متاثرین کی فریادرسی میں نمایاں کارنامہ انجام دیا۔ جنوری ۲۰۱۵ء میں وہ ہم سے جدا ہوگئے، بلاشبہ ان کے وصال سے جو خلا پیدا ہوا ہے، وہ محسوس ہوتا ہے۔ میں بذات خود ان کے اخلاق کریمانہ اور ضعیف العمری کے باوجود ان کے عزائم اور پختہ سوچ کا شاہد ہوں، بلاکم وکاست یہ حقیقت ہے کہ انھوں نے اپنا ایک اثر چھوڑا ہے۔

یہ جان کر بہت فرحت وانبساط ہوئی کہ ان کی وفات پر ''نقوش کامل'' کے نام سے جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت ایک کتاب شائع کر رہا ہے، جس میں ان کی ذات وشخصیات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالی مرحوم کو ان کے سماجی، دینی وملی خدمات کا بدلہ عطا فرمائے اور متوسلین اور لواحقین کو مرحوم کے نقوش پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے (آمین)

(مولانا سید) محمود اسعد مدنی

پیغاماتِ مشاہیر

اک اور چراغ بجھا اور بڑھی تاریکی

از: حضرت مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم
مہتمم دارالعلوم دیوبند

باسمہٖ تعالیٰ

۷؍جنوری ۲۰۱۵ء کی تاریخ ملت اسلامیہ ہند اور بالخصوص خطہ مغربی اتر پردیش کے لیے یہ المناک خبر لے کر آئی کہ جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت کاندھلہ ضلع شاملی کے مہتمم نمونۂ اسلاف حضرت مولانا محمد کامل صاحب نور اللہ مرقدہ کا وصال ہوگیا، إِنَّا لِلّٰہِ وَ إِنَّا إِلَیہِ رٰجِعُونَ . حضرت مولانا محمد کامل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سراپا جہد وعمل سے عبارت تھی، حضرت مولانا نے جامعہ بدر العلوم کو بدرِ کامل بنادیا، جس کی ضیاء باریوں سے پورا علاقہ منور ہوگیا۔

نیز حضرت مولانا محمد کامل صاحب کو فدائے ملت امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ سے اجازت وخلافت حاصل تھی، حضرت نے اپنے متعلقین کی روحانی تربیت اور اصلاح وتزکیہ کا بھی فریضہ انجام دیا۔ یقیناً مولانا کی وفات سے ملت اپنے ایک بہترین عالم، مصلح اور مربی سے محروم ہوگئی۔ مولانا کی طویل زندگی کے علمی وعملی کارناموں سے لوگوں کو واقف کرنا ایک بہترین کارنامہ ہوگا جس سے آئندہ نسلوں کو رہنمائی بھی حاصل ہوگی اور کام کا حوصلہ بھی ملے گا۔

اللہ تعالی مرحوم کی خدمات کو قبول فرمائے، ان کے وارثین کو ان کی راہ پر چل کر دینی علمی اور روحانی خدمت کرنے کی توفیق بخشے۔

(مفتی) ابوالقاسم نعمانی (صاحب)
مہتمم دارالعلوم دیوبند

اُن کی زندگی باعثِ ہدایت تھی

از: حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی دامت برکاتہم
صدر مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم !

محترم مولانا محمد کامل رحمہ اللہ کی ایمانی زندگی ایک ایسی مشعل تھی کہ جو بہت سے لوگوں کے لیے رہ نمائی کا باعث ثابت ہوتی رہی، دینی خصوصیات کی حامل زندگی بے شمار لوگوں کے لیے صراطِ مستقیم پر آنے کا باعث بنتی رہی، یہ بذاتِ خود ان کی خصوصیت ہے کہ حق تعالیٰ جن کو عطا فرما دیتا ہے ان کی مقبول عنداللہ حسنات بے شمار لوگوں کے لیے دین متین پر چلنے کا وسیلہ بنتی رہتی ہیں، اور یہ خصوصیت عالم غیب میں بھی ان کی حسنات میں ترقی واضافہ کا وسیلہ بنتی رہتی ہے۔

مولانا موصوف کی دینی زندگی اور خدمتِ دین کا ذوق، ان کی وہ میراث ہے کہ جو انشاء اللہ ان کے بعد بہت سے لوگوں کے لیے ذریعۂ ہدایت بنتی رہے گی، اور یہ مقبولیت انشاءاللہ عالم غیب میں ان کے لیے ترقیٔ درجات کا سبب بنتی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کی خدمات کے دائرۂ استفادہ کو وسیع فرمائے اور ان کے بعد لوگوں کی عمل آوری ترقیٔ مدارج کا باعث بنتی رہے، اور ان کو من جانب اللہ اس عالم غیب میں بھی بے حساب ترقیٔ مدارج حاصل ہوتی رہے۔

آمین ثم آمین یارب العالمین

(مولانا) محمد سالم قاسمی (صاحب)
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

پیغام

از: حضرت مولانا عبدالخالق صاحب سنبھلی دامت برکاتہم

استاذ حدیث ونائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

حامدًا و مصلیًا و مسلمًا ، و بعد !

چندروزقبل معلوم ہوا کہ نمونۂ اسلاف حضرت مولانا محمد کامل صاحب نوراللہ مرقدہ سابق مہتمم جامعہ بدرالعلوم کی حیات وخدمات پرارباب بست وکشادِ جامعہ، مشاہیراہل قلم نیز علماء ومفکرینِ ملت اورمرحوم و مغفور کے وابستگان کے ملاحظاتی وتاثراتی مضامین ونگارشات پر مشتمل ایک مجموعہ منظرعام پرلانا چاہتے ہیں۔ واقعتاً حضرت مولانا محمد کامل صاحب رحمہ اللہ اسم بامسمی - ولیٔ کامل تھے، تقریباً ۴۸؍سال جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت کے اہتمام وانتظام کی ذمہ داری کے ساتھ نونہالان اسلام کی تعلیم وتربیت کے تئیں مخلصانہ مساعئ جمیلہ اورجان بازکوشش کرتے رہے، حضرت مرحوم شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ جیسی شخصیات کے شاگردوں میں ہیں؛ بلکہ حضرت شیخ الاسلام کے خادم خاص رہے اور مدارج سلوک طے کیے، حضرت کے سانحۂ ارتحال کے بعد فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع فرمایا اورخلعت خلافت سے سرفراز ہوئے، جمعیۃ علماء ہند اوراس کے کاموں سے قلبی تعلق تھا، آپ جمعیۃ علماء ہند کی تمام تحریکات میں سرفہرست رہے اور جمعیۃ علماء ضلع مظفرنگر کے دوٹرم تک صدررہے، اصلاح معاشرہ کے حوالہ سے بھی ملت اسلامیہ کی خوب خدمت کی، نیز بیدارئ تعلیم کے لیے مدارس ومکاتب کے قیام پرزوردیتے، الغرض ایک جامع شخصیت تھی، تعلیم وتربیت پرزوردینے کے ساتھ فرض شناسی، دلیری وحق گوئی، نیز مہمان نوازی، فیاضی اورجگرسوزی ایسے امتیازی اوصاف کے حامل تھے، ذکروفکر کے اہتمام، نالۂ نیم شبی اوردعائے سحر گاہی بھی آپ کا ممتاز وصف تھا، دارالعلوم کی نسبت کے باعث بندہ سے بھی بڑی محبت فرماتے، اور ۱۹۹۰ء سے اس تعلق میں مزید اضافہ ہوتا چلا گیا، ۹۰ء کے موسم حج میں بندہ کا قیام مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں ہوا، حضرت مولانا محمد کامل صاحب وہاں پہلے سے مقیم تھے، شب وروزحرم شریف میں خوب خلاملا رہتا، اس کے بعد سے حضرت جب بھی دیوبند تشریف لائے، دیدار کرانے کی کوشش فرماتے۔ ع خدارحمت کنداں عاشقانِ پاک طینت را۔ ان کے نقوش زندگی کو نمونہ بنانا چاہیے۔ والسلام

(مولانا) عبدالخالق سنبھلی

۳۸/۶/۸ھ

پیغام

از: حضرت مولانا محمد سلمان صاحب بجنوری دامت برکاتہم

مدیر ”ماہ نامہ دارالعلوم“ واستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا محمد کامل صاحب کاندھلوی نوراللہ مرقدہ کے بارے میں تاثراتی مضامین پر مشتمل ”نقوشِ کامل“ کی اشاعت باعثِ مسرت ہے، اس بزم میں شمولیت کا حکم حقیر کو بھی ملا ہے، جس کی تعمیل میں چند سطور پر مشتمل یہ ”نقشِ ناقص“ حاضر خدمت ہے جو ”نقوشِ کامل“ میں شامل ہوکر نظر بد سے حفاظت کا کام کرے گا۔

حضرت مولانا محمد کامل صاحب نوراللہ مرقدہ ہمارے عہد کے ان علماء میں تھے جنہیں دیکھ کر ہی پرانے بزرگوں کی یاد تازہ ہوجاتی تھی، اور یہ اس دور میں بڑی خصوصیت ہے۔

راقم سطور کو حضرت مولانا سے زیادہ استفادہ کا موقع تو نہیں ملا؛ لیکن ان کے ادارہ ”جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت“ کے سالانہ جلسوں کے علاوہ بعض جلسوں ہی میں چند ملاقاتوں کا شرف حاصل ہوا، البتہ ان کے ادارے کے اساتذۂ کرام سے ان کے بارے میں بہت کچھ سننے کو ملا، اس طرح احقر کے ذہن میں ان کی شخصیت کا جو تاثر وجود میں آیا وہ کچھ اس طرح ہے کہ حضرت مولانا، نہایت فہیم و مدبر اور خلیق وملنسار شخصیت کے مالک تھے، تقوی و پرہیزگاری ان کی طبیعت بن چکی تھی، شرافت ونرم خوئی اور نرم گفتاری ان کی پہچان تھی، تواضع ان کا لباس اور سادگی ان کا انداز تھی، ان سے ملنے والا ہمیشہ دل میں ان کی محبت کا تاثر لے کر اٹھتا تھا، وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں مستعد تھے، مدرسہ کے مفاد کے لیے قربانی دینا ان کا مزاج تھا، لوگوں کے ساتھ معاملات اور معاشرت میں استواری قائم رکھنے کا وہ حد درجہ اہتمام کرتے تھے، اپنے بزرگوں کا انہیں اعتماد حاصل تھا اور اپنے چھوٹوں اور متعلقین میں وہ محبوب تھے، ان کی شخصیت کا سحر ان کے ادارے سے لوگوں کی والہانہ وابستگی کی شکل میں ظاہر ہوتا تھا، وہ اپنے تمام اکابر خصوصاً شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ اور فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی قدس سرہ کے جاں نثار تھے۔ مجموعی اعتبار سے وہ آج کے علماء وفضلاء کے لیے نمونہ کے انسان تھے۔

اللہ رب العزت ان کو اپنے قرب خاص سے نوازے اور ہم سب کو ان کے اچھے اوصاف سے اکتسابِ فیض کی توفیق دے۔ آمین

(مولانا) محمد سلمان بجنوری

پیغام

از: حضرت مولانا بدرالدین اجمل صاحب ممبر پارلیمینٹ ورکن شوری دارالعلوم دیوبند

نمونۂ سلف حضرت مولانا محمد کامل صاحب نوراللہ مرقدہ، خلیفہ اجل حضرت مولانا سید اسعد مدنی قدس سرہ (سابق صدر جمعیۃ علماء ہند)، کی شخصیت اہلِ علم ومعرفت کے لیے محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ وہ مغربی یوپی کے ایک صاحبِ علم وعمل اور خدا ترس شخص تھے، جنھوں نے اپنے مدرسہ سے علم کی روشنی پھیلانے کے ساتھ ساتھ اصلاح معاشرہ اور سماجی خدمات کو بھی اپنا میدانِ عمل بنایا تھا۔ آپ نے اپنی آخری عمر تک جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت کی اس کے مہتمم کی حیثیت سے پورے خلوص اور تندہی سے خدمات انجام دیں، آپ مظفرنگر جمعیۃ کے صدر بھی رہے۔

حضرت سے میری پہلی ملاقات اس وقت ہوئی جب ہم حضرت فدائے ملت مولانا سید اسعد مدنی قدس سرہ کے یہاں سنت اعتکاف کے لیے دیوبند گئے تھے۔ ۲۰۱۲ء کے مظفرنگر فسادات کے بعد جب میں جمعیۃ علماء کے جنرل سکریٹری برادرم مولانا محمود اسعد مدنی صاحب کے ساتھ فساد زدہ مختلف کیمپوں کا دورہ کررہا تھا، اس وقت رفیق سفر دارالعلوم دیوبند کے استاذ مولانا توقیر احمد قاسمی (جو اسی گاؤں کے رہنے والے ہیں) کی دعوت پر حضرت مولانا کے مدرسہ جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت میں جانا ہوا، مدرسہ کو دیکھ کر قلبی سکون ملا، ماشاءاللہ مدرسہ بحسن وخوبی دینی خدمت کی انجام دہی میں مصروف ہے، دورۂ حدیث تک کی تعلیم ہے، جہاں ہزاروں بچے زیرِ تعلیم ہیں۔ اللہ اس کے فیضان کو جاری وساری رکھے۔ آمین!

اس کے بعد حضرت مولانا کامل صاحب نوراللہ مرقدہ نے مدرسہ کے ہونے والے سالانہ اجلاس میں شرکت کی بھی دعوت دی؛ مگر افسوس کہ دیگر مصروفیات کی وجہ سے اس میں شریک نہیں ہوسکا۔ بہ ہر حال حضرت والا سے ہونے والی ملاقاتیں انتہائی خوش گوار اور فائدہ مند رہیں۔ آپ تعلیماتِ نبوی کا زندہ جاوید نمونہ اور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار تھے، ذکر واذکار اور مراقبہ کے خاص طور پر پابند تھے، آپ کی صحبت کا فیض بلاقیدِ خاص وعام سب کو پہنچتا تھا۔ حضرت مولانا کامل صاحبؒ اب جسمانی طور پر ہمارے درمیان تو نہیں رہے؛ مگر ان کا جذبۂ خدمتِ دین، خلوص وللّٰہیت اور عوام الناس کی اصلاح کے لیے ان کی تڑپ اپنے اندر پیدا کرکے ہم انھیں سچی خراجِ عقیدت پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے لیے زادِ راہ کا بندوبست کرسکتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور انھیں جنت الفردوس نصیب کرے۔

دعاؤں کا طلبگار: بدرالدین اجمل القاسمی

پیغام

از: حضرت مولانا محمد سلمان صاحب دامت برکاتہم
ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارن پور

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم ، امابعد !

ہمارے علاقہ کے مشہور مقامات میں قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر (شاملی) بزرگوں اور مشائخ کی بستی کہلاتی ہے، جہاں سے ایسی شخصیات پیدا ہوئیں جنھوں نے اشاعت دین اور اصلاح امت کا عظیم کام انجام دیا ہے، ان بزرگوں میں ماضی قریب میں حضرت مولانا محمد کامل صاحب ایک ولی صفت بزرگ گذرے ہیں، ان کی مجاہدانہ زندگی، ہر ایک کے ساتھ خوش اخلاقی اور خوش مزاجی کا معاملہ، ان کا خلوص، تقوی، خشیت اور للّٰہیت ایسے امتیازی اوصاف ہیں جو ہر ایک کے لیے قابل رشک ہیں۔

مجھے یہ معلوم ہوکر خوشی ہوئی کہ ان کے حالاتِ زندگی کو مرتب کیا جا رہا ہے، بزرگوں کے حالات قلم بند کرنے کا سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ ان کے قابل رشک حالات سے سبق حاصل کیا جائے، ان کے ملفوظات، ان کے ارشادات ان کی صحبت کے قائم مقام ہوتے ہیں، ان کے ذریعہ اپنے لیے صالح سیرت اختیار کرنے میں مدد ملتی ہے۔

دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو اپنے اکابر و مشائخ کی تعلیمات کے مطابق ان کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے حالاتِ زندگی سے خوب خوب فائدہ اٹھانے کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین فقط

(مولانا) محمد سلمان
ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور
۱۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۸ھ

پیغام

از: حضرت مولانا عبداللہ صاحب مغیثی دامت برکاتہم

مہتمم جامعہ گل زار حسینیہ اجراڑہ، میرٹھ (یو پی)

میرے لیے بہت ہی خوشی کی بات ہے اور بے حد فرحت وشادمانی کا سماں ہے کہ ہمارے دوست مفکرِ قوم وملت مولانا محمد کامل- اللہ تعالی ان کی قبر کو نور سے منور فرمائے- حضرت والا کے فرزندار جمند عزیزم مولانا محمد عاقل اور کچھ مخصوص مسترشدین حضرات نے بڑے حوصلہ کے ساتھ یہ بیڑا اٹھایا کہ مرحوم موصوف کے مواعظ حسنہ اور ان کے حالاتِ زندگی کو یکجا کر کے ایک کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے، جو کہ لائق تحسین قدم ہے، وہ قومیں ہمیشہ صفحہ دنیا پر منقش رہتی ہیں جو اپنی اور اپنے بزرگوں کی تاریخ کو یاد رکھتی ہیں اور ان کو سامنے رکھ کر اپنی زندگی کا لائحہ عمل تیار کرتی ہیں اور جو قومیں اپنی واپنے اکابر واسلاف کی قربانیوں کو فراموش کر دیتی ہیں وہ دنیا کے نقشہ پر زیادہ دیر تک نہیں ٹھہرتیں، روزِ اول سے ہی یہ بات ثابت ہے کہ دنیا میں بسنے والی مختلف قوموں نے اپنے مذہبی وملی رہ نماؤں وصلحاء عظام کے تشخص، ان کے حالاتِ زندگی کے تانے بانے کو تاریخ کے صفحات پر محفوظ کرنے کی کوششیں کی ہیں، تاکہ نسلیں ان قد آور شخصیات کے تذکرہ سے قلب ونگاہ میں دور اندیشی ودور بینی کی حلاوت پیدا کرتی رہیں، بالخصوص مسلمانوں نے ایسی مقدس اور عظیم ہستیوں کی سوانح حیات اور ان کے اوصاف حمیدہ وجلیلہ کا تحفظ ضروری سمجھا، اسی لیے مسلمان قوم کا مستقبل روشن ہے؛ کیوں کہ مسلمان قوم نے اپنے اکابر واسلاف کی قربانیوں اور ان کے اوصاف وکمالات کو اپنی زندگی کا عملی جامہ بنایا، جو نسلوں کے لیے رشد وہدایت کا ذریعہ اور انسانیت کے لیے منارۂ نور ثابت ہوا، رفیق محترم مرحوم موصوف کی سوانح حیات بھی اسی درجہ کی ایک کوشش ہے۔

دعاء گو ہوں باری تعالی آپ سب حضرات کی مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت سے نوازے اور اس سوانح کو ہر عام وخاص کے لیے نافع بنائے۔

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

(مولانا) محمد عبداللہ مغیثی

مہتمم جامعہ گلزار حسینیہ اجراڑہ

پیغام

از: حضرت مولانا محمد اختر صاحب مہتمم جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ

نمونۂ اسلاف حضرت اقدس مولانا محمد کامل صاحب نور اللہ مرقدہ، بزرگانِ دین کی معروف بستی قصبہ کاندھلہ ضلع شاملی میں ۱۹۳۳ء میں پیدا ہوئے، اور آخری ایام مدرسہ بدر العلوم گڑھی دولت ضلع شاملی (یوپی) میں گذرے۔ اللہ تعالی کا ہمیشہ یہ دستور رہا ہے کہ جس انسان کو نمایاں حیثیت عطا کرنی ہوتی ہے، اس کے لیے اسی کے مناسب ماحول سازگار فرماتے ہیں، پھر ان اوصاف حمیدہ کی کچھ علامات ونشانیاں ابتداء ہی سے ظہور پذیر ہونا شروع ہوجاتی ہیں، مثل مشہور ہے: ''ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات''۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ابتداء سے تعلیمی ماحول ملا، پختہ کار اہل اللہ، صاحب نسبت اولیاء کرام کی طویل صحبتِ استفادہ نے انہیں کندن بنادیا، حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی سے شرفِ تلمذ وتعلقِ اصلاح نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا، یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا محمد کامل صاحب اسم بامسمی ثابت ہوئے۔

جمعیۃ العلماء کی تحریکات میں شرکت نے ان کی زندگی کو چار چاند لگادیئے، حضرت فدائے ملت حضرت اقدس مولانا سید اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت بیعت وارشاد نے دو آتشہ بنا کر مخلوقِ خدا کی نفع رسانی کے لائق بنادیا۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے جمعیۃ علماء ہند کے اجتماعات میں اور مادر علمی دار العلوم دیوبند میں بارہا شرفِ ملاقات وزیارت حاصل ہوا، انتہائی خاموش طبیعت، متواضع اور اصاغر پر مہربان، مظفر نگر کے فساد سے متاثر مسلم کیمپوں میں حاضری کے وقت ''برناوٴ'' گاوٴں کے ایک کیمپ میں نماز ظہر ادا کرنے کا اتفاق ہوا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی دورہ پر تشریف لائے، تو ملاقات پر انتہائی شفقت فرمائی۔

ان اہل اللہ کی جہد مسلسل کا اثر ہے کہ ہمارے معاشرہ کی مسرفانہ ہی نہیں مشرکانہ رسومات قبیحہ رفتہ رفتہ کافور ہوئیں، ورنہ تو ہمارے معاشرہ کا جسم بیمار انتہائی نازک حالت میں ہے، اسی کے لیے کسی نے کہا ہے:

تن ہمہ داغ داغ شد ☆ پنبہ کجا کجا نہم

بہرحال حضرت والا کی زندگی ہم سب کے لیے نمونہ تھی، زندگی کا کوئی حصہ ان کا ایسا نہیں تھا، جو قابل تقلید نہ ہو، ان کے جنازہ پر کاندھلہ کی عیدگاہ میں شرکت پر عند اللہ آپ کے مقبول ہونے کی شہادت مسلمانوں کا لامتناہی اجتماع دے رہا تھا، اور زبان حال سے کہہ رہا تھا:

ع: خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

احقر محمد اختر عفی عنہ

خادم جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاج پورہ، ضلع سہارنپور (یوپی)

تاثراتی مضامین

ایک مردِ درویش کی رحلت ☆

بہ قلم: حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی دامت برکاتہم
استاذِ حدیث دارالعلوم دیوبند

علمی و دینی حلقوں کے لیے یہ خبر باعثِ رنج وغم ہوگی کہ جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت کاندھلہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد کامل صاحب کاندھلوی خلیفۂ اجل حضرت فدائے ملت مولانا سید اسعد مدنی قدس سرہ، ۱۵؍ربیع الاول ۱۴۳۶ھ مطابق ۷؍جنوری ۲۰۱۵ء، ۸۲ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ إنَّا للّٰہِ وإنّا إلیہ راجعونَ، اللّٰھم اغفرْ له و ارحمْهُ واجعلْه من عبادِکَ المقرَّبین! (آمین)

مولانا مرحوم ایک نیک دل، نیک ذات، نیک صفات بافیض عالمِ دین تھے، تواضع وانکساری اُن کا طرۂ امتیاز تھا، نرم خوئی ونرم روی ان کی عادتِ ثانیہ تھی، حلم وبردباری ان کا مزاج وطبیعت تھی، ان کی کتابِ زندگی میں نمود ونمائش اور خواہشِ شہرت وناموری کا باب گویا تھا ہی نہیں، ان کے پیشِ نظر تو محض رضائے الٰہی کے لیے اللہ کے بندوں کی علمی ودینی ہدایت اور رہ نمائی تھی، ستائش کی تمنا اور صلہ کی پرواہ کیے بغیر اسی میں انھوں نے اپنی پوری حیات صرف کر دی، پھر اس احتیاط کے ساتھ کہ کسی دل کو ان کے کسی عمل سے رنج اور ٹھیس نہ پہنچے۔

قدرتِ الٰہی جب کسی بندہ سے کوئی خدمت لینا چاہتی ہے تو اسی انداز سے اس کی نشو ونما اور تربیت کی تدبیر بھی کرتی ہے؛ چناں چہ انھیں ابتدائی تعلیمی وتربیتی زندگی میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ جیسا باکمال عالم ومربی میسر آ گیا اور برسوں ان کی خدمت میں رہ کر تعلیم کے ساتھ دینی وفکری تربیت بھی حاصل کی؛ چوں کہ معمارِ اولین نے ان کی زندگی کی تعمیر کی خشتِ اول مستقیم اور سیدھی رکھی تھی؛ اس لیے اس پر جو عمارت بلند ہوئی وہ استحکام واستقامت کا نمونہ ثابت ہوئی، اس کے بعد حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب اور علمائے کاندھلہ کے علوم وہدایت کے باصفا امین ووارث حضرت مولانا افتخارالحسن معروف بہ بڑے حضرت جی دامت فیوضہم سے درسِ نظامی

☆ از ماہ نامہ ''دارالعلوم'' جنوری ۲۰۱۵ء

کی متوسطات کی تحصیل وتکمیل کی، ان دونوں بزرگ اساتذہ کی صاف وستھری علمی ودینی تربیت کا اثر مولانا مرحوم کی سیرت وکردار میں آخر تک نمایاں رہا، آگے کی تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند پہنچے اور پانچ سال یہاں زیرِ تعلیم رہ کر ۱۹۵۲ء میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ جیسے محدثِ کبیر اور شیخِ کامل سے صحیح بخاری وغیرہ پڑھ کر سندِ فراغت حاصل کی، تعلیمی مراحل طے کر لینے کے بعد حضرت شیخ الاسلام کے دستِ حق پرست پر بیعتِ طریقت سے فیض یاب ہوئے اور حضرت کی ہدایت ورہ نمائی میں ذکر واذکار اور تزکیۂ نفس وتطہیر قلب میں مشغول ہوگئے۔ دراصل مولانا مرحوم کا یہی طبعی ذوق بھی تھا جس کو حضرت شیخ الاسلامؒ کی صحبت وتربیت نے مجلّٰی اور روشن کر دیا۔

چوں کہ اکابرواسلاف کا عمومی طریقہ یہی رہا ہے کہ وہ ارشاد وطریقت کے ساتھ علمی وابستگی بھی رکھتے تھے؛ اس لیے مولانا مرحوم بھی اپنے علاقہ کے ایک مدرسہ سے وابستہ ہوگئے، وہیں سے گڑھی دولت کے اصحابِ خیر وصلاح باصرار مولانا کو اپنے مدرسہ بدرالعلوم میں لے آئے اور تدریس کے ساتھ مدرسہ کا اہتمام بھی انھیں کے سپرد کر دیا، اس وقت سے تادمِ واپسیں مولانا مرحوم اسی کی خدمت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رہے اور اپنے حسنِ انتظام وخلوصِ نیت سے اسے ایک مدرسہ سے جامعہ بنا دیا، جہاں اس وقت دورۂ حدیث تک کی مکمل تعلیم ہو رہی ہے۔

مولانا محمد کامل رحمہ اللہ نام ہی کے نہیں؛ بلکہ صحیح معنوں میں ایک مردِ کامل تھے، فقر ودرویشی اگرچہ ان کی سرشت میں شامل تھی، پھر بھی وہ علوم وفنون میں بھی قابلِ قدر دستگاہ رکھتے تھے، اور چھوٹی بڑی سب کتابوں کا درس دیتے تھے۔ اسی کے ساتھ ایک اچھے منتظم بھی تھے اور سب سے بڑھ کر ایک کامیاب مرشد ومربی تھے، ان کے دامنِ تربیت سے ہزاروں لوگ منسلک تھے، وہ مدرسہ کی انتظامی مشغولیتوں کے ساتھ ان کی اصلاح وتربیت پر بھی نظر رکھتے تھے۔

مولانا مرحوم ایک خاموش طبع آدمی تھے، اپنی علمی ودینی وتربیتی خدمات بھی خاموشی کے ساتھ انجام دینے کے عادی تھے، اس کے باوجود اللہ رب العزت نے بڑی مقبولیت سے نوازا تھا، جس کا کچھ اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ موسم کی سخت ناسازگاری اور کڑاکے کی سردی کے باوجود ان کی نمازِ جنازہ میں پچاس ہزار سے زیادہ مجمع تھا۔

حضرت مولانا مرحوم اب اس دنیا میں نہیں ہیں؛ اس لیے مجھے اب اپنے اس تاثر کے اظہار

میں کوئی تردد نہیں ہے کہ ان سے جب بھی ملاقات ہوئی تو ان کے چہرے پر نظر پڑتے ہی دل میں یہ خیال آجاتا تھا کہ مولانا اللہ تعالی کے ان مخصوص بندوں میں سے ہیں جن کے بارے میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ "إِذَا رُؤُا ذُكِرَ اللّٰه".

دعا ہے کہ خدائے رحیم وکریم ان کی بال بال مغفرت فرمائے، اپنے مرحوم ومغفور بندوں کی اعلی علیین میں رفاقت عطا فرمائے، نیز پس ماندگان کو صبرِ جمیل اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشے، آمین!

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو
تم ڈھونڈھنے نکلوگے؛ مگر پا نہ سکوگے

☆......☆......☆
☆......☆

حضرت مولانا محمد کامل صاحب گڑھی دولت ☆

از: حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری

استاذِ حدیث ومفتی جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

مغربی یوپی کے معروف اور بافیض بزرگ، سادگی اور تواضع کے پیکر جمیل، جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت ضلع شاملی یوپی کے روحِ رواں حضرت اقدس مولانا محمد کامل صاحب نوراللہ مرقدہ گذشتہ ۷؍جنوری ۲۰۱۵ء کو وصال فرما گئے، اناللہ والیہ راجعون

اسی دن بعد نمازِ ظہر حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی مدظلہ کی اقتداء میں آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی، اور ہزاروں علماء، طلبہ اور عوام وخواص نے نم آنکھوں کے ساتھ آپ کو سپردِ خاک کیا۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

مولانا موصوف بڑے جفاکش، متحمل مزاج، مسکین طبیعت اور صاف ستھرے کردار کے حامل انسان تھے، تمام ہی اہل ایمان؛ بلکہ سب انسانوں کے لیے خیرخواہی اور ہمدردی کے جذبات آپ کے دل میں موجزن تھے، چھوٹوں کی حوصلہ افزائی اور بڑوں کی تعظیم وتکریم آپ کا خاص وصف تھا، علم دین کی اشاعت اور اصلاحِ امت کے لیے آپ کی پیہم اور مسلسل کوششیں برابر یاد رکھی جائیں گی اور آپ کا خلا تادیر محسوس کیا جاتا رہے گا۔

مولانا موصوف عموماً ضلع مظفرنگر کے دیہاتوں اور قصبات میں منعقد ہونے والے دینی و اصلاحی جلسوں اور مدارس کے پروگراموں میں بڑے اہتمام سے شرکت فرماتے، اور دین کی خدمت میں لگے ہوئے سبھی خدام کی ہمت افزائی اور قدردانی فرماتے تھے، جلسوں میں آپ کا سادہ اور تکلف سے عاری خطاب (جو عموماً دین کی بنیادی باتوں مثلاً توحید، نماز، روزہ سے متعلق ہوتا تھا وہ) اپنی تاثیر کے اعتبار سے بلاشبہ بڑی بڑی مرصع تقریروں پر بھاری پڑتا تھا۔

مولانا موصوف اپنے استاذِ گرامی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور ان کے خانوادے کے گرویدہ تھے، فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کے خلیفۂ اجل اور ان کے

☆ از ماہ نامہ ”ندائے شاہی“ فروری ۲۰۱۵ء

معتمد علیہ حضرات میں تھے، پوری عمر جمعیۃ علماء ہند سے وابستگی رکھی اوراس کے پلیٹ فارم سے عظیم سماجی وملی خدمات انجام دیں۔

حضرت مولانا کی پیدائش ۱۹۳۳ء میں ہوئی، ابتدائی تعلیم کاندھلہ ہی میں حاصل کی، عارف باللہ حضرت مولانا افتخارالحسن صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم آپ کے خصوصی اساتذہ میں سے ہیں،اس کے بعد ۱۹۴۷ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے،اور ۱۹۵۲ء میں فراغت حاصل کی۔ بخاری شریف حضرت شیخ الاسلامؒ سے پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔

۱۹۶۷ء سے آپ نے جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت کی انتظامی ذمہ داریاں سنبھالی،اورتادمِ آخراسی مدرسہ سے وابستہ رہے،آپ کے دورِاہتمام میں اس مدرسہ نے بےمثال ترقی کی، دورۂ حدیث شریف تک تعلیم کانظم ہوا،اورعلاقہ میں اس مدرسہ کومرکزی حیثیت حاصل ہوئی۔

یہ امر باعث اطمینان ہے کہ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ نے آپ کی حیات ہی میں ادارہ کی ذمہ داریاں سنبھال لی تھیں۔

دعاہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مرحوم کے درجات بلند فرمائیں اوران کے چھوڑے ہوئے تمام کاموں کی حفاظت فرمائیں۔آمین!

مدتوں رویا کریں گے......

از: مولانا محمد ساجد حسن صاحب
استاذ حدیث وتفسیر جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

اونٹ، چھوٹے بڑے بچے بوڑھے کمزور، طاقت ور سبھی قسم کے ہوتے ہیں؛ مگر سواری اور بار برداری کے قابل، طاقت ور وتوانا اونٹ کم ہوتے ہیں۔ (مشکوۃ: ۵۱۲۱)

اسی طرح انسانوں کی بھیڑ تو بہت ہے؛ مگر انسانیت کے حامل ''مردِ کامل'' بہت کم ہوتے ہیں، بس وہی جن کو دنیا اپنی رونق وشادابی اور زیب وزینت کے باوجود اپنی طرف مائل نہیں کرپاتی، صرف وہی جنھوں نے ﴿لا یغرنکم الحیوۃ الدنیا﴾ کے راز کو بخوبی سمجھ لیا ہے، فقط وہی جو دنیا کے فریب اور اس کی محبت وچاہت کے دائرہ سے نکل کر صرف آخرت کے طالب بن جاتے ہیں۔

بس وہی جن کی عمر عزیز بتقدیر الٰہی محدود ومؤقت؛ مگر ان کی زبان ذکر سے، اور دل محبتِ الٰہی سے معمور رہتے ہیں۔

ذہن ودماغ میں بس ایک ہی سودا سمایا رہتا ہے، خدا کو راضی کرنا، خدا کی رضا ان کی رضا، خدا کی چاہت ان کی چاہت، وہ ''جدھر مولیٰ ادھر شاہ دولہ'' کا مصداق ہوتے ہیں، وہ نہ صرف یہ کہ اپنے اوقات کو طاعاتِ الٰہی میں مشغول رکھتے ہیں؛ بلکہ ان کا ہر عمل دوسروں کے عمل کا محرک بن جاتا ہے۔ ان کا جذبۂ اطاعت دوسروں کے اندر مستور ومستودَع جذباتِ اطاعت کو برانگیختہ کرتا ہے، ان کی قلب کی گرم انگیٹھی بقول علامہ اقبال دوسروں کے قلوب کو بھی گرما دیتی ہے۔

جلا سکتی ہے شمعِ کشتہ کو موجِ نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

اور پھر اس مقام تک ان کی رسائی ہوجاتی ہے جہاں پہنچ کر احکام خداوندی کی بجا آوری پر روحانی وجسمانی کیف وسرور حاصل ہوتا ہے۔

انہیں لوگوں کی قربت واطاعت، صحبت وہم نشینی اختیار کرنے کا دوسروں کو حکم دیا جاتا ہے؛ کیوں کہ یہ اپنے رفقاء، مریدین ومعتقدین کو دنیوی لذت سے کنارہ کش، تحصیلِ جاہ ومال سے بے

رغبت، زبان کی طلب وخواہش سے بے پرواہ بنا کر زادِ عقبیٰ فراہم کرتے ہیں، خودتو کامل بنے ہی تھے، دوسروں کوبھی کامل بنانے کے لیےکوشاں رہتے ہیں۔

حلیم الطبع، منکسر المزاج، متواضع، درویش صفت، متبحر عالم، اسم بامسمی استاذ محترم حضرت اقدس مولانا محمد کامل صاحب رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ بھی بلاشبہ ایسے ہی باکمال بزرگوں میں سے ایک تھے، لاریب وہ ''مردِ کامل'' کا صحیح مصداق تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو متعدد علوم وفنون میں صفتِ کمال سے نوازا تھا۔

زمانۂ طالب علمی:

زمانۂ طالب علمی عموماً غفلت وکوتاہی، لاابالی پن وعدم شعور کا گردانا جاتا ہے؛ مگر کچھ خوش نصیب اور بخت یاور ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے اکابر ومشائخ کے زیر سایہ اس قیمتی وقت کو بھی اورزیادہ قیمتی بنالیتے ہیں، حضرت مولانا محمد کامل صاحبؒ نے بھی زمانۂ طالب علمی ہی میں اپنا ہاتھ شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کے ہاتھ میں دیدیا تھا، انہیں کی خدمت میں رہے اورانہی کی مدنی مسجد میں، زمانۂ طالب علمی میں امام رہے، بذاتِ خود حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ اور دیگر واردین وصادرین حضرات اکابر بھی، آپ کی اقتداء میں نماز ادا فرماتے، سو بار قربان اس خوش نصیبی پر کہ مقتدا بھی جس کے مقتدی تھے۔

خوش خطی میں کمال:

تقریر وخطابت، فقہ وفتاوی، تعلیم وتدریس میں لوگوں کا محنت کا مزاج ہے؛ مگر ایسے لوگ کم ملیں گے جن کی توجہ تحسینِ خط کی طرف ہو، ہمارے حضرت مولانا محمد کامل صاحب نور اللہ مرقدہ کو خوش خطی اور کتابت میں بھی کمال حاصل تھا، خط پاکیزہ، نوک پلک اتنے درست، کہ قواعدِ کتابت کی رورعایت کے بعد بھی خط جاذب نظر ہوتا اور خوش خطی سے شغف اتنا کہ حدیث شریف کی ایک کتاب عربی رسم الخط میں بطور مخطوطہ آپ کے پاس موجود تھی جس کو بندہ نے بچشم خود دیکھا ہے۔

زبان دانی کا کمال:

عربی زبان وادب کے ماہر، فصیح اللسان، بلیغ الکلام ترجمان، ایڈیٹوریل، اداریئے،

انشائیے لکھنے والے انشا پرداز، الحمدللہ امت میں کثیر تعداد میں موجود ہیں، اور ایسے فائق الاقران بھی ہیں جن کو اس زبان میں دکتورہ وتخصص حاصل ہے۔

مگر بندے نے اپنی زندگی میں کسی ہندوستانی عالم کو حضرت مولانا محمد کامل صاحب نوراللہ مرقدہ سے زیادہ عربی بولتے نہیں دیکھا، وہ باستثناء اکابر، علماء اور اساتذہ سے عربی زبان میں بات کرتے، اس اہتمام اور ان کے اس اشتغال بالتکلم سے یہ عیاں ہوتا کہ وہ ذاتِ رسالت کی وجہ سے ''لسانِ عربی'' سے بھی عشق رکھتے تھے۔

کمال اہتمام:

ایک بصیرت مند، صاحب دل بزرگ سے بندہ نے سنا کہ: کسی بھی مدرسہ کے طلبہ واساتذہ کا محنتی ہونا مدرسہ کے بانی اور مہتمم کے خلوص کا نتیجہ ہوتا ہے، اس کے خلوص وللّٰہیت کا اثر طلبہ و اساتذہ پر بھی پڑتا ہے، وہ تمام بھی پوری دل چسپی ودل جمعی کے ساتھ اپنے کاموں میں مشغول و منہمک رہتے ہیں، حضرت کی یہ بات سن کر ذہن معاً ۷۶-۷۷-۱۹۷۸عیسوی کے اس زمانہ کی طرف منتقل ہوگیا جب بندہ جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت ضلع شاملی میں زیر تعلیم تھا، اور عموماً طلبہ کا حال یہ تھا کہ شب وروز اپنی تعلیم، تکرار ومطالعہ میں مشغول ومنہمک رہتے، اس زمانہ میں جامعہ بدر العلوم کی عمارت ناکافی تھی، اس لیے طلبہ موسم گرما میں عموماً صحنِ مدرسہ میں بیٹھ کر اسباق یاد کرتے گاؤں میں اس وقت تک بجلی نہیں آئی تھی، اس لیے تکرار ومطالعہ کے لیے ہر جماعت کو الگ لالٹین دیدی جاتی تھی اور اس میں تیل بھی مدرسہ سے ہر روز لینا پڑتا تھا، کتنی مرتبہ ایسا ہوا کہ طلبہ یاد کرتے رہے اور حضرت مولانا محمد کامل صاحب تہجد کے لیے بیدار ہوگئے اور طلبہ کو کہہ دیا کہ اب صبح ہونے والی ہے، جلدی سوجاؤ، اس کے بعد ہماری لالٹین کا تیل رات کے ایک دو بجے کے قریب ختم ہوجاتا، طلبہ کو اس پر حیرت ہوئی کہ مدرسہ سے اتنا تیل نہیں ملتا جس کی روشنی میں طلبہ اپنا سبق یاد کرلیں، اساتذہ کے بتانے سے یہ عقدہ حل ہوا کہ اب یہ طے کیا گیا ہے کہ ہماری جماعت کے طلبہ کو اتنا تیل نہ دیا جائے جس سے وہ پوری رات جاگتے رہیں اور ان کی صحت متاثر ہو، جب سنِّ شعور کو پہنچے اور کچھ شدبد ہوئی (پورا شعور تو آج تک بھی نہیں آیا) تب سمجھ میں آیا کہ مدرسہ ظاہری روشنی کے لیے تیل کا انتظام کرتا تھا اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنی باطنی توجہات سے طلبہ کو وفورِ شوق سے سرشار کررہے ہوتے، اور طلبہ میں موجود طلبِ علم کی چنگاریوں کو شراروں میں تبدیل

کررہے ہوتے۔

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑگئی لو شمع محفل کی
پتنگوں کے عوض اڑنے لگی چنگاریاں دل کی

حضراتِ اساتذہ کرام، طلبہ کو گاہ بگاہ پڑھنے کی ترغیب دیتے ہی رہتے ہیں، یہ ان کا فرضِ منصبی بھی ہے اور اخلاقی ذمہ داری بھی۔ ہمارے اس وقت کے اساتذہ رات کے دو حصے گزر جانے پر کبھی نرمی تو کبھی سختی سے ہمیں سونے کے لیے بھیج دیتے، اساتذہ کا بھی محنت ومطالعہ کا یہی ذوق تھا، حضرت مولانا ظریف احمد مدظلہ (جن کو علم نحو میں براعت اور کمال حاصل ہے) کو ہم نے دو دو بجے تک مسلسل مطالعہ کرتے دیکھا ہے، ''علم واشتغال فی العلم کا ایسا خوش گوار ماحول'' اس کو مولانا محمد کامل علیہ الرحمۃ کی کرامت کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

تدریس میں کمال:

آپ نے تدریس کا آغاز قرآن شریف حفظ وناظرہ سے فرمایا اور اس زمانہ میں عربی درجات کی تعلیم کا نصاب جامعہ بدرالعلوم میں تفسیر کی مقبول ومتداول کتاب صرف ''جلالین شریف'' تک تھا، فارسی سے جلالین شریف تک متعدد کتب آپ کے زیرِ درس رہیں، شیخ سعدی کے مانند مزاج سامی پر کیوں کہ تصوف کا غلبہ تھا، اس لیے شیخ سعدی کی کتابیں: کریما، گلستاں، بوستاں اپنے پاس ضرور رکھتے، بڑے اہتمام سے پڑھاتے، بندہ نے بھی انہی کتابوں میں حضرت کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے ہیں، شیخ سعدی کے اشعار پر سر دھنتے، اللہ کے عشق ومحبت کا بیان آیا تو

بدہ ساقیا آبِ آتش لباس
کہ مستی کند اہل دل التماس

بار بار پڑھتے جیسے دل میں کوئی دبی چنگاری ہے، جس کو فروزاں کرنے کے لیے آپ اپنے مولیٰ سے بار بار فریاد کررہے ہیں، آپ کی تدریس کا انداز صرف رسمی نہیں تھا کہ ایک مرتب ومدلل تقریر کردی اور دامن جھاڑ لیا، خواہ طلبہ سمجھیں یا نہ سمجھیں؛ بلکہ ہر سبق میں افہام وتفہیم کے تمام ممکنہ طرق استعمال فرماتے، غبی وذکی ہر ایک طالب علمی پر نظر رہتی، جب تک طلبہ ہاں نہ کرتے تو آگے نہ بڑھتے، گاہ بگاہ طلبہ کے نام لے کر بھی دریافت فرماتے کہ: ''کیا سمجھے؟'' اس لیے طلبہ متیقظ ہوکر بیٹھتے تھے۔

تواضع کا بیان آتا تو سراپا عجز و نیاز بن جاتے، ہم جیسے بچوں کو کیا پڑھاتے ایسا لگتا جیسے آپ اپنے دل سے خود مخاطب ہیں اور اسے ہی خطاب کر کے کہہ رہے ہیں۔

دلا گر تواضع کنی اختیار
شود خلق دنیا ترا دوست دار

اور زندگی بھر آپ نے یہی زریں اصول اپنایا کہ ہر مہتر، کہتر سے آپ تواضع سے پیش آتے، بالآخر بمصداق ”من تواضع للہ رفعه الله“ آپ سرفراز و سربلند رہے اور خلق خدا کے محبوب بنے۔

اصلاح وتربیت کا کمال:

ہر استاذ، ہر شیخ، ہر مربی کا تربیت کا انداز الگ الگ ہوتا ہے، خواص کے ساتھ ساتھ عوام الناس کا بھی ایک بڑا طبقہ آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل تھا، جن کے مزاج میں سختی بھی ہوتی ہے اور کجی بھی؛ مگر ایسی عطوفت و شفقت کے ساتھ ان کی اصلاح فرماتے کہ ان کو اپنی خطا کا بھی احساس ہو جاتا اور وہ مولانا سے دور بھی نہ ہوتے۔

اپنے شاگرد کو بھی کسی نازیبا حرکت پر متنبہ کرنا ہوتا تو براہِ راست مخاطب پر نکیر کرنے اور اس کو مطعون کرنے کے بجائے فرماتے: ”بھائی ذرا دیکھو! میری ٹوپی ٹیڑھی تو نہیں، دیکھو! میرے بال بڑے تو نہیں، دیکھو! میرا پائجامہ ٹخنوں سے نیچا تو نہیں،“ مخاطب سراپا ندامت ہوتا، احساسِ شرمندگی سے گڑ جاتا، اور اس انداز ملاطفت پر قربان اور آئندہ کے لیے تائب ہوتا۔

ولی را ولی می شناسد:

اللہ تعالی نے بعض بندوں میں اپنی محبت کا جو جوہر ودیعت فرمایا ہے بہت کم نگاہیں اس کا ادارک کر پاتی ہیں، ورنہ زیادہ تر لوگ بقول جلال الدین رومی اس مغالطہ میں ہی رہ جاتے ہیں کہ ہم میں اور ان میں کوئی فرق و امتیاز نہیں، وہ بھی انسان ہم بھی انسان، وہ بھی کھاتے، پیتے اور سوتے ہیں اور ہم بھی۔

گفتہ اینک مابشر، ایشاں بشر
ما وایشاں بستۂ خوابیم و خور

جب کہ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ موتی کی قیمت جوہری جانتا ہے، اسی طرح ولی کو صحیح معنوں میں ولی ہی پہچانتا ہے۔

۲۰۰۴ء میں محدث زمان حضرت اقدس مولانا محمد یونس صاحب دامت برکاتہم شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور بیمار ہوئے، علاج کے سلسلہ میں انہوں نے دہلی میں قیام فرمایا۔ بعد میں جب سہارنپور تشریف فرما ہوئے تو حضرت کی عیادت کے لیے اطراف واکناف سے اپنی سعادت مندی کے پیش نظر بہت سے حضرات تشریف لائے، ایک دن مولانا محمد کامل صاحب علیہ الرحمۃ بھی قریب دس بجے صبح، عیادت کے لیے تشریف لائے، بندہ کو تلاش کرایا، بندہ نے حضرت شیخ دامت برکاتہم سے مولانا کی حاضری کی اجازت چاہی اور یہ بھی عرض کردیا کہ: مولانا میرے استاذ ہیں، حضرت نے بخوشی اجازت مرحمت فرمائی، اپنی علالتِ طبع کی بناء پر حضرت شیخ مدظلہ اکثر خاموش رہتے، عیادت کرنے والے لوگ آتے بس زیارت کرکے چلے جاتے، حضرت مولانا محمد کامل صاحب علیہ الرحمۃ تشریف لائے، تو حضرت شیخ سنبھل کر بیٹھ گئے اور حضرت مولانا محمد کامل صاحب علیہ الرحمۃ کے لیے تکیہ لگانے کا حکم فرمایا اور ہم حاضر باش خدام کو حکم دیا کہ ان کے لیے دسترخوان بچھاؤ، اور اپنے پاس موجود نفیس مٹھائی، عمدہ قسم کے پھل، مدینہ طیبہ کی کھجوروں سے ضیافت فرمائی، اپنے چھوٹوں کا اس قدر اعزاز واکرام ہم جیسے خدام کے لیے تعجب خیز تھا، مولانا کے رخصت ہونے کے بعد فرمایا: ’’نیک آدمی ہیں۔‘‘

حضرت شیخ مدظلہ کی نگاہِ بصیرت حضرت مولانا علیہ الرحمۃ میں وہ جوہر دیکھ رہی تھی جو ہم نہیں دیکھ سکے اور نہ سمجھ سکے، ’’قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری‘‘ اس دنیائے رنگ و بو میں لوگ آتے جاتے رہتے ہیں: مگر ’’مردِ کامل‘‘ کم ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کے چلے جانے کے بعد بھرپائی بھی مشکل ہو پاتی ہے۔ کسی کے جانے پر خاندان اور قبیلہ روتا ہے، کسی کے جانے پر علاقہ روتا ہے، اور جو ملت کے لیے روتا رہا، اس کے چلے جانے کے بعد مدتوں تک اس کو ملت روتی ہے۔

جان کر منجملۂ خاصانِ میخانہ تجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

سلف کی پاکیزہ روایات کے امین

از: حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب قدس سرہ
سابق مہتمم جامعہ محمودیہ علی پور، ہاپوڑ روڈ میرٹھ

حضرت اقدس مولانا محمد کامل صاحب قدس سرہ کی وفات کے عظیم سانحہ کی خبر سن کر انتہائی ملال ہوا۔ **انا للہ و إنا إلیہ رجعون، فإن للہ ما أخذ و لہ ما أعطی ، و کل شیء عندہ بأجل مسمی ، و إنا لفراقک یا کامل لمحزونون.**

حضرت مولانا قدس سرہ علاقہ کے نامور عالم دین اور باکمال بزرگوں میں سے تھے، آداب وسنن اور معمولات کے انتہائی پابند، انتہائی خوش مزاج وخوش اخلاق شخصیت کے مالک تھے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے اصول پر پوری زندگی قائم رہے، انہوں نے دینی علوم کے فروغ و اشاعت دین واحیائے سنت نیز معاشرے میں پھیلی ہوئی بدعات وخرافات اور رسومات کے خاتمہ کے لیے نمایاں قربانیاں دی ہیں، اساتذہ، طلبہ عوام الناس سب کے ساتھ شفقت ومحبت اور احسان کا معاملہ فرماتے تھے، جس کی وجہ سے عوام وخواص میں محبوبیت ومقبولیت کی شان رکھتے تھے، خورد نوازی حضرت مولانا قدس سرہ کی خاص صفت تھی، اس وجہ سے حضرت قدس سرہ کے تمام تلامذہ ہی حضرت والا قدس سرہ سے والہانہ عقیدت ومحبت کا تعلق رکھتے تھے، بندہ ناکارہ سے جب ملاقات ہوتی، انتہائی شفقت ومحبت کا معاملہ فرماتے جس سے یہ ناکارہ شرمندہ ہوجاتا۔

بلاشبہ وہ سلف کی پاکیزہ روایتوں کے امین، ممتاز خوبیوں کے حامل، خدارسیدہ، ذاکر وشاغل انتہائی مخلص اور صدائے حق کے علم بردار تھے، جن سے خدام دین وملت کو روشنی ملتی تھی، حضرت والا شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے شاگرد رشید اور صحبت یافتہ مرید تھے، جس کا اثر ان کی زندگی میں نمایاں طور پر محسوس ہوتا تھا۔ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کی وفات کے بعد فدائے ملت امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی نور اللہ مرقدہ سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور حضرت فدائے ملت نور اللہ مرقدہ نے اجازت وخلافت سے نوازا۔ وہ نامور اساتذہ، ملت اسلامیہ کے آفتاب و مہتاب حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی قدس سرہ، علامہ ابراہیم صاحب بلیاوی قدس سرہ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب قدس سرہ، حضرت مولانا محمد حسین المعروف بہ

''علامہ بہاری'' قدس سرہ وغیرہ کے مخصوص شاگردوں میں تھے، اور حقیقی معنی میں اسلاف کے سچے جانشین تھے، حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کے تمام گھرانے سے خصوصی والہانہ تعلق تھا۔

جمعیۃ علماء ضلع مظفرنگر وشاملی کے صدر بھی رہے، اور اس پلیٹ فارم سے بھی حضرت والا قدس سرہ نے ملت کی سربلندی کی خاطر بے انتہاء جدوجہد کی اور سخت قربانیاں دیں۔

حضرت والا قدس سرہ کی وفات سے علمی دنیا میں ایک بہت بڑا خلاء پیدا ہوگیا ہے جس کی تلافی بظاہر مشکل ہے۔

جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت کو مرکز بنا کر انہوں نے علاقہ سے جہالت و بددینی، بدعات و رسومات اور ضلالت وتاریکی دور کرنے میں اہم کارنامہ انجام دیا ہے، جسے علاقہ کے عوام کبھی فراموش نہیں کرسکتے؛ بلکہ وہ ہمیشہ ان کے احسان مند رہیں گے۔ اللہ تبارک وتعالی حضرت والا قدس سرہ کی تمام خدمات کو شرفِ قبولیت بخشے، اور جنت الفردوس میں درجاتِ عالیہ نصیب فرمائے۔ آمین

حضرت والا قدس سرہ بے شمار خدمات وحسنات کے ساتھ اپنی طویل زندگی دین وملت کی خدمات میں لگا کر اپنی خدمات کا صلہ اور اجر عظیم پانے اور حاصل کرنے کے لیے اپنے خالق ومالک حق تعالی شانہ کی عظیم بارگاہ میں حاضر ہوگئے۔ حضرت والا قدس سرہ نے اپنے بعد اپنے تلامذہ اور فیض یافتگان کی بڑی جماعت چھوڑی ہے، جو یقیناً حضرت والا قدس سرہ کے لیے عظیم صدقۂ جاریہ ہے، تمام متعلقین کی ذمہ داری ہے کہ حضرت والا قدس سرہ کو برابر ایصالِ ثواب حسب توفیق کرتے رہیں، اور حضرت والا قدس سرہ کی علمی یادگار جامعہ بدر العلوم اور دیگر مکاتب کی حفاظت وترقی کی برابر فکر کرتے رہیں، اور اصلاح معاشرہ سے متعلق برابر کوشش جاری رکھیں۔

اللہ تعالی آپ کے تمام اہل خانہ اور تمام متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور سب متعلقین کی پوری پوری حفاظت ونصرت فرمائے، اور حضرت والا قدس سرہ کے نقشِ قدم پر چلنے اور ان کی صحیح جانشینی اور ان کے کاموں کی حفاظت وآبیاری اور ان کی ترقی کے لیے بیحد قبول فرمائے، اور تمام اہل خانہ اور تمام متعلقین میں باہم الفت ومحبت اور اتفاق واتحاد قائم فرمائے، ہر قسم کے اختلاف و انتشار سے پوری پوری حفاظت فرمائے۔ آمین

اسلاف کی یادگار شخصیت

مولانا محمد کامل کاندھلویؒ

از: مولانا حسیب صدیقی صاحب
جنرل منیجر مسلم فنڈ دیوبند وخازن جمعیۃ علماء ہند

اتر پردیش کے ضلع شاملی کا شہر کاندھلہ اپنی مردم خیزی اور علمی روایات کے باعث نہ صرف ہندوستان بلکہ عالمی سطح پر خاص پہچان رکھتا ہے اس خطہ علم ومذہب نے مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ، مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ، مولانا الیاس کاندھلویؒ، شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ، مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ، مولانا ادریس کاندھلوی، مولانا احتشام الحق کاندھلوی، مولانا افتخار الحسن کاندھلوی اور علم وتحقیق کی معتبر ہستی مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی وغیرہ عبقری افراد کو پیدا کیا، جن کے کارنامے نہ صرف ملت اسلامیہ کا قیمتی سرمایہ ہیں بلکہ قوم کے لیے باعث قدر ومنزلت بھی ہیں کاندھلہ کی مٹی نے سیکڑوں علماء، وصلحاء ادباء کو جنم دیا اسی زریں سلسلہ میں ایک معتبر نام نمونۂ اسلاف ولی کامل حضرت مولانا کاملؒ مہتمم جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت ہیں جن کی سیرت کئی اعتبار سے یادگار رہے آپ کی خدمات کا دائرہ نہایت وسیع ہے جس کی تفصیل قلم بند کرنے کے لیے ہزاروں صفحات بھی کم پڑ جائیں گے، آج ہم مولانا محمد کامل کی زندگی پر اجمالی گفتگو کریں گے۔

مولانا محمد کامل نے ۱۹۳۳ء میں جناب مشرف علی کے آنگن میں شعور کی آنکھیں کھولیں آپ کم عمری سے ہی خاموش اور کم گو تھے۔ ابتدائی تعلیم کا آغاز کاندھلہ کی مسجد گڑھواؤں والی سے ہوا، بعدہ جامع مسجد کاندھلہ میں واقع مدرسہ نصرت الاسلام میں بھی آپ نے تعلیم پائی، پھر حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ کے ارشاد پر دار العلوم دیوبند کا رخ کیا، یہاں آپ نے ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۲ء تک درس نظامی کی تکمیل کی اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے مخصوص تلامذہ میں شامل ہوئے۔ دیوبند میں دوران تعلیم آپ نے اپنے استاذ اکبر حضرت مدنیؒ کے محلّہ محل میں واقعہ مدنی مسجد میں امام ومؤذن کے فرائض انجام دیئے، چناں چہ ۱۹۵۸ء میں حضرت مدنیؒ کے انتقال کے بعد فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ سے مراجعت کی مولانا

کامل نے اپنے اساتذہ کے ایماء پر موضع ٹپرانہ ضلع شاملی کی ایک مسجد سے منصب امامت وتدریس کا آغاز کیا علاوہ ازیں آپ یہاں بلاناغہ مسجد میں تفسیر قرآن پاک کا درس دینے کے ساتھ اصلاح معاشرہ اور پندونصائح کی تعلیم بھی دیتے رہے، قرب وجوار کے علاقوں میں آپ کی یہی صفت بے حد پسند ومقبول ہوئی؛ چناں چہ موضع گڑھی دولت کے باشندگان میں ایک دینی مدرسہ کے قیام کا خیال ہوا تو اس میں آپ کی شرکت اور مشوروں کو خاص دخل رہا، بالآخر گڑھی دولت میں جامعہ بدرالعلوم کا قیام عمل میں آیا تو آپ اس سے متعلق رہے، اکثر یہاں پہنچ کر مفید مشورے دیتے تھے، آپ کی حسن نیت اور خلوص کو دیکھ کر اہل مدرسہ نے آپ کو اہتمام مدرسہ کے لیے منتخب کیا جس کو آپ نے خندہ پیشانی سے قبول کیا اور مدرسہ کی تعمیری، تعلیمی اور تنظیمی کاموں میں انقلاب پیدا کردیا آپ کی جدوجہد اور شب وروز کی محنت سے مدرسہ نے بہت ترقی کی اور بدرالعلوم دور دور علاقوں میں مشہور ہوگیا، ملی کاموں کی خدمات کا جذبہ آپ میں ابتداء ہی سے موجزن تھا اسی جوش اور امنگ نے آپ کو جمعیۃ العلماء ہند سے وابستہ کردیا اور جمعیۃ کی متعدد تحریکوں میں نمایاں طور پر حصہ لیا۔ ضلع مظفرنگر کے عرصہ تک صدر رہے نیز جمعیۃ علماء ہند ضلع شاملی میں بھی صدارتی عہد پر فائز رہے مولانا کامل کو اللہ تعالیٰ نے قوم کی اصلاح اور دین کی خدمت کے لیے پیدا کیا تھا وہ بالغ عمری سے آخری عمر تک اصلاحی، دینی اور علمی جدوجہد میں شریک رہے وہ اپنے سینے میں ایسا دل رکھتے تھے جو ہمہ وقت قوم اور دین کے لیے دھڑکتا تھا آپ کی خدمات میں ایک بڑا کارنامہ یہ بھی ہے کہ یہ مسلمانوں کی شادی بیاہ میں فضول خرچیوں اور بے جا رسموں کے خلاف آواز اٹھائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی شادی بیاہوں میں کافی حد تک تبدیلیاں نظر آئیں، مولانا کامل درحقیقت اکابرین کا نمونہ تھے، انھوں نے تمام عمر نہایت سادگی اور درویشی میں گزاری۔ راقم الحروف کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے دور میں میرے رفیق درس تھے اور مجھے ان سے نیاز حاصل رہا مولانا کاملؒ جمعیۃ علماء ہند کے کاموں میں احقر کے معاون اور مخلص رہے، اللہ تعالیٰ نے مرحوم کے کمالات کا عکس ان کی سعادت منداولاد میں بھی ابھارا ہے، ان کے بیٹے مولانا محمد عاقل نہایت ثابت قدمی اور ایمانداری کے مالک ہیں، وہ بھی قوم کے بچوں کی تعلیم وتربیت اپنے والد مرحوم کے نقش قدم کے مطابق کررہے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کامل کو ان کی خدمات، جذبات اور

اخلاص کا بہترین صلہ آخرت میں دے مرحوم کی یادوں اور باتوں کی ایک تصویر ذہن پر ابھرتی ہے
اخلاص کا بہترین صلہ آخرت میں دے مرحوم کی یادوں اور باتوں کی ایک تصویر ذہن پر ابھرتی ہے
جس کو فراموش نہیں کیا جا سکتا، وہ قوم کا سرمایہ اور اسلام کے مجاہد تھے، میرے رفیق محبّ اور معاون تھے، کمزوری صحت کے باعث میں ان کے سوانح حیات پر سیر حاصل روشنی نہیں ڈال سکا اس کا مجھے اعتراف ہے۔ مرحوم نے ۱۹۳۳ء میں دارفانی میں آمد درج کرائی اور ۷/ جنوری 1915ء کو داعی اجل کو لبیک کہہ کر سفر آخرت کو روانہ ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قصبہ کاندھلہ میں اپنے آبائی قبرستان میں اخلاق ومحبت کا پیکر مجسمہ علم وشرافت، نمونہ اسلاف سدا کے لیے زیر زمین کر دیا گیا۔

فروغِ شمع تو باقی رہے گی صبح محشر تک
مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

ایک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی

حضرت مولانا محمد کامل صاحب کچھ یادیں کچھ کمالات

از: مولانا محمد کلیم صاحب صدیقی
جامعۃ الامام شاہ ولی اللہ پھلت

انتہائی جاذب نظر، ہڈیوں کا ایک نورانی ڈھانچہ، بہت خوب صورت، سفید ریش، اتنی عمر کے باوجود سرخ سفید چہرہ، ہاتھ بالکل نرم ریشم کی طرح کہ مصافحہ ملا کر چھوڑنے کو دل نہ چاہے، چہرہ سے، منھ کے ایک ایک بول میں شفقت و رحمت اور سکینت، کسی مجلس میں ہوں یا جلسے میں، ایسا لگتا کہ ان کی آمد پر پورے جلسہ پر سکینت کے بادلوں نے سایہ کرلیا ہو، نہ جانے کتنے پیار سے بنایا تھا انھیں خالق کائنات نے۔

مغربی یوپی کے مشہور داعی اور خادم دین، کتنے چھوٹوں کے سرپرست اور اسلاف کی یادگار حضرت مولانا محمد کامل صاحب رحمۃ اللہ علیہ، جو کل تک اتنے عوارض، بیماریوں، پیرانہ سالی کے باوجود مغربی یوپی، اور ہریانہ و پنجاب میں دینی مجالس کے صدر نشین اور زینت سمجھے جاتے تھے، آج وہ اپنے اللہ کے حضور اپنی خدمات کی داد و تحسین اور اجر حاصل کرنے اور اپنے بزرگوں اور سرپرستوں کی خدمت میں اپنے رب کے جوار رحمت میں چلے گئے

ان کا آبائی وطن کاندھلہ تھا مگر اپنے فطری عزیمت کے مزاج کی وجہ سے انھوں نے قریب کے گاؤں گڑھی دولت میں دینی خدمات کا ایک مرکز قائم فرمایا، جامعہ بدر العلوم کے نام سے معروف یہ ادارہ دور دور تک مسلمانوں کا نہ صرف تعلیمی ادارہ تھا بلکہ ملی اور معاشرتی مسائل کے حل کا مرکز سمجھا جاتا تھا، حضرت مولانا کامل صاحبؒ کو مولائے کریم نے بڑی صفات کا حامل بنایا تھا، وہ زندگی بھر اگر چہ جمعیت علمائے ہند کے بہت فعال اور ذمہ دار کارکن رہے، مگر کسی بھی ملی، سماجی اور معاشرتی مسئلہ پر جب کسی تحریکی یا افرادی قوت جمع کرنے کی ضرورت ہوتی تو ملک کے اکثر ذمہ داروں کو مولانا سے رجوع کرنا پڑتا تھا، اور حضرت کی یہ خصوصیت تھی کہ بس ان کو انشراح ہو جائے

کہ یہ ملت کا مسئلہ ہے اور اس میں کوشش کرنا ملت کے مفاد میں ہے، بس مولانا ایک آہنی دیوار، ایک باصلاحیت جرنیل کے طور پر نہ صرف اس کے لئے جدوجہد کرتے بلکہ اس تحریک کے لئے پوری مالی اور افرادی قوت جمع کر دیتے، اس درجہ تحریکی صلاحیت کے باوجود طبیعت ایسی شفیق نرم اور حلیم پائی تھی کہ شور شرابا اور ہٹو بچو کی آواز نہ سنائی دیتی تھی، اصلاح معاشرہ کی کوئی آواز ہو یا ملک و ملت بچاؤ تحریک، یا مدارس ومساجد کی حفاظت کے لئے آواز لگانی ہو، مولانا کی آواز پر عوام وخواص جوق در جوق جمع ہو جاتے، مولانا مرحوم نے اپنی جوانی کے زمانے سے زمینی سطح پر مسلمانوں کے اجتماعی، انفرادی اور ملی مسائل پر اتنا کام کیا تھا کہ علاقہ کا ہر چھوٹا بڑا مولانا کو اپنا سمجھتا تھا حضرت مولانا کامل صاحبؒ کو اللہ تعالی نے عبقری خوبیوں سے نوازا تھا، مگر ان کی جو صفت اس حقیر کو ہمیشہ مرعوب کرتی رہی، بلکہ اس کے باوجود کہ ان کی شخصیت ہر چھوٹے بڑے کے یہاں مسلم تھی وہ یہ تھی کہ کوئی بڑے سے بڑا اجلاس اور پروگرام یا تحریک کم از کم مغربی یوپی میں ان کی شرکت کے بغیر ناقص ہی سمجھی جاتی تھی، مگر اس مقام اور وقار کے باوجود کوئی چھوٹے سے چھوٹے مکتب کا ماہانہ پروگرام ہو، یا کسی مسجد یا مدرسہ کی چھپر پوشی کا پروگرام، ظاہری وسائل اور آن بان کی کمی کی وجہ سے ابتدائی کام کرنے والے کمزوروں کے لئے حضرت مولانا محمد کامل صاحبؒ کے دل کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے تھے، وہ صحت کی آخری درجہ کی معذوری کے باوجود چاہے ان کو آکر اسٹیج پر لیٹنا پڑے، ظاہری شان وشوکت سے کم زور خدام دین کی بڑی حوصلہ افزائی فرماتے، اور وہاں جا کر اپنی شایان شان جلئے میں ہٹو بچو کا ماحول بنانے کے بجائے ایک عام آدمی کی طرح جلسہ میں شرکت فرماتے اس میں بعض مرتبہ ان کو بہت ہی پریشانی بھی برداشت کرنی پڑتی، مگر جلسہ میں آخر وقت تک شریک ہوتے اور اپنی بہت مختصر مگر پرسوز تقریر میں عوام کو مدرسہ کی قدر و قیمت کی بہت مؤثر نصیحت فرماتے، اپنے چھوٹوں کی حوصلہ افزائی، اور ان کو آگے بڑھانا یہ مولانا سے سیکھنے کی چیز تھی، اکثر پروگراموں میں چونکہ وہ صدارت یا سرپرستی کے لئے بلائے جاتے تھے، جن کے ملفوظات اجلاس کے آخر ہی میں ہوتے ہیں، مگر وہ پروگرام میں جلد تشریف لاتے اور آخر میں بہت مختصر نصیحت فرماتے، ان پر شانِ جمالی غالب تھی، ہر طرح کی بدنظمی، بے آرامی کو خندہ پیشانی سے برداشت فرماتے، اور کام کرنے والوں کی خوبیوں کا ذکر فرماتے، اور کبھی حرف شکایت زبان پر لانے یا ناگواری کا اظہار کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے، ان کی مجسم شفقت اور سراپا تواضع شخصیت کی

وجہ سے اکثر ذمہ دار حضرات مولانا سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے، جس کی وجہ سے دینی کاموں میں معروف خدام کے لئے وہ بڑی تقویت کا ذریعہ بنتے تھے، خود ان کا معمول تھا کہ اپنے سے پہلے مقررین کی تقریر کی تائید میں کچھ فرماتے اور اس میں بات کرنے کا ایسا متواضعانہ انداز ہوتا تھا کہ ہر ایک کے لئے اس میں پیغام ہوتا تھا۔

چند سال قبل کیرانہ کے قریب کچھ اہل تعلق نے ایک مسجد کے سنگ بنیاد کے موقع پر اس حقیر کو دعوت دی اور بتایا کہ گاؤں میں معمولی سی بات پر آپس میں اختلاف ہوا اور بات سے بات بڑھ گئی اور تھانہ تحصیل کچہری اور قتل تک نوبت آرہی ہے، یہ حقیر حاضر ہوا تو ترمذی شریف کی ایک حدیث کے پس منظر میں دل کو صاف کرنے کی دردمندانہ درخواست کی، مخالفت حد درجہ بڑھی ہوئی تھی، اس حقیر کے دل پر بھی بڑا اثر تھا، اس حقیر کے بعد حضرت مولانا کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور بڑے دردمندانہ انداز میں تواضع کے ساتھ اس حقیر کے سنائے سبق کی تائید فرمائی، فرمایا: اپنے بڑوں کو بلانا جب چاہئے جب ان کو دل سے بڑا سمجھ کر ان کی باتوں کو مانیں، حضرت نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ایسے درد سے بات کی ہے کہ اگر ہم اب بھی ہوش میں نہ آئے تو ہمارا مرجانا بہتر ہے، دیکھو بھائی بس ہماری شرافت اس میں ہے کہ ہم حضرت کی بات کی قدر کریں اور ان کو خوش کرکے یہاں سے بھیجیں، دونوں گروپوں کے ذمہ داروں سے حضرت واقف تھے، حضرت نے دونوں طرف کے دو تین ذمہ داروں کو اسٹیج پر بلایا اور ان سے فرمایا کہ حضرت کی بات سمجھ میں آئی، انھوں نے کہا: سمجھ میں آئی، حضرت نے فرمایا: سمجھ میں آئی تو پورے مجمع کے سامنے سلام کرکے مصافحہ اور معانقہ کرو اور حضرت سے مصافحہ کرکے وعدہ کرو کہ اب سارے مقدمے ہم واپس لے رہے ہیں، خود مولانا کا انداز ایسا متواضعانہ اور مشفقانہ تھا کہ وہ لوگ جو بالکل ایک دوسرے کی جان کے دشمن تھے سب کے سامنے ایک دوسرے سے معافی مانگ کر گلے ملے، کھانے کے بعد حضرت مولانا کے ساتھ دسترخوان پر جانا ہوا تو معلوم ہوا حضرت اپنے حقیقی بیٹوں کی لڑائی کی طرح اس قضیہ کے لئے متفکر تھے، اس حقیر کو ہریانہ کے پانی پت، سونی پت کے اطراف میں ارتداد سے متأثرہ دینی لحاظ سے پس ماندہ علاقہ میں اپنے حضرت والا حضرت مولانا علی میاں نور اللہ مرقدہ کے حکم سے کچھ ٹوٹی پھوٹی خدمت کرنے کی توفیق ہوئی ہے، اس علاقہ کے حالات سے حضرت مولانا بہت واقف تھے اس کی وجہ سے بہت ہی عنایت کا معاملہ فرماتے، جہاں ملاقات ہوتی ارمغان کے مضامین کا ذکر فرماتے

اور فرماتے کہ وہ ارمغان کا انتظار کرتے ہیں، گڑھی دولت حاضری کے لئے کہتے، کبھی بہت شفقت سے اصرار فرماتے، کاندھلہ کے قریب ایک گاؤں میں ایک مدرسہ کے سنگ بنیاد کے پروگرام میں حاضری ہوئی، حضرت مولانا بھی تشریف لائے، بڑی عنایت سے فرمایا: ادب تو یہ ہے کہ پھلت جاکر دعوت دی جائے، مگر آپ کا پھلت ملنا مشکل ہوتا ہے، ہر بار یہ سوچ کر رک جاتے ہیں کہ آپ کو اگلے سفر کا تقاضا ہوگا، مگر آج جو یہاں سے پیوہ گاؤں جارہے ہیں راستہ میں گڑھی دولت ہے، چند منٹ کے لئے مدرسہ میں ضرور دعا کرادیں، اس حقیر نے کہا آپ کے حکم کی تعمیل میرے لئے سعادت ہے، آپ جب چاہیں یہ حقیر آپ کا خادم ہے، کان پکڑ کر مجھے حکم فرمائیں، ازراہ شفقت فرمایا اب آپ کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ جاؤں گا، ورنہ نہ جانے لوگ آنے دیں یا نہ آنے دیں، اس حقیر نے عرض کیا کہ میری خود حاضری کی خواہش ہے، فرمایا کچھ دیر آپ کی صحبت بھی مجھے مل جائے گی، گاڑی میں بیٹھ گئے، پیوہ سے واپسی پر مدرسہ میں حاضری ہوئی، اگر چہ اسی روز تعطیلات ختم ہوئی تھیں، مگر حضرت نے فون کرکے استقبال اور ضیافت کا انتظام فرمایا، اساتذہ اور صاحب زادہ سے بڑی محبت سے تعارف کرایا بہت دعائیں دیں اور بار بار معذرت اور شکریہ ادا فرماتے رہے، صاحب زادوں کی تربیت بھی انھوں نے اپنے طریق پر فرمائی تھی خصوصا مکرمی مولانا محمد عاقل صاحب زید مجدہم جو ان کے بعد ان کے جانشین اور جامعہ کے ان کی حیات میں ہی ذمہ دار تھے، بڑا علمی ذوق، تواضع، انکساری ہے، وہ تحریکی صلاحیتوں میں حضرت مولانا کے خلف صالح اور لائق جانشین ہیں۔

وہ ایک صاحب نسبت بزرگ صاحب دل شخصیت کے مالک تھے، انھوں نے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ جیسے عارف اور ولی کی خصوصی صحبت پائی تھی، اس کے علاوہ حضرت مولانا زاہد حسن صاحب خلیفہ اجل حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ سے ان کو خاص تعلق تھا، اس کے علاوہ شیخ المشائخ ہمارے پورے جوار کے روحانی سرپرست اور سرخیل حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی دامت برکاتہم کے بڑے معتمد اور خلیفہ ومجاز تھے۔

مولانا بڑے زمانہ سے بہت سے عوارض اور بیماریوں میں مبتلا تھے، بار بار آپریشن ہوتے رہے، کئی بار بہت نازک حالت میں ہسپتال میں بھی لمبی مدت تک اس طرح داخل رہے کہ اکثر تیمار دار مایوس ہوگئے، مگر اللہ تعالی نے اپنا فضل فرمایا اور مولانا صحت یاب ہوکر واپس آئے، اور پھر

جوانوں کی طرح دینی خدمات میں مصروف ہو گئے، مگر اس بار وہ ہم سب سے روٹھ کر اپنے رب کے حضور اپنی خدمات کا خراج تحسین پانے کے لئے چلے گئے، ان کی موجودگی اور ان کی حیات ہر مجلس اور ہر ادارہ کے لئے بلکہ ایسا لگتا ہے ہمارے علاقہ کے لئے ایک رحمت کی چادر تھی، ان کی وفات سے ، کتنے علاقے ، کتنے ادارے، اور سچی بات یہ ہے کہ ہمارا پورا علاقہ ایک رحمت کے شامیانہ سے محروم ہو گیا، اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا کے اخلاف ان کے تربیت یافتہ علماء، صلحاء اور خدام دین، ان کے شاگردوں، اور ان کی سرپرستی سے پروان چڑھنے والے کتنے ادارے ایسے ہیں جو مولانا کی خدمات کو قیامت تک زندہ رکھنے کے لئے کافی ہیں، مگر اس سب کے باوجود مولانا محترم کی سراپا رحمت وشفقت ذات سے محرومی ایک ایسا خلا ہے جس کے پر ہونے میں نہ جانے کتنا زمانہ لگے گا۔

ارمغان اور تحریک ارمغان اور اس کی دعوتی آواز سے حضرت مولانا کو بہت خاص تعلق تھا، اور مولانا اس کے لئے ایک شفیق سرپرست کی حیثیت رکھتے تھے، اس لئے قارئین ارمغان سے حضرت مولانا کے لئے دعا اور ایصال ثواب کی درخواست ہے ۔رب کریم حضرت مولانا کی خدمات کا اپنی شایان شان اجر عطا فرما کر ان کو جوار رحمت میں خاص الخاص مقام عطا فرمائے، اور ملت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

تواضع وانابت کا سرمایہ دار تھا، نہ رہا

بہ قلم: مفتی محمد جاوید قاسمی بالوی
استاذِ حدیث جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت

تغیرات وتلونات کی اس دنیا میں، جہاں ہر چیز کا وجود اُس کی فنائیت کی دلیل، اور ہر شئی کا ظہور اُس کے عدم کی علامت بن کر ابھرتا ہے، چشم فلک نے ابتدائے آفرینش سے لے کر اب تک نہ معلوم کتنے انسانوں کو شکم مادر سے جنم لیتے اور ایک مقررہ وقت پر ہمیشہ کے لیے پیوندِ خاک ہوتے دیکھا ہے، نہیں کہا جاسکتا کہ اب تک کتنے انسان پیدا ہوئے اور آئندہ قیامت تک کتنے اور پیدا ہوں گے، بنی نوع انسان کا یہ ایک بے اتاہ سمندر ہے جس کا تموج روز افزوں ہے۔

لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان اور جنات کی تخلیق جس اہم اور پاکیزہ مقصد (یعنی لاشعوری زندگی کے زمانے سے گذر کر، شعوری زندگی کے دور میں داخل ہونے کے بعد، زندگی کے ہر شعبے وہر طرح کے حالات میں مکمل طور پر ربِّ کائنات کی اطاعت وبندگی) کے تحت ہوئی ہے، اس کی تحصیل وتکمیل میں جو لوگ زندگی بھر حیراں وسرگرداں اور اپنی سی آخری درجے کی کدوکاوش میں مصروف رہتے ہیں، انھیں کو اس دنیا میں خالقِ کائنات کی طرف سے حیاتِ ابدی حاصل ہوتی ہے، اُن کو اُن کی زندگی میں تو لوگ یاد کرتے ہی ہیں، دارِ فانی سے دارِ باقی کی جانب کوچ کر جانے کے بعد بھی اُنھیں یاد رکھا جاتا ہے، اور مرورِ ایام کے ساتھ اس یاد میں مزید اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے؛ چناں چہ صدیاں بیت جانے کے باوجود ایسا لگتا ہے کہ گویا کل تک وہ زندہ تھے، یہ سب ان کی صلاح ونیکی، ورع وتقوی، تضرع وانابت، تواضع وفنائیت، اخلاص وللّٰہیت اور مقصدِ حیات کی تحصیل میں اُن کی طرف سے کی جانے والی جدوجہد کا غیر متخلف نتیجہ ہوتا ہے۔

ولی کامل، نمونۂ اسلاف، تواضع وبے نفسی کے پیکر، اخلاقِ نبوی کی چلتی پھرتی تصویر، رہبرِ قوم وملت، حضرت اقدس مولانا الحاج محمد کامل صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہ انھیں پاکیزہ نفوس میں سے تھے جنھوں نے مقصدِ حیات کو پوری طرح سمجھا، خود بھی مسلسل اس کی تحصیل میں مشغول رہے، اور دوسروں کے اندر بھی اُس کا شعور واحساس پیدا کرنے کی فکر میں زندگی بسر کی، اتباع

سنت اور تواضع و عاجزی (جو مقصدِ حیات کا بنیادی عنصر) ہے آپ کی ذات عالی میں کچھ اس طرح چھائی ہوئی تھی، کہ ایسا لگتا تھا کہ گویا آپ کا خمیر ہی اتباع سنت اور تواضع سے اٹھا ہے، ایک ایک چیز میں سنتِ نبوی کی تلاش وجستجو، اس کی کامل پیروی اور تبلیغ واشاعت، اپنے اور پرائے کا فرق کیے بغیر ہر وارد وصادر کے ساتھ حسن اخلاق اور نرمی کا برتاؤ، انتہائی درجہ کی تواضع، عاجزی اور انکساری حضرت کاندھلوی کے وہ اوصاف ہیں جو دوسرے لوگوں میں خال خال ہی پائے جاتے ہیں۔

مولانا موصوف شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ کے عاشق زار شاگرد رشید وخادم خاص، اور فدائے ملت امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنی قدس سرہ کے مجاز وخلیفہ، ایک صاحبِ ارشاد بزرگ تھے، تقوی و پرہیز گاری، صدق ودیانت، اخلاص وللّٰہیت، علم وعمل اور تصوف وسلوک میں اسلاف کا نمونہ تھے۔

ولادت:

آپ کا آبائی وطن علم وحکمت کی سرزمین قصبہ کاندھلہ (محلّہ گوجران) ہے، آپ ۱۹۳۳ء میں پیدا ہوئے (دن اور مہینہ معلوم نہیں ہوسکا)، آپ نے جس گھر میں آنکھ کھولی وہاں کوئی خاص دینی ماحول نہیں تھا، آپ کے والد جناب مشرف علی اگرچہ اپنی آخری زندگی میں اچھے دین دار ہوگئے تھے؛ لیکن شروع میں اُن کی دینی حالت کوئی زیادہ اچھی نہ تھی، وہ پہلوانی کرتے تھے، اور بعد میں سرکاری ملازم بھی ہوگئے تھے، البتہ آپ کی والدہ ایک باخدا نیک خاتون تھی، حضرت کی تعلیم وتربیت میں آپ کی والدہ، حضرت کے تایا جان اشرف علی اور دادا شمس الدین کا زیادہ دخل رہا۔ اسے حق تعالی کی رحمت خاصہ اور حضرت کی دین اور احکام دین سے فطری وطبعی دلچسپی کا نتیجہ ہی کہا جائے گا کہ بچپن ہی سے صلاح ونیکی اور ولایت وتقوی کے آثار آپ میں ظاہر ہونے لگے۔

تعلیم:

ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے وطن کاندھلہ میں حاصل کی، چھ یا سات سال کی عمر تھی جب آپ کو مکتب میں بٹھایا گیا، شروع میں حافظ عبد اللطیف صاحب کے پاس ’’گڑھواؤں والی مسجد‘‘ میں بھیجے گئے، وہاں آپ نے قاعدہ بغدادی پڑھا، اس کے بعد ’’مدرسہ نصرۃ الاسلام جامع مسجد‘‘ میں منتقل کردیئے گئے، وہاں اولاً حافظ شریف احمد صاحب سے دو پارے پڑھے، پھر حافظ

عبدالعزیز صاحب کے پاس پہنچ کر باقی قرآن کریم حفظ وناظرہ ایک ساتھ مکمل کیا، آپ کو پڑھنے کا بڑا شوق تھا، جمعرات کو دودن کا سبق لے کر سنیچر کو دوگنا سبق سنادیا کرتے تھے۔ حفظ کی تکمیل کے بعد،''مدرسہ نصرۃ الاسلام'' ہی میں مولانا عبدالجلیل صاحب بستویؒ اور حضرت مولانا افتخارالحسن صاحب دامت برکاتہم کے پاس عربی سوم تک کی کتابیں پڑھی۔اس کے بعد حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ سابق شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند کے ایماء پر،شوال ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۸ء میں، جب کہ آپ کی عمر تقریباً پندرہ سال تھی، از ہرہند دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، اور وہاں مسلسل پانچ سال تعلیم میں مشغول رہ کر ۱۹۵۲ء میں ''دورۂ حدیث شریف'' سے فراغت حاصل کی، بخاری شریف حضرت شیخ الاسلامؒ سے پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔آپ کے رفقائے دورۂ حدیث میں حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری سابق شیخ الحدیث دارالعلوم وقف دیوبند، حضرت مولانا زین العابدین صاحب اعظمی سابق صدر شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہرعلوم سہارن پور اور بحر العلوم حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی صدر شعبۂ تخصص فی الحدیث دارالعلوم دیوبند خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔دورہ سے فراغت کے بعد آپ نے دارالعلوم دیوبند کے شعبۂ تجوید میں داخلہ لیا؛ لیکن کسی عارض کی بناء پر اس کی تکمیل نہ فرماسکے۔

اساتذہ:

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، شیخ الادب، مولانا اعزاز علی صاحب، علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی، مولانا فخرالحسن صاحب، مفتی مہدی حسن شاہ جہاں پوری، مولانا حسین احمد بہاری، مولانا عبدالاحد صاحب اور حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحب وغیرہ آپ کے خاص اساتذہ میں ہیں۔دورانِ تعلیم آپ حضرت شیخ الاسلامؒ کی ''مدنی مسجد'' کے امام ومؤذن اور حضرت کے خادم بھی رہے۔ یوں تو آپ کو اپنے تمام ہی اساتذہ سے عقیدت ومحبت تھی؛ لیکن حضرت شیخ الاسلام اور آپ کے خانوادے سے آپ کا محبت وعقیدت کا والہانہ تعلق دیدنی تھا، بندے نے بارہا دیکھا جب بھی آپ حضرت شیخ الاسلام کا ذکر کرتے تو فرطِ محبت سے آبدیدہ ہوجاتے تھے۔

تدریسی خدمات:

فراغت کے بعد، تجوید کی تعلیم کا سلسلہ درمیان میں موقوف کر کے،۱۹۵۲ء میں حضرت شیخ

الادب مولانا اعزاز علی صاحب نور اللہ مرقدہ کے مشورے سے، ٹپرانہ (جوشاملی اور جھنجھانہ کے درمیان کرنال روڈ پر ایک مسلم اکثریتی گاؤں ہے) تشریف لائے، اور پورے انہماک کے ساتھ مسلسل چودہ سال یہاں کی بڑی مسجد میں، امامت کے ساتھ، قرآن کریم کی تعلیم و تدریس، وعظ وخطابت اور تفسیر قرآن میں مشغول رہے۔

اس کے بعد ۱۹۶۷ء میں مہتمم کی حیثیت سے جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت (جو اس وقت ایک مکتب کی شکل میں تھا) میں تشریف لائے، وہاں آپ نے قرآن کریم اور دینیات کی تعلیم کے ساتھ فارسی و عربی کی تعلیم شروع فرمائی، یہاں فارسی، عربی اول و دوم کی تقریباً تمام کتابوں کے ساتھ، کنز الدقائق اور جلالین شریف جیسی اہم کتابیں آپ کے زیر درس رہیں۔

تلامذہ:

آپ سے پڑھنے والوں کی ایک بڑی تعداد ہے، جن میں مولانا محمد ساجد صاحب استاذ حدیث وتفسیر مظاہر علوم سہارن پور، مولانا محمد یعقوب صاحب استاذ تفسیر مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد، مولانا شبیر احمد صاحب استاذ ادب عربی مفتاح العلوم جلال آباد، مولانا محمد عاقل صاحب شیخ الحدیث جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت، مولانا محمد ہارون صاحب مہتمم مدرسہ سبیل الرشاد سنولی ضلع پانی پت (ہریانہ)، مولانا محمد شمشیر صاحب گڑھی دولت، مولانا محمد زبیر صاحب گڑھی دولت، مولانا محمد زاہد صاحب مرحوم سابق مہتمم مدرسہ گل زار حسینیہ تیتر واڑہ، مفتی رفیق احمد استاذ حدیث مدرسہ مسیح العلوم بنگلور (کرناٹک) اور مولانا محمد ارشد صاحب استاذ حدیث جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

بیعت وخلافت:

علوم اسلامیہ کی تحصیل کے ساتھ، ظاہر و باطن کی اصلاح نہایت ضروری چیز ہے، قرآنی ہدایات اور اسلامی تعلیمات پر کما حقہ عمل، عموماً اسی وقت ہوتا ہے جب کہ کسی صاحب نسبت شیخ کامل کے دست حق پرست پر بیعت کر کے اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح کرائی جائے۔ آپ اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے تھے، اس لیے علوم ظاہری کی تحصیل کے دوران ہی آپ نے اس طرف توجہ فرمائی، اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ سے اصلاحی تعلق قائم

کرکے، حضرت کی رہ نمائی میں راہِ سلوک طے کرنے میں مشغول ہوگئے؛ لیکن ابھی سلوک وطریقت کی تکمیل نہ کرسکے تھے کہ ۱۳۷۷ھ میں حضرت مدنی سفرِ آخرت پر روانہ ہوگئے، حضرت مدنی کے وصال کے بعد آپ نے حضرت کے جانشین فدائے ملت امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ سے رجوع کیا، باضابطہ بیعت ہوئے، اور بہت تیزی کے ساتھ منازلِ سلوک طے کرتے ہوئے، جلدی ہی حضرت فدائے ملت کی طرف سے خلعتِ خلافت سے نوازے گئے۔ حضرت فدائے ملت کے علاوہ آپ کو اپنے استاذ حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم کی طرف سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔

جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت میں آمد:

آپ کی دینی وملی خدمات، صلاح ونیکی، تقوی وطہارت اور تواضع وحسن اخلاق سے ٹپرانہ کے لوگ بہت زیادہ متأثر تھے، وہ کسی بھی قیمت پر آپ کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھے؛ لیکن خدائے پاک وبرتر کو آپ سے ایک بڑا کام لینا منظور تھا، ہوا یہ کہ ٹپرانہ کے زمانۂ قیام میں امامت وخطابت اور درسِ قرآن کے ساتھ ساتھ آپ دیگر اصلاحی کاموں میں بھی بھرپور حصہ لیتے اور دینی واصلاحی سفر فرماتے رہتے تھے، کاندھلہ سے قرب اور قرابت داری کی وجہ سے وقتاً فوقتاً گاؤں گڑھی دولت (جو کاندھلہ سے جانب مغرب تقریبا چار کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے) بھی تشریف لاتے اور یہاں کے لوگوں کو، دینی مدرسہ کی ضرورت کا احساس دلاتے رہتے تھے، جس کا اثر یہ ہوا کہ یہاں کے باشندوں نے حضرت کی تحریک اور مشورے سے، مورخہ ۱۴؍ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ، مطابق مئی ۱۹۶۲ء میں بعض اکابر دار العلوم دیو بند کو بلاکر مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھ دیا۔ چوں کہ اُن دنوں حضرت کے والد بیمار تھے، اس لیے آپ اپنے والد کی تیمار داری میں مشغول ہونے کی وجہ سے مدرسہ کے قیام کے پروگرام میں عملاً شرکت نہ فرماسکے۔

مدرسہ کے ابتدائی دور میں متعدد اہل علم مدرسہ کے انتظام وانصرام کے لیے تشریف لائے؛ مگر باشندگانِ گڑھی دولت کی نظر شروع ہی سے آپ پر تھی، جس کی ایک وجہ تو یہی تھی کہ آپ ہی یہاں مدرسہ کے قیام کے اصل محرک اور داعی تھے، اور دوسری وجہ یہ تھی کہ لوگ آپ کی صلاح ونیکی ،تقوی وطہارت اور خداداد فطری صلاحیت سے کافی حد تک واقف ہوچکے تھے، چناں چہ حضرت مولانا زاہد حسن صاحب ابراہیمی خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائپوری قدس سرہ کے

مشورہ سے ۱۹۶۷ء میں مقامی لوگوں کا ایک وفد پڑرانہ پہنچا، اور بحیثیت مہتمم و ذمہ دار آپ کو گڑھی دولت لاکر مدرسہ آپ کے سپرد کردیا۔ بس پھر کیا تھا، آپ نے رات دیکھی نہ دن، سردی دیکھی نہ گرمی، بیماری کو خاطر میں لائے نہ ضعف ونقاہت اور پیرانہ سالی کو، شبانہ روز مدرسہ کی ترقی کی فکر میں لگ گئے، ابتدائی دور میں مدرسہ کے لیے مالیات کی فراہمی کی خاطر ایک عرصہ تک کبھی پیدل اور کبھی سائیکل سے علاقہ بھر میں گھومے، اپنی تمام تر محنتوں اور مجاہدوں کا مرکز مدرسہ کو بنالیا، اور مسلسل ۴۷ سال تک ایک مخلص، مدبر، معاملہ فہم، مزاج شناس کامیاب مہتمم ومنتظم کی حیثیت سے مدرسہ کی خدمت انجام دیتے رہے۔

حضرت کے سوز دروں، شب وروز کی انتھک محنت، اور مسلسل جد وجہد کی برکت سے مدرسہ تعلیمی اور تعمیری ہر اعتبار سے اب ایک بڑے جامعہ کی شکل اختیار کرچکا ہے، اور اپنے اصول وضوابط میں دیگر مدارس سے ممتاز ہونے کے ساتھ، اس وقت ہندوستان کے اہم اور بڑے مدارس میں شمار ہوتا ہے، اور نہایت حسن وخوبی کے ساتھ دینی تعلیم وتربیت کی خدمت انجام دے رہا ہے۔ حضرت کے انتظام سنبھالنے کے بعد سے آج تک جامعہ ہٰذا نے جو علمی، دینی، فکری، اصلاحی اور تربیتی خدمات انجام دی ہیں، وہ اپنی مثال آپ ہیں۔

جامعہ ہٰذا میں حفظ وناظرہ قرآن پاک، تجوید وقراءت، ہندی، انگلش، کمپیوٹر اور فارسی کے علاوہ، عربی اول سے دورۂ حدیث شریف تک نہایت ٹھوس اور معیاری تعلیم کا نظم ہے۔ دورۂ حدیث شریف شوال ۱۴۳۱ھ میں شروع کیا گیا تھا، جو بحمد اللہ پوری کامیابی کے ساتھ علوم حدیث کی نشر واشاعت کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔ گذشتہ چھ سالوں میں ستر سے زائد طلبہ دورۂ حدیث سے فراغت پاکر، ملک وبیرون ملک میں علوم اسلامیہ کی خدمت واشاعت میں مصروف ہیں۔

اصلاح وتربیت:

آپ نے جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت میں لوگوں کی اصلاح وتربیت کے لیے ایک خانقاہ قائم کی، جس میں ہزاروں گم گشتہ راہوں نے آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوکر راہ پائی، اور سلوک وطریقت کی منازل طے کی۔ بیعت اور اصلاحی تعلق کا پورا فائدہ اُسی وقت ہوتا ہے جب کہ مرید کا اپنے شیخ سے رابطہ اور قوی تعلق ہو، حضرت نے اپنے منتسبین ومریدین کی دینی رہ نمائی اور رابطے کے استحکام کے لیے ماہانہ ''ذکر کی مجلس'' کا اہتمام فرمایا، جو کئی سالوں سے ہر قمری ماہ کی

آخری جمعرات کومنعقد کی جاتی رہی، قرب وجوار اور دور دراز سے حضرت کے متوسلین اس میں شرکت کرکے اپنی روحانی واصلاحی قوت کو پروان چڑھاتے تھے، ان مجالس سے علاقہ میں بڑا فائدہ ہوا۔ اس کے علاوہ ہر سال ماہ رمضان کے آخری عشرہ کے اجتماعی اعتکاف کا بھی حضرت اہتمام فرماتے رہے، اس میں بھی آپ کے محبین ومتوسلین کافی بڑی تعداد میں شریک ہوکر، حضرت کے فیوض وبرکات اورارشادات وہدایات سے اپنا دامن بھرتے تھے۔

اصلاح وتربیت کے حوالے سے آپ بڑے حساس واقع ہوئے تھے، طلبہ، ملازمین، اساتذہ، ملاقات کے لیے آنے والے حضرات کے لباس، وضع قطع اوراعمال واخلاق پر گہری نظر رکھتے، جب کبھی کسی میں کوئی اخلاقی بے راہ روی، یالباس اوروضع قطع میں بے اعتدالی دیکھتے، فوراً بڑی حکمت، مصلحت، شفقت اورمحبت کے ساتھ اس پرتنبیہ فرماتے۔

حضرت کا اندازِ اصلاح بڑا عجیب اورحکیمانہ تھا، کسی کوکوئی خلافِ شرع کام کرتے ہوئے دیکھتے، تو ایک دم سے اُسے نہیں ڈانتتے تھے؛ بلکہ بڑی حکمت کے ساتھ اس انداز سے اُس پرنکیر فرماتے کہ مخاطب بالکل برانہیں مانتا تھا، اورفوراً اُس عمل سے توبہ کرلیا کرتا تھا، آپ کی نظرکسی کی کٹی ہوئی ڈاڑھی پر پڑجاتی، تو فرماتے: ’’بھائی دیکھو! کہیں میری ڈاڑھی توکٹی ہوئی نہیں‘‘، کسی کو پائجامہ یالنگی ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہوئے دیکھتے، تو فرماتے ’’دیکھو بھائی شاید میرا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا ہے‘‘۔ اللہ اکبر کیا عجیب اورحکیمانہ انداز ہے منکر پرنکیر کا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضرت کے نقشِ قدم پرچلنے کی توفیق فرمائے۔

حضرت کے خلفاء:

جن توفیق یافتہ حضرات نے حضرت کی خانقاہ سے وابستہ ہوکر حضرت سے اکتسابِ فیض کیا، اُن میں سے بعض حضرات وہ بھی ہیں جوحضرت کی نگرانی میں محنت ومجاہدے کے ساتھ راہ سلوک کی تکمیل کرنے کے بعد اجازت وخلافت کے مستحق قرار پائے، اُن میں حضرت کے بڑے صاحبزادے وجانشین حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مہتمم جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت، مولانا محمد ارشد صاحب جوگی پورہ صدرالمدرسین جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت، حاجی شاہ نظر صاحب مرحوم (چرھو)، استاذ محترم حضرت مولانا عبدالحق صاحب قاسمی (لوئی) اورمیرے رفیق درس مولانا محمد شرافت صاحب قاسمی خواج پوری خاص طور پرقابل ذکر ہیں۔ مفتی محمد عباس صاحب

بجرولوی اور قاری محمد عرفان صاحب کیرانوی نے بھی آپ ہی سے بیعت ہوکر راہ سلوک کی تکمیل کی؛ لیکن آپ نے غایت تواضع کی وجہ سے اُن کو خود اجازت دینے کے بجائے، اپنے شیخ فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنی رحمہ اللہ سے اجازت دلوائی۔

جمعیۃ علمائے ہند سے وابستگی:

دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کرنے کے دوران، حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی خدمت میں رہنے کی وجہ سے، آپ کو ''جمعیۃ علمائے ہند'' اور اُس کے مقاصد سے ایک قلبی تعلق پیدا ہوگیا تھا، چناں چہ یہی وجہ تھی کہ آپ ''جمعیۃ علمائے ہند'' کی تمام تحریکات، خواہ وہ ملک وملت بچاؤ تحریک ہو یا ریزرویشن کے حق میں دستخطی مہم، مدارس اسلامیہ پر دہشت گردی کے الزام کی تردید کا مسئلہ ہو یا فساد زدگان کی امداد ونصرت کا معاملہ، ہر تحریک میں ہمیشہ پیش پیش رہے، جمعیۃ علماء ضلع مظفرنگر کے دو ٹرم تک صدر رہنے کے ساتھ، شاملی کے ضلع بن جانے کے بعد، جمعیۃ علماء ضلع شاملی کی صدارت بھی آپ ہی کے حصہ میں آئی۔

اصلاح معاشرہ کی تحریک:

حضرت کو معاشرہ کی اصلاح ودرستگی اور تعلیمی بیداری کا بڑا فکر تھا، علاقہ میں جہالت عام تھی، نشہ کا مرض پھیلتا جارہا تھا، اور شادی بیاہ کی تقریبات میں برادرانِ وطن کی دیکھا دیکھی بہت سی غلط اور خلافِ شرع رسومات داخل ہوگئی تھیں، مثلاً لمبی لمبی بارات لے جانا، نکاح سے ایک دن پہلے عام دعوت جسے لوگ اپنی زبان میں منڈھا کہتے ہیں، سلامی، دان، بھات، لڑکیوں کی شادی میں عمومی دعوت کا اہتمام، غیر محرم مرد وعورتوں کا اجتماع وغیرہ، حضرت نے ان رسومات کو ختم کر کے خالص اسلامی طریقے پر شادی بیاہ کرنے، نشہ جیسی مہلک بیماری کے خاتمہ اور تعلیمی بیداری کے سلسلے میں ایک منظّم تحریک چلائی، مختلف مقامات پر پروگرام اور جلسے کئے، ہر گاؤں میں اس کے لیے کمیٹیاں بنائیں، چھوٹے چھوٹے پمفلٹ چھپوا کر تقسیم کرائے، اور خود فرداً فرداً جا کر لوگوں کو سمجھایا، جس کا اثر یہ ہوا کہ علاقہ سے کافی حد تک یہ رسومات ختم ہوگئیں اور اسلامی طریقے پر شادی کا رجحان عام ہوگیا، نشہ کافی حد تک کم ہوگیا اور نونہالانِ امت کی اسلامی تعلیم ودینی تربیت کے لیے علاقہ میں مدارس ومکاتب کا ایک وسیع جال پھیل گیا۔

حضرت کا خاص وصف:

یوں تو ہمارے حضرت کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کے ظاہری و باطنی کمالات سے نوازا تھا؛ لیکن حضرت کا خاص وصف تواضع اور خوش اخلاقی تھی، بڑے سے بڑا کام کرتے؛ لیکن اُس کی نسبت اپنی طرف نہ کرتے؛ بلکہ دوسروں کی طرف کر کے یہ فرماتے: ''بھائی میں تو کچھ بھی نہیں ہوں''۔ حد یہ ہے کہ اپنے چھوٹوں کو بھی اپنے سے بڑا سمجھتے اور اونچے کلمات سے پکارتے تھے، ایک موقع پر فرمایا: ''میرے مدرسے میں جتنے بھی لوگ ہیں سب بڑے ہیں''۔

جو بھی آپ سے ملنے جاتا، خواہ شناسا ہوتا یا اجنبی، مسلمان ہوتا یا کافر، اُس سے ایسی خوش اخلاقی اور نرمی سے ملتے کہ وہ سمجھتا کہ حضرت کو سب سے زیادہ تعلق اور محبت مجھ ہی سے ہے، جو ایک مرتبہ آپ سے مل لیتا وہ ہمیشہ کے لیے آپ ہی کا ہو کر رہ جاتا، حسب موقع بلحاظ فرقِ مراتب ہر وارد و صادر کی ضیافت فرماتے۔ گرمی کی دوپہر میں پورا مدرسہ سوتا رہتا؛ مگر حضرت آنے والے لوگوں سے ملاقات کرنے کے لیے بیٹھے رہتے، کوئی دعا کی درخواست کرتا اُس کے لیے دعا فرماتے، کسی کو تعویذ کی ضرورت ہوتی اُسے تعویذ دیتے، کوئی مسئلہ پوچھتا، اگر ذہن میں ہوتا بتا دیتے، ورنہ مدرسے کے کسی مفتی صاحب کے پاس بھیج دیتے، اور فرماتے کہ ''بھائی! میں مسائل نہیں جانتا؛ مفتیانِ کرام مسائل جانتے ہیں، اُن سے مسائل دریافت کرو''۔

وفات:

اس طرح راہِ ہدایت کا یہ آفتاب تقریباً ۸۲ سال ضیاء پاشی کرتا ہوا، ۱۵/ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ مطابق ۷/ جنوری ۲۰۱۵ء بروز بدھ، صبح سوا چھ بجے، طویل علالت کے بعد، ''میرٹھ کڈنی ہوسپٹل'' میں ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ إنا للّٰہ وإنا إلیہ رجعون. جنازہ میرٹھ سے کاندھلہ لایا گیا، اور اُسی دن ظہر کی نماز کے بعد تقریباً ڈھائی بجے، عیدگاہ کاندھلہ کے وسیع و عریض میدان میں، حضرت کے استاذ حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم نے ہزاروں کے مجمع میں آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی، اور کاندھلہ بائی پاس روڈ سے تھوڑے فاصلہ پر ''چار کھمبوں'' کے سامنے خاندانی مقبرہ میں، آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

تواضع و انابت کا سرمایہ دار تھا، نہ رہا
وہ ایک زاہد شب زندہ دار تھا، نہ رہا

مردِ مومن مولانا محمد کامل قاسمیؒ: معلم بھی تھے اور مربی بھی

بہ قلم: محمد سالم جامعی
ایڈیٹر ہفت روزہ الجمعیۃ، دہلی

غالباً ۱۹۷۰ء کی بات ہے، شہر سہارنپور میں شہر کی معروف سیاسی شخصیت جناب حکیم عبدالخالق صاحب سابق ایم ایل اے کے دولت کدہ پر جمعیۃ علماء ضلع سہارنپور کا انتخابی اجلاس تھا۔ پورے ضلع سے لوگ اور نمائندگانِ جمعیۃ جمع تھے۔ مسئلہ جمعیۃ علماء ضلع سہارنپور کے لیے صدر کے انتخاب کا تھا اور حالانکہ روایتی طور پر عہدۂ صدارت کے لیے جمعیۃ علماء کے دیرینہ کارکن اور ضلع جمعیۃ کے سابق صدر حضرت مولانا زاہد حسن صاحبؒ کا نام تقریباً طے تھا اور قریب تھا کہ ہاؤس اس نام کو عہدۂ صدارت کے لیے منظور کرلے؛ مگر اچانک کچھ لوگ آئے اور انھوں نے مزید ایک نام اس عہدۂ جلیلہ کے لیے پیش کر دیا۔ حضرت مولانا زاہد حسن صاحبؒ اپنی روایتی وضع داری اور تواضع وانکساری کے ساتھ اپنا نام واپس لینے کے لیے کھڑے ہوئے تو ہاؤس میں ایک ہیجان کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ ہم سب ہی لوگ اس طریقۂ کار کے خلاف تھے۔ ابھی حضرتؒ کچھ تمہیدی کلمات ہی فرما رہے تھے کہ اچانک ایک نوجوان عالم اُٹھ کھڑے ہوئے اور انھوں نے حضرتؒ سے درخواست کی کہ پہلے جس طرح جمعیۃ کی روایت کو نظر انداز کرتے ہوئے یہ دوسرا نام پیش ہوا ہے اس پر ہاؤس کی رائے لے لی جائے۔ اس کے بعد آپ جو مناسب خیال فرمائیں فیصلہ فرمائیں۔ نوجوان عالم نے بات کچھ ایسے مخلصانہ انداز میں کہی تھی کہ تمام شرکاء متاثر ہوئے اور پھر ہر طرف سے ان کی بات کی تائید ہونے لگی۔ اس سب کے باوجود حضرتؒ اس پر مصر رہے کہ دوسروں کو بھی کام اور جماعت کی خدمت کا موقع ملنا چاہیے۔ مجھے یاد ہے کہ اگر حافظ محمد اسلم صاحبؒ سابق ایم ایل اے زبردستی حضرتؒ کا ہاتھ پکڑ کر نہ بٹھا دیتے تو شاید کسی اور کے کہنے سے حضرت والا خاموش ہو کر نہ بیٹھ پاتے اور آخر کار کافی بحث کے بعد صدارت کے لیے ایک بار پھر قرعہ فال حضرت مولانا زاہد حسن صاحبؒ کے نام ہی نکلا۔ اجلاس کے اختتام کے بعد راقم الحروف نے کسی سے اس نوجوان عالم کے بارے میں پوچھا تو

معلوم ہوا کہ یہ مولانا محمد کامل صاحب ہیں جو حضرتؒ کے شاگردوں میں سے ہیں اور مدرسہ بدرالعلوم گڑھی دولت ضلع مظفرنگر میں مدرس ومنتظم ہیں۔ یہ مولانا مرحوم سے احقر کی پہلی ملاقات تھی۔ یہ دن تھا اور ۷؍جنوری ۲۰۱۵ء کا سپیدۂ سحر گاہی حضرت مولانا محمد کامل صاحبؒ سے گاہے بگاہے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ راقم الحروف کی بدقسمتی رہی کہ وصال کے دن دہلی سے باہر ہونے کی وجہ سے احقر کو حضرت کے وصال کی اطلاع مل سکی اور نہ ہی راقم کو نمازِ جنازہ وتدفین میں شرکت کا موقع مل سکا۔

مولانا مرحوم جب بھی جماعتی کاموں کے سلسلہ میں دہلی تشریف لاتے ہفت روزہ 'الجمعیۃ' کے دفتر میں ضرور تشریف لاتے اور مدرسہ میں حاضری کا حکم فرماتے۔ اخبار کے سلسلہ میں متعدد مرتبہ حاضر خدمت ہونے کا موقع بھی ملا۔ جب بھی حاضری ہوتی بے حد خوشی کا اظہار فرماتے۔ آرام وراحت کا بھرپور انتظام فرماتے اور خدام کو ہر طرح کی آسائش بہم پہنچانے کی ہدایت فرماتے۔

مادرِ گیتی ہر دور میں اپنے سینے سے انسانی شکل میں ایسے ہیرے جواہرات پیدا کرتی رہی ہے جنھوں نے اس بزمِ ہستی کو اپنے زہد وتقویٰ اور فکر وعمل کی سوغات دی۔ ان عظیم ہستیوں میں اوّلین درجہ تو حضرات انبیائے کرامؑ کو حاصل ہے جنھوں نے انسانوں کو ان کے مقصد حیات سے آگاہی بخشی۔ ان کے بعد وہ حضرات علمائے کرام ہیں جو ان کے حقیقی وارث بھی کہلاتے ہیں جنھوں نے اللہ کی عطا کردہ توفیق سے اپنے علم وعمل اور زہد وتقویٰ کے تقدس سے اس عالم ہستی کو روشن کیا۔ ایسی ہی شخصیتوں میں صاحب تذکرہ حضرت مولانا محمد کامل صاحبؒ کا شمار بھی کیا جاتا ہے جنھوں نے اپنی علمی وعملی جدوجہد، اپنے زہد وتقویٰ، اپنی تواضع وانکساری اور عجز وبے نیازی کے وہ نقوش قائم کیے جو آنے والی نسلوں کے لیے انشاء اللہ مشعل راہ ثابت ہوں گے۔

مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی مقام پر امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ آپؓ نے ساتھیوں سے فرمایا کہ آج ہم میں سے ہر شخص اپنی محبوب اور پسندیدہ تمنا ظاہر کرے۔ یہ سن کر شرکائے مجلس میں سے ایک صاحب بولے ''میری تمنا تو یہ ہے کہ یہ مکان سونے سے بھر جائے اور میں اسے خدا کی راہ میں خرچ کردوں۔'' دوسرے صاحب بولے ''میری تمنا یہ ہے کہ یہ گھر موتیوں سے بھر جائے اور میں وہ تمام

موتی اور جواہرات اللہ کی راہ میں صرف کروں۔'' پھر تمام حاضرین صحابہؓ نے اسی طرح کی اپنی اپنی آرزوئیں ظاہر فرمائیں۔ آخر میں امیر المومنینؓ نے فرمایا کہ ''میری تمنا تو یہ ہے کہ یہ گھر ابوعبیدہ بن جراحؓ، معاذ بن جبلؓ اور سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ جیسے امین، وفا شعار، صاحب علم و بصیرت اور اہل عزیمت افراد سے بھر جائے تا کہ اعلائے حق کی مہم تیز ہو جائے۔'' واقعہ بھی یہ ہی ہے کہ اچھے افراد بیش قیمت گوہر ہوتے ہیں اس لیے کہ کسی بھی تہذیب کی سلامتی، کسی پیغام کی اشاعت اور کسی بھی قوم کی اجتماعی زندگی صالح اور کام کے افراد کی ہی رہینِ منّت ہوتی ہے۔ اس طرح کام کا انسان ہر دولت سے بڑی دولت اور ہر بیش قیمت چیز سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ ایسا شخص جب وجود میں آجاتا ہے تو وہ بسا اوقات سینکڑوں ہزاروں بلکہ پوری قوم پر بھاری ہوتا ہے۔

ولیس علی اللہ بمستنکر أن یجمع العالم فی واحدٍ

حضرت مولانا محمد کامل صاحب قدس سرہٗ بھی ایسے ہی کام کے آدمی تھے جس کی تمنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی۔ انھوں نے اپنے مربی و مشفق حضرت مولانا زاہد حسنؒ کی زیر سرپرستی ۱۹۶۷ء میں جب مدرسہ بدرالعلوم میں قدم رکھا اُس وقت اس ادارہ کی ایک معمولی حیثیت تھی جہاں حفظ کلام پاک اور ابتدائی عربی فارسی کا نظم تھا۔ حضرتؒ کی شبانہ روز جدوجہد کے نتیجہ میں یہ ادارہ مکتب سے مدرسہ اور مدرسہ سے جامعہ بنا جہاں بحمداللہ تعالیٰ آج ہزاروں کی تعداد میں تشنگانِ علوم نبوت ابتدائی قواعد سے لے کر دورۂ حدیث شریف تک کے علوم وفنون سے سیرابی حاصل کر رہے ہیں۔ حضرتؒ کی اوّلین آمد کے وقت تعمیری اعتبار سے بھی اس کی عمارت چند کمروں اور چند درسگاہوں پر مشتمل تھی جو آج حضرتؒ کی دعائے سحرگاہی اور انتھک جدوجہد کے نتیجہ میں ایک قلعہ کی شکل اختیار کر چکا ہے۔

حضرتؒ کو اللہ پاک نے دین کی فہم وفراست سے حصہ وافر عطا فرمایا تھا۔ آپ نے ہر قسم کی تعریف وتوصیف سے بے نیاز ہو کر علمی لحاظ سے اس بنجر زمین پر خدائے پاک کی توفیق اور اس کی عطا کردہ دینی فراست اور ایمان وایقان کی طاقت سے جامعہ بدرالعلوم کی شکل میں جو مینارۂ نور ثبت کیا ہے اس کی روشنی سے آج یہ سرزمین علم وعمل اور ذکر وفکر کا گہوارہ بنی ہوئی ہے۔ یہ ان کی نیک نفسی ہی تھی کہ آپ جس طرف بھی نکل گئے کامیابی وکامرانی نے آپ کے قدم چومے، ان کا تو ہر جگہ، ہر مقام اور ہر موقع پر صرف ایک ہی نعرہ تھا:

صحبتِ احباب یا دربار یا سرکار ہو
بات وہ کہیے بھلا ہو جس میں خلق اللہ کا

مولانا مرحوم کی ذاتِ گرامی طالبانِ رشد و ہدایت کے لیے بھی ایک معلم اور مربی کی حیثیت رکھتی تھی۔ وہ اللہ کے ان مقرب بندوں میں سے تھے جن کی حیاتِ مستعار کا ایک ایک لمحہ عزم و استقامت، افادہ واستفادہ، خلوص ومحبت، زہدو استغنا اور فدائیت ومحبوبیت پر شاہد عمل کی حیثیت رکھتا ہے۔ انھیں امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی قدس سرہٗ سے شرفِ بیعت واجازت حاصل تھا۔ وہ خانوادۂ مدنی کے عظیم فدا کاروں میں سے تھے۔ بات بات میں اپنے مربی و مشفق حضرت مولانا زاہد حسن صاحبؒ اور اپنے پیرومرشد حضرت مدنیؒ کا تذکرہ ان کی زبان پر آجاتا، آبدیدہ ہوجاتے۔ حضرت امیر الہندؒ کے وصال کے بعد دفتر جمعیۃ علماء ہند تشریف لائے ہفت روزہ 'الجمعیۃ' کے دفتر میں بھی تشریف ارزانی فرمائی، ملاقات کے ساتھ ہی بلک پڑے اور بار بار فرماتے ہماری تو کائنات ہی لٹ گئی۔ پھر کافی دیر تک حضرتؒ کا تذکرہ کرتے رہے۔ ہم نے حضرتؒ کے وصال کے بعد ہفت روزہ 'الجمعیۃ' کا 'فدائے ملت نمبر' نکالنے کا اعلان کیا تو بیحد خوش ہوئے، دعائیں دیں اور ہر امکانی تعاون کا وعدہ فرمایا جسے آپ نے بلا کسی تحریک کے پورا بھی فرمایا۔

آپ فطری طور پر نرم خو اور رقیق القلب واقع ہوئے تھے، جامعہ میں خاص طور پر طلبہ و اساتذہ کی تکالیف کا بڑی شدت کے ساتھ احساس فرماتے اور ان کے ازالہ کی کوشش فرماتے۔ تقریباً نصف صدی تک اُفق جامعہ بدرالعلوم پر یہ ستارہ انتہائی آب وتاب کے ساتھ چمکتا رہا؛ مگر شاید کوئی ایک شخص بھی خواہ وہ طلبہ کی جماعت سے ہو، خواہ اساتذہ کی جماعت سے ہو، یا پھر ہمدردانِ جامعہ کے جم غفیر سے ہو، ایسا نہیں ملے گا جسے آپ نے کبھی شکایت کا موقع دیا ہو۔ دراصل وہ ایسے علمی میخانہ کے ساقی تھے جو ہر شخص کی علمی سیرابی کو اپنا فرض تصور کرتا ہے اور شاید یہ ہی وجہ ہے کہ اس ساقی کے چلے جانے سے اس میخانۂ علمی کا یہ حال ہوگیا ہے:

یہ حالت ہوگئی ہے ایک ساقی کے نہ ہونے سے
کہ خم کے خم بھرے ہیں مئے سے اور میخانہ خالی ہے

اس طرح ساقی کو اس علمی میخانہ اور اس کے طلبہ واساتذہ سے جو پیار تھا وہ اس فانی زندگی کا

یہ معنی خیز عنوان بن سکتا ہے:

جان کر منجملہ خاصانِ مئے خانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

مولانا مرحوم اپنی عمر عزیز کے بیاسی سال مکمل کر کے ۷؍جنوری ۲۰۱۵ء کو اپنے مالک حقیقی کے حضور فرشتۂ اجل کی اس صدائے دل نواز کے ساتھ حاضر ہو چکے ہیں کہ:

’’اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار کی طرف چل خوش ہوتی ہوئی اور خوش کرتی ہوئی پھر تو میرے (خاص) بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں جا داخل ہو۔‘‘ (سورۂ فجر)

دارِ فانی سے دار البقاء کی طرف کوچ کرنے والا مسافر اب اپنے ربّ ذو الجلال کے حضور اپنے اعمالِ حسنہ کا بدلہ پانے کے لیے حاضر ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو اپنی شایانِ شان بدلہ عطا فرمائے، آمین۔

آپ یقین جانئے دل اندر کے یقین کے ساتھ محو گفتگو ہے اور قلم یہ حقیقت صفحۂ قرطاس پر بکھیر رہا ہے کہ:

ویراں ہے میکدہ خم و ساغر اُداس ہے
وہ کیا گئے کہ رونقِ محفل چلی گئی

واقعہ بھی یہ ہی ہے کہ وہ کیا گئے نہ صرف بدر العلوم کے طلبہ و اساتذہ بلکہ پورا علاقہ آبدیدہ ہو گیا اور ان کی ہمدردی، غمگساری، جذبۂ خیر سگالی، تواضع و سادگی، نرم خوئی، خوش مزاجی، وسیع النظری، فراخ قلبی، بلند حوصلگی، مثالی لگن وجد و جہد، سعی پیہم اور انتھک محنت اور سب سے بڑھ کر نرالا اندازِ خلوص و محبت اور ہر مرحلہ پر متاثر کن اظہارِ یگانگت و الفت کو یاد کر کے ہر شخص زبانِ حال سے یہ کہہ رہا ہے:

سجا کر اپنے ہنگاموں کی محفل سو گیا کوئی
بھری محفل ہے اور رونقِ محفل نہیں ملتا

مولانا مرحوم بظاہر ایک فرد تھے، مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے آپ میں ایک انجمن تھے، وہ تنہا جامعہ بدر العلوم کے نظام کو سنبھالے ہوئے تھے اور ساتھ ہی بہت سے مکاتب و مدارس اور اداروں کی سرگرمیوں کے نگراں بھی تھے۔ یقیناً ان کے کام میں ان کے بہت سے رفقاء و معاونین

بھی رہے ہوں گے مگر ہر جگہ کلیدی کردار انھیں ہی حاصل تھا۔قرآن کریم کے فیصلہ کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنے صالح بندوں کا والی و مددگار رہوتا ہے۔(اعراف)اوراس کے بعد بھی اس کے برپا کردہ نظام کو باقی رکھتا ہے اس لیے ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ مولانا مرحوم جس منزل پر ہم سے جدا ہوئے ہیں وہاں سے کام کا سفر آگے بڑھے گا اور یہ سب کام ان کے لیے صدقہ جاریہ ثابت ہوگا اوران کے حسنات میں اضافہ کا باعث ہوگا اس لیے کہ:

تمھارا نام ہے تسکین روح و جاں اب بھی
تمھاری یاد سے ہوتا ہے دل جواں اب بھی

علامہ اقبالؒ بھی شاید ایسے ہی مخلصین اور کام کے لوگوں کو اپنی دعا سے نواز گئے ہیں:

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

اللّٰہ اغفرلہ و ارحمہ

☆......☆......☆
☆......☆

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل

حضرت مولانا محمد کامل صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

از: مولانا مفتی محمد سلمان صاحب گنگوہی
استاذ حدیث وافتاء جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

الحمدللہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ ، امابعد!

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس دنیا کے اندر مختلف المزاج افراد پیدا فرمائے ہیں، کسی کے اندر یکسوئی وگوشہ نشینی کا مادہ رکھا اور کسی کے اندر یہ صلاحیت ودیعت فرمائی کہ وہ ہر وقت سفر وحضر میں اصلاحِ خلق کے اندر رواں دواں ہیں، ایسے کہ نہ کھانے کی پرواہ نہ پینے کی طرف توجہ؛ بلکہ اذیتوں وتکالیف ومصائب کو برداشت کر کے صبر کے پیکر بنے ہوئے ہیں، تو دوسری طرف انہیں عوام کی خاطر اوران کی راحت رسانی کے لئے بڑے بڑے جلسوں میں خطاب فرمارہے ہیں اور کبھی جیلوں کی سلاخوں کے پیچھے رہ کر انابت الی اللہ اور بکاء باللیل اور بسام بالنہار ہیں، غرض کہ ایسے حضرات کہ ان کو دیکھ کر اللہ کی یاد تازہ ہو اور صورت دیکھتے ہی ہر شخص ان کے صدق وامانت اور ان کے عارفین باللہ ہونے کی گواہی دینے پر مجبور ہو جائے، حضرت مولانا کو اللہ پاک نے کچھ ایسے ہی اوصاف سے نوازا تھا، حضرت اقدس مولانا الحاج حکیم عبدالرشید محمود المعروف بہ حکیم ننومیاں صاحب نبیرہ حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی نے ایک مرتبہ اپنی مجلس میں ارشاد فرمایا کہ میں جب تین حضرات کو دیکھتا ہوں تو ان کو دیکھتے ہی صحابہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے (۱) حضرت مولانا زاہد حسن صاحبؒ ابراہیمی ضلع سہارنپور خلیفہ حضرت اقدس مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ (۲) حافظ نصیب الدین صاحبؒ سابق امام جامع مسجد وعیدگاہ سانگاٹھیڑہ ضلع سہارنپور (۳) ولی کامل حضرت الحاج مولانا محمد کامل صاحب کاندھلویؒ متوفیٰ ۱۵ / ربیع الاول ۱۴۳۶ھ مہتمم جامعہ بدر العلوم گڈھی دولت رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت مولانا محمد کامل صاحب علیہ الرحمہ جب ۱۴۱۰ھ میں حج کے لئے حاضر ہوئے تو ایک مرتبہ مکہ مکرمہ کے قیام کے موقعہ پر بعض ساتھیوں نے کہا کہ آج حضرت مولانا سے ملاقات کرنے چلیں، لیکن حضرت سے نہ کمرہ میں ملاقات ہوئی نہ ہی حرم شریف میں، نہ معلوم کس گوشہ میں یکسوئی

کے مزے لوٹ رہے تھے، حالانکہ ساتھیوں نے بتلایا کہ حضرت یہاں ہیں، اس کے بعد مسلسل کئی مرتبہ آپریشن ہوا لیکن جب بھی ملاقات ہوئی ہمیشہ بہت ہی محبت کے ساتھ ملاقات فرمائی اور بار بار یہی فرمایا کہ الحمدللہ بہت اچھا ہوں اللہ تعالی کا شکر ہے، احقر جب بچوں کے لئے دعا کے واسطے عرض کرتا تو آیت تلاوت فرماتے ﴿ربنا هب لنا من أزواجنا وذرياتنا قرة أعين واجعلنا للمتقين إماماً﴾ اور مزید دعاؤں سے نوازتے۔

حضرت سے کبھی ایسا کوئی کلمہ احقر کو سننے کے لئے نہیں ملا جس سے خود اپنی تعریف مترشح ہوتی ہو، ہمیشہ عاجزی ہی کا کلمہ ارشاد فرماتے، ایک مرتبہ مدرسہ بدرالعلوم گڈھی دولت حاضری ہوئی تو حضرت نے ناشتہ کا انتظام کرایا اور فرمانے لگے کہ بھائی یہ میرے جج کے ساتھی ہیں پھر معاً فرمایا کہ نہیں بھائی یہ نہیں بلکہ میں ان کا جج کا ساتھی ہوں، احقر تو یہ سمجھتا ہے کہ اللہ پاک نے آخر حیات تک حضرت مولانا سے جو اتنا بڑا کام لیا ہے وہ ان کے معمولات کی پابندی واستقامت وخدمت خلق ومجاہدۂ شاقہ وبڑوں کی قدردانی اور خود کو فنا کرنے یعنی تواضع اختیار کرنے کا نتیجہ ہے؛ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی مجاہدہ ومحنت کرتا ہے اللہ پاک اس کے لئے راہیں آسان کردیتا ہے، نیز حضورﷺ نے فرمایا: "من تواضع لله رفعه الله" جو اللہ کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ پاک اس کو بلند درجات عطا فرماتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت کے یہاں مدرسہ کا سالانہ جلسہ تھا احقر اپنے ایک عزیز حاجی نسیم احمد صاحب کے یہاں کاندھلہ گیا ہوا تھا، حاجی نسیم احمد صاحب لوگوں سے چندہ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ حضرت مولانا محمد کامل صاحب نے ہمارے محلّہ والوں پر جتنا روپیہ متعین کیا تھا کہ اتنا آپ لوگوں کو دینا ہے وہ تو ہم نے اکٹھا کرکے بھیج دیا اب تو اس کے علاوہ مزید چندہ کر رہے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ تعاون مدرسہ کا ہوجائے۔

خدمت خلق کا جذبہ:

حضرت حکیم ننو میاں علیہ الرحمہ کی پہلی اہلیہ کا انتقال ہوگیا تھا تو حضرت مولانا محمد کامل صاحب نے حضرت حکیم صاحب سے نکاح ثانی کی پیش کش کی، حضرت حکیم صاحب نے کچھ شرائط لگائیں کہ لڑکی ایسی اور ایسی ہونی چاہئے، پور قاضی کی ایک لڑکی اپنے خصوصی عزیزوں میں ٹپرانہ ضلع شاملی میں رہتی تھیں اور حضرت مولانا محمد کامل کے پاس تعلیم حاصل کرتی تھیں تو اس لڑکی کے والدین واعزہ

سے مشورہ کر کے حضرت حکیم ننومیاں صاحب سے اس لڑکی کا نکاح کرایا جو آخر حیات تک حضرت حکیم صاحب کے ساتھ رہیں۔

رسوم کی اصلاح:

رسوم کی اصلاح کی طرف بھی حضرت کو خصوصی توجہ تھی، چنانچہ علاقہ کے اندر شادیوں میں جو بے جا اسراف کیا جاتا تھا نیز کھڑے ہو کر کھانا کھلانا، ویڈیو فلم بنانا بارات میں کئی کئی سو آدمیوں کا جانا وغیرہ وغیرہ حضرت نے دن رات اس کے بارے میں اسفار کر کے لوگوں کو ان چیزوں کی مضرتیں سمجھائیں، آیات قرانیہ واحادیث مبارکہ کی روشنی میں تقاریر کیں، انفرادی واجتماعی ملاقاتیں کیں، لڑکے اور لڑکی والوں میں سے کوئی بے جا اسراف کے لئے بضد ہوا تو تن تنہا جا کر اس کی خوشامد کی اور سمجھایا، بحمدہ تعالیٰ ان تمام کوششوں سے علاقے کے بہت سے دیہات میں یہ اثر ہوا کہ بارات میں صرف پانچ یا تین آدمی جانے لگے اور لوگ پختہ دین دار اور رسوم جاہلیت سے اجتناب کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو اس کی ترغیب دینے والے بنے اور حضرت والا نے ﴿و أنذر عشیرتک الاقربین﴾ پر عمل کرتے ہوئے پہلے خود اپنے متعلقین کے اندر یہ جذبہ پیدا کیا، چنانچہ بعض پوتیوں کی جب شادی کی تو ایسے انداز میں کی کہ لوگوں کو پتہ بھی نہ چلا کہ ان کے یہاں لڑکی کی شادی ہوئی، یعنی لڑکے کو بلا کر نکاح کر دیا اور فرمایا کہ آپ چلے جائیں اور اپنے بچے کے ذریعہ اپنی گاڑی میں لڑکی کو بٹھا کر کہہ دیا کہ اس کو دلہا کے گھر چھوڑ آؤ، صرف اتنا ہی نہیں بلکہ لڑکے والوں سے یہ بھی کہہ دیا کہ بھائی ہم تین چار آدمی ایک ہفتہ بعد فلاں تاریخ میں لڑکی کو لینے کے لئے آئیں گے اور ہم پہلے ہی بتلاتے ہیں کہ ہم آپ کے یہاں آکر کیا کھائیں گے جب ہم آئیں گے تو مسری کی دال اور روٹی کھائیں گے، دیکھو یہ ہماری من پسند غذا ہے ہم یہی کھائیں گے۔

نیز علاقہ کے اندر مکاتب کا قائم کرنا اور اس میں لگنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنا باوجود کثرت امراض اور شدت ضعف کے کسی کے یہاں جلسہ میں جانے یا کسی کے کام کے لئے جانے میں ذرہ برابر بھی انکار نہ فرماتے، حضرت والا اس طرح کی بہت سی خدمات اصلاح معاشرہ سے متعلق انجام دیتے تھے جو دوسروں کے علم میں بھی نہ آتی تھیں اور آپ ان کو انجام دیا کرتے تھے۔

اللہ پاک حضرت کی بال بال مغفرت فرمائے اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور امت کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین!

ملت کا بوڑھا مجاہد

از: مولانا انعام اللہ صاحب قاسمی

المعہد الاسلامی مانک مئو، ضلع سہارنپور

الحمد لله رب العالمين، و الصلاة و السلام على سيد المرسلين، أمابعد !

حضرت مولانا محمد کامل صاحب بڑے بافیض علماء میں سے تھے، اللہ تبارک وتعالی نے آپ کو اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے منتخب کیا تھا، آپ کی پوری زندگی درس وتدریس، تعلیم وتعلم اور مدارس ومکاتب کی تعمیر وترقی اور قوم وملت کی رشد وہدایت میں گذری، آپ نے ٹپرانہ کے ۱۴/سالہ دورِ امامت وتدریس میں بھی پیغمبری جذبہ کے امین اور نبوی سوز وتڑپ کے داعی افراد تیار کیے، اور جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت کے تدریس واہتمام کے دور میں بھی قوم وملت کو مردِ میدان اور رجال کار فراہم کیے، آپ نے اپنے اکابر، اساتذہ کرام اور مشائخ عظام سے جو کچھ سمجھا سیکھا پڑھا تھا کہ: "**موتوا على ما مات عليه رسول الله** ﷺ" اس کے لیے آرام وسکون تج دیا تھا، اور ملت پر احسان عظیم فرمایا، ایک زمانے تک معاشرۂ انسانی آپ کے مواعظ وتدریس سے رہ نمائی حاصل کرتا رہا، کہ ایک وقت وہ بھی آیا کہ آپ کا وجود سراپا خیر وبرکت بن گیا، آپ کی بے زبانی ایک اسوہ بن گئی، آپ جو کچھ کرتے اس میں اتباع سنت کا پورا رنگ غالب رہتا، اس کو آپ نے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیا تھا، یہ اتباع سنت کا دامن آپ سے نہ چھوٹتا، آپ کسی برادری و خاندان کے نہیں؛ بلکہ ملت کے غم گسار تھے، ملی جذبہ سے کام کرتے، ملت کے افراد کو آگے بڑھاتے، اور نبی کریم ﷺ کے محبت کے تقاضوں میں ایک تقاضہ امت سے ہمدردی وخیر خواہی اور انسانیت کی تعمیر وتشکیل ہے، آپ اس کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے، ذاتی مفاد پر ملی مفاد کو ترجیح دیتے، کتنے اعزہ واقرباء کو آپ سے قومی تقاریب میں شرکت نہ کرنے کا شکوہ رہتا تھا؛ مگر وہ وقت ملت کے عروج وارتقاء، مدرسہ کے تقاضوں، جمعیۃ العلماء کے پروگراموں اور اصلاح معاشرہ کے اجلاس میں صرف ہوجاتا، آپ کے کاموں میں جہاں آپ کی شب وروز کی محنت، دوڑ دھوپ تھی، اس سے زیادہ نالۂ نیم شبی کا سوز وگداز تھا، جس سے آپ کے کاموں کو تقویت ملتی۔

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی سے آپ کو والہانہ تعلق تھا، ان کے پروگراموں میں شریک ہوتے، قرب وجوار میں مولانا کے پروگرام کراتے، جس سے انسانیت کا نفع ہوتا، ملت کے تن مردہ میں جان آتی، مایوسی کے بادل چھٹ جاتے اور کام کرنے کی نئی راہیں ملتی۔

شورش عندلیب نے روح چمن پھونک دی

ورنہ یہاں کلی کلی مست تھی خواب ناز میں

اللہ تبارک وتعالی نے وہ تین محبوب کام جن کا فیض مرنے کے بعد انسان کو ہوتا ہے، ان سے آپ کو مالا مال کیا، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''**إذا مات الإنسانُ انقطع عنه عمله ؛ إلّا ثلاثٌ: صدقةٌ جاريةٌ ، و علم ينتفعُ به، و ولد صالح يدعو له**'' آپ نے بہت سے مدارس ومکاتب کی بنیاد ڈالی، سرپرستی فرمائی، بدرالعلوم کو بدرالعلوم بنایا، کتنی ہی مساجد اور دینی درس گاہیں آپ کی محنت سے قائم ہوئیں، آپ کے شاگردوں، مریدوں کی ایک بڑی تعداد ہے جو اپنے اپنے علاقوں میں دین متین کی خدمت انجام دینے میں کوشاں ہیں، آپ کی اولاد الحمدللہ اسی قرآن وسنت کی خدمت سے وابستہ ہے۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

ہر مدعی کے واسطے دار ورسن کہاں

حضرت سے بارہا ملاقات کا شرف حاصل ہوا، وہ بڑی محبت سے، خندہ جبیں سے ملتے، آگے بڑھاتے، حوصلہ افزائی فرماتے اور دعاؤں سے نوازتے تھے۔ آپ کی انتہائی درجہ کی تواضع خاکساری اور کسر نفسی نے آپ کو بڑی رفعتیں عطا فرمادی تھی، آپ اللہ تبارک وتعالی کے لیے عاجزی کرتے، باری تعالی آپ کی محبوبیت میں اضافہ فرماتے، آپ پسِ منظر میں رہتے، باری تعالی دیدنی منظر پر لاتے۔ **من تواضع للّٰہ رفعه اللّٰه**

ایسے عالم ربانی کی موت ''موتُ العالِم'' کا مصداق ہوتی ہے، جس کا غم کسی ایک طبقہ کا

نہیں ؛ بلکہ پوری ملت کا غم ہوتا ہے، جس کا مشاہدہ جنازہ میں شرکت کرنے والوں کو ہوا۔ ملک کے شہروں وقصبات نہیں ؛ بلکہ دورافتادہ دیہاتوں میں جب میرا جانا ہوا، تو بڑی خوشی ہوئی، حیرت بھی، یہ ملت کا بوڑھا مجاہد، کہاں کہاں قرآن وسنت کا گلشن آباد کر گیا اور کتنی اجڑی بستیوں کو گلزار کر گیا، کتنے سروں کو ٹوپیاں، عمامہ، چہروں کو داڑھیاں عطا کر گیا، اور کتنے مرتد علاقوں کو ایمان و اسلام سے آشنا کر گیا، کتنی وہ مسجدیں جو مدت سے اذانوں کو ترس گئی تھیں، انھیں مسجدوں کو مدرسہ اور خانقاہ بنا گیا، کتنی بلند و بالا کوٹھیوں اور خستہ حال مکانوں میں قرآن پاک پڑھنے والے تیار کرکے، بڑا تھک کر، چور چور ہوکر، شباب تو شباب، بڑھاپے کو اس راہ پر کہ جس کے بارے میں آں حضرت ﷺ نے: "بلغوا عنی و لو آیةً" فرمایا تھا، قربان کرکے اپنے رب حقیقی سے جا ملا مبارک ایسی جوانی بھی، بابرکت ایسا بڑھاپا بھی، اور قابل رشک ایسی موت بھی۔

عہد جوانی رورو کر کاٹا، پیری میں لی آنکھیں موند
یعنی رات بہت تھے جاگے صبح ہوئی آرام کیا

اور اس بندۂ خدا نے اس کا معاوضہ کسی سے طلب نہ کیا، کبھی کسی سے شکایت نہیں کی، اس راہ کی ہر پریشانی وتکلیف کو سعادت سمجھ کر نبی کریم ﷺ کی وراثت وامانت سمجھ کر گلے سے لگا لیا، اور اس پر شکرادا کیا، تعریف فرمائی، وہ شکوہ شکایت کرتے، حالات کا رونا روتے تو کبھی کے میدان سے الگ کردیئے جاتے؛ مگر ان کے کام بھی بڑھتے رہے، مراتب بھی بلند ہوتے رہے، انھوں نے گرنا گرانا نہیں، اٹھنا اٹھانا سیکھا تھا۔﴿و أن لیس للإنسان إلا ما سعی، إن سعیه سوف یری﴾۔

ملت حضرت مولانا جیسے محسن وکرم فرما کو مدتوں یاد کرکے روئے گی، ان کی قربانیوں کو نئی نسل ایک افسانہ سمجھے گی؛ مگر حقیقت حقیقت ہے، اس کو کون بدل سکتا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

باری تعالی ہمیں قدر کی، ان کے کاموں کو آگے بڑھانے کی اور ان کی قائم کردہ خطوط کو باقی رکھنے کی توفیق بخشے، ان کے درجات کو بلند فرمائے، انھیں اعلی علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

مولانا کامل صاحب اپنی مثال آپ تھے

از: مولانا عبدالرشید صاحب مظاہری
مہتمم مدرسہ فیضانِ رحیمی مرزاپور پول، ضلع سہارنپور

باسمہٖ تعالی

تاریخِ انسانیت میں بے شمار افراد پیدا ہوتے ہیں، ہر انسان پیدا ہونے کے بعد طے شدہ ایامِ زندگی گزارتا ہے بالآخر لقمۂ اجل بن کر ہمیشہ کے لیے اس دارِ فانی سے کوچ کر جاتا ہے؛ اس لیے کہ زندگی گزرگاہ ہے، جس میں لوگوں کی آمدورفت جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گی؛ مگر کچھ انسان ایسے بھی ہوتے ہیں جو مرجاتے ہیں، مِٹ جاتے ہیں، فنا ہوجاتے ہیں، پھر بھی تاریخِ انسانیت کے صفحوں اور زندہ انسانوں کے دلوں میں زندہ رہتے ہیں، یہ انسان وہی ہوتے ہیں جن پر اللہ تعالی اپنے فضل وانعام کو ارزاں کردیتا ہے، اور ایسے انسان اپنے پیچھے یادوں کا تسلسل چھوڑ جاتے ہیں، پھر وہی سربستہ یادیں ان کے متعلقین کے لیے باعثِ سکون اور نصیحت پکڑنے والوں کے لیے باعثِ عبرت وموعظت کا عنوان بن جاتی ہیں۔ اس یادِ رفتگاں سے کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں:

(۱) خود اپنی موت کا استحضار ہوتا ہے۔

(۲) گزرنے والی شخصیت کی خوبیاں اجاگر ہوتی ہیں اور حدیث ”اذکروا محاسنَ موتاکمُ“ (ابوداؤد) کہ اپنے مردوں کی خوبیاں بیان کرو، کی تعمیل ہوتی ہے۔

(۳) گزرے ہوئے شخص کی خوبیاں اپنے اندر پیدا کرنے کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ ایسے افراد تاریخِ انسانیت میں بہت کم ہوتے ہیں جو اپنے علم وعمل، اخلاقِ حسنہ، جد وجہد، اخلاص وللّٰہیت، حسنِ عبادت، تعمیلِ سنت، فضل وکمال، صبر وتواضع، عاجزی وانکساری، شفقت والفت، مودت ومحبت، وسعتِ ظرفی، دقیق النظر، عزم واستقلال اور حکمت ودانائی کی وجہ سے مرنے کے بعد بھی لوگوں کے دلوں پر حکومت کرتے ہیں۔ ؎

زندگی چاہئے خوشبوؤں کی طرح ۔۔۔ جو دکھائی نہ دے اور اثر چھوڑے

ان ہی افراد میں سے ایک فرد جو موہوب من اللہ خوش بخت تھے، پیدائشی وفطری طور پر جس کے حواس بیدار تھے، ادراکِ حسن میں از حد حساس، زہد وورع میں اسم بامسمّٰی کامل؛ بلکہ اکمل، کوثر وتسنیم سے دھلی ہوئی زبان سے ہر فرد کو اپنا گرویدہ بنانے والے شخص، تصوف وسلوک کا امام، شعور واحساس پیدا کرنے کی فکر میں زندگی گزارنے والا شخص، جی ہاں! میں کیسے اس شخصیت کا ذکر کروں ؎

گلستاں وادی لولاب کا تازہ گلاب ‏ ‏ ‏ چہرۂ انور تھا شرح آئینۂ نور وکتاب

کیسے اس کی شفقتوں کو بیان کروں، دنیا اس کو ولیٔ کامل، عارف باللہ مولانا محمد کامل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانتی ہے، احقر کا آپ سے دیرینہ تعلق رہا ہے، آپ کی شفقتوں کا اور قوم وملت کی فکرمندی کا عالم یہ تھا کہ آپ نے بہت سی مرتبہ ”مدرسہ فیضانِ رحیمی مرزاپور پول سہارنپور یوپی، الہند (جس کو قطبِ عالم حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ نے ۱۹۰۵ء میں قائم فرمایا تھا) میں قیام فرمایا، ہمیشہ قوم کے افراد کے آگے بڑھنے بڑھانے کی فکر کا اظہار کرتے، خود احقر کو مدرسہ کے متعلق قیمتی نصائح فرماتے، جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہوتی تھیں، آپ نے پوری زندگی قوم وملت کی رہبری فرمائی، جس کی وجہ سے آپ کو اللہ نے شہرت، مقبولیت ومحبوبیت عطا فرمائی، ہر خاص وعام آپ پر جان نچھاور کرنے کے لیے تیار رہتا تھا، زندگی کے بعض اوقات میں آپ کو حاسدین سے بھی دوچار ہونا پڑا، معترضین بھی آپ کے سامنے آئے، آپ نے اپنی زندگی کی کشتی کو بھنور میں پھنسنے نہ دیا ؎

صدف را کہ بینی ز دانہ پر ‏ ‏ ‏ نہ آں قدر دارد کہ یک دانہ در
تو آں در مکنوں یک دانہ ‏ ‏ ‏ کہ پیرایہ سلطنت خانہ

آپ اپنی مثال آپ تھے، آپ کے متعلقین ومحبین کی طویل فہرست ہے، جب بھی آپ کے متعلقین کو کوئی دشواری لاحق ہوتی، پریشانی ظاہر ہوتی، آپ حسنِ خوبی کے ساتھ اس کا دفاع فرماتے، نہ جانے کتنے حضرات کی زندگیاں آپ کی چشمِ بصیرت نے بدل ڈالی، کتنے ہی پیاسے آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے، آپ کی توجہ سے نہ جانے کتنی ہی زندگیوں میں بہار آگئی، میری زبان اس قابل کہاں کہ آپ کی مدح سرائی کروں، بالآخر ”کُلُّ نفسٍ ذائقۃُ الموتِ“ کے ضابطے کی وجہ سے یہ عظیم المرتبت شخصیت بھی وقتِ موعود (۷؍جنوری ۲۰۱۵ء، بروز بدھ) میں

دارِفناء سے دارِ بقاء کی طرف رحلت کرگئی، ''موتُ العالِمِ موتُ العالَمِ'' کی مصداق بن گئی۔ ؎

تیرے صحنِ گلستاں بھی اداس ہے
اب کے بہار آئی مگر رنگ و بو نہیں

نہ ذکر جمیلش نہاں می رود ۔۔۔ کہ صیت کرم در جہاں می رود
چنوئے خرد مند فرخ نہاد ۔۔۔ کہ نہ دارد جہاں تا جہاں است یاد

آپ کے پسماندگان میں پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں، اور آپ کے بیٹے مولانا محمد عاقل صاحب دامت برکاتہم شیخ الحدیث اور آپ کے جانشین بھی ہیں، اس وقت مجھے ایک شعر یاد آرہا ہے: ؎

بہشتی درخت آورد چوں تو بار ۔۔۔ پسر نا مجوی و پدر نامدار

ہم آپ کے پسماندگان کے لیے دعا کرتے ہیں اللہ آپ کو بھی اور حضرت نوراللہ مرقدہ کے متعلقین کو بھی صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

☆......☆......☆

☆......☆

مولانا کاملؒ ایک مثالی انسان تھے

از: مولانا محمد قیصر صاحب مظاہری
مہتمم مدرسہ کنز العلوم ٹڈولی، ضلع سہارن پور

جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت نصف صدی پرانی علاقہ کی مشہور ومعروف دینی درس گاہ ہے، جہاں اسلامی علوم وفنون کے ماہرین اسلام کی نشر واشاعت میں مصروفِ کار ہیں، اس ادارے کے روحِ رواں، ولی کامل، نمونۂ اسلاف حضرت مولانا محمد کامل صاحب نور اللہ مرقدہ فرمانِ الٰہی ﴿إِنَّ أَجَلَ اللّٰهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ﴾ کے مطابق وہاں تشریف لے گئے جہاں سب کو جانا ہے اور جہاں جانے کے بعد واپسی نہیں۔

مولانا مرحوم کے سانحۂ ارتحال کی اندوہ ناک خبر راقم الحروف کے دل پر بجلی بن کر گری، جس کی کڑک نے دل کے اندر اضطراب کی کیفیت پیدا کردی، یقیناً اگر ناچیز نے مولانا مرحوم کے ضعف وعلالت کا بچشم خود ملاحظہ نہ کیا ہوتا تو یقین کرنا مشکل تھا۔

ایک ہمہ گیر شخصیت:

مولانا ایک مثالی انسان تھے، وہ قرنِ اول کے اصحاب کا ایک بہترین نمونہ تھے، اللہ تعالی نے ان کو انسانیت کی رہ نمائی اور دین اسلام کی پاسبانی کے لیے پیدا فرمایا تھا؛ اسی لیے مولانا مرحوم کی زندگی ایک واضح اور روشن کتاب تھی، علم وعمل، دیانت وتقوی، اتباع سنت، تحمل وبردباری، زہد وقناعت، ایثار وشفقت، اخلاص وللّٰہیت، فراست ایمانی، تواضع، عاجزی وانکساری ان کی حیات کے عنوانات ہیں۔

ایک امتیازی وصف:

ان اوصاف عالیہ میں سب سے زیادہ غالب اور نمایاں وصف جو کہ آپ کی فطرت ثانیہ تھی، جس کے متعلق آپ بالکل بے تکلف تھے، وہ عاجزی وانکساری اور تواضع کا وصف ہے، حضرت مولانا مرحوم کا تواضع کے تعلق سے جو حال ناچیز نے دیکھا ہے، اس سے اوپر کا درجہ نایاب نہیں تو

کم یاب ضرور ہے، ناچیز کا مولانا مرحوم سے چوں کہ برابر کا تعلق تھا، ہر ملاقات کے وقت وہی سادگی، وہی تواضع، وہی فنائیت، وہی اپنے اوپر فوقیت دینا، وہی جذبۂ خلوص ومحبت، وہی میٹھی میٹھی اور بے تکلف باتیں مشاہدہ میں آتیں کہ جن سے قلب کوسرور اور روح کوسکون حاصل ہوتا اور بجھی طبیعت تازہ دم ہوجاتی اور بار بار کی زیارت کے شوق سے طبیعت مچلنے لگتی، روح تڑپ جاتی تھی۔

مولانا مرحوم یادوں کے آئینہ میں:

مدتوں پہلے ناچیز کو مدرسہ کنز العلوم ٹڈولی کے تعلق سے ہریانہ کے موضع گڑھی بیسک میں جانے کا اتفاق ہوا، تو اچانک مسجد کے اندر جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت کی طرف سے مولانا مرحوم کے آنے کا اعلان کردیا گیا۔

مسجد کے اندر تشریف لانے پر مولانا سے ملاقات ہوئی، نماز سے فراغت کے بعد حسب اعلان کھڑے ہوگئے اور یوں فرمایا کہ:

> ”دیکھو! اس وقت یہاں پہلے سے چوں کہ مولانا محمد قیصر صاحب کنز العلوم ٹڈولی کی طرف سے آئے ہوئے ہیں؛ اس لیے یہاں اپنے مدرسہ کا اعلان کرنا میرے لیے مناسب نہیں، اعلان کرنے کا حق توان کا ہے، مدرسہ کنز العلوم ٹڈولی اتنا بڑا مدرسہ، اتنا بڑا انظام، اتنے زیادہ وہاں کے اخراجات؛ لیکن نا ہی یہ (ناچیز کی طرف اشارہ کرکے) زیادہ گھومتے پھرتے اور ناہی مدرسہ کے چندہ کے لیے کوئی جلسہ کرتے ہیں، مجھے حیرت ہے کہ اتنے سارے اخراجات خاموش طریقے سے کیسے پورے کرتے ہیں، میں تو اپنے مدرسہ کے لیے دن رات دوڑ دھوپ کرتا ہوں، جلسہ کرتا ہوں، علاقہ میں گھومتا ہوں، تب کہیں جاکر اپنے مدرسہ کے اخراجات کو پورا کرتا ہوں۔“

ناچیز حضرت کی یہ سب باتیں سن کر زیادہ متاثر ہوا اور دل ہی دل کے اندر سوچنے لگا کہ حضرت نے میرے پہلے آنے کو بھی لوگوں کے سامنے ذکر کیے بغیر نہیں چھوڑا اور مزید حوصلہ افزائی کے کلمات بھی ارشاد فرمائے۔

مولانا سے وہ ملاقات بھی صدا یاد رہے گی کہ ناچیز مولانا محمد عارف صاحب قاسمی صاحبزادۂ محترم حضرت مولانا زاہد حسن صاحب نور اللہ مرقدہ ابراہیمی ورکن شوری جامعہ مظاہر علوم سہارن

پور کے ساتھ مولانا مرحوم کی مزاج پرسی کے لیے بدر العلوم گڑھی دولت حاضر ہوا، تو مولانا نے گھنٹوں انتظار کیا، وقفہ وقفہ سے فون کے ذریعہ تفصیل معلوم کرتے رہے، اپنے مدرسہ کے طلبہ اور اساتذہ کو انتظار کے لیے مسجد کے اندر روکے رکھا، بدر العلوم پہنچنے کے بعد حضرت سے ملاقات ہوئی، حضرت کے حکم کی تعمیل کی خاطر مسجد کے اندر پہنچے اور نماز سے فراغت کے بعد حضرت نے مولانا محمد عارف صاحب اور ناچیز کے ساتھ طلبہ کے سامنے نصیحت کرنے کی غرض سے اصرار کیا، بالآخر مولانا محمد عارف صاحب نے طلبہ کے سامنے مفید تقریر کی اور ناچیز نے تعمیل حکم کو اپنے لیے سعادت سمجھ کر دعا کرائی۔

حضرت سے آخری ملاقات:

حضرت کو جب ضعف وعلالت کی وجہ سے دہلی کے ''ہولی فیملی'' ہوسپٹل کے اندر داخل کیا گیا، تو ناچیز بھی اپنے احباب کی معیت میں ۵؍جنوری بروز پیر کو حضرت کی عیادت کی خاطر حاضر ہوا، حضرت نے مرض الوفات میں علالت کی شدت کے باوجود بھی عقیدت کا اظہار فرمایا اور ڈاکٹروں کے گفتگو سے منع کر دینے کی وجہ سے حضرت نے صرف اتنا کہا: ''دعا کیجئے''۔
اس مختصر سی ملاقات کے بعد ہم وہاں سے رخصت ہوئے، ناچیز کو کیا خبر تھی کہ آج یہ حضرت کا آخری دیدار اور حضرت سے آخری گفتگو اور آخری ملاقات ہے، اس کے دو یوم بعد ہی ۷؍جنوری بروز بدھ بوقت صبح، علم وعمل، روحانیت اور اخلاق عظیم کا یہ آفتاب اپنی تمام تر شعاؤں کے ساتھ ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

ناچیز کے اوپر حضرت کی عنایت:

مولانا مدرسہ کنز العلوم ٹڈولی میں بارہا تشریف لاتے، تو گھنٹوں قیام فرماتے، حسب موقع سادگی کے ساتھ ماحضر تناول فرماتے، مدرسہ کا معائنہ کرتے اور ہر ایک نئی چیز کو خوب غور سے دیکھتے، مدرسہ کے آمد وخرچ وغیرہ کی تفصیلات معلوم کرتے، مستقل آمدنی کے اسباب وذرائع وغیرہ کے بارے میں دریافت فرماتے، ناچیز کا حوصلہ بڑھانے میں اپنے اکابر کی یاد دلاتے، ان کی زاہدانہ زندگی کا تذکرہ کرتے، کبھی زاہد زمانہ حضرت مولانا زاہد حسن صاحب ابراہیمی نوراللہ مرقدہ سابق صدر جمعیۃ علماء ضلع سہارن پور اور ان کی حیات وخدمات اور ان کی جہد مسلسل کا ذکر

کرتے، قوم کے اوپر ان کے احسانات شمار کراتے اور کبھی دوسری شخصیات کی زندگی کے احوال یاد دلاتے، ان کی جفاکشی اور محنت کو سراہتے اور اپنے لیے توفیق کی دعا کرتے جس سے زعم اور حوصلہ کو قوت ملتی، ارادہ کے اندر استحکام پیدا ہوتا۔

بالآخر اللہ تعالی نے ان کی اسی صدا کو سنا اور ان کے حق میں اس کو قبول کیا؛ اسی کے نتیجہ میں تاحیات وہ اپنے اسلاف واکابر کی روش پر چلتے رہے، ان ہی کی طرح زاہدانہ زندگی اور جہد مسلسل کے ساتھ ایک طویل عرصے تک جامعہ بدرالعلوم کے انتظام وانصرام کو بحسن وخوبی انجام دیتے رہے، ان کے زیر انتظام اس ایک پودے نے گلستاں کی صورت اختیار کی جس کے خوشہ چیں آج ہر چہار جانب نظر آتے ہیں۔

معاشرہ کی اصلاح کے لیے تحریک کا آغاز:

وہ علاقہ جو اپنی ناخواندگی اور جہالت کی وجہ سے طرح طرح کی خرافات کے اندر جکڑا ہوا تھا، معاشرہ تباہی کے دہانے پر کھڑا تھا، جہاں ہر قسم کی برائیاں موجود تھیں، ناچ گانے کی محفلیں، شراب نوشی وجوئے بازی کا دور، شادی بیاہ کے اندر آباء واجداد سے ورثہ میں ملی ہوئی فضول رسموں کی پابندی، لڑکی والوں کے ساتھ لڑکے والوں کی بارات لے جانے کی ضد، سامان جہیز کے مطالبات اور اس کے اندر فضول خرچیاں عام تھیں۔

ذرا ذرا سی باتوں کی وجہ سے لڑائی جھگڑے، اور ختم نہ ہونے والے تنازعات کا ایک لمبا سلسلہ، ایک دوسرے کی عزت کے اوپر حملے اور پھر اپنی حلال کمائی ہوئی دولت کثیرہ کو محض ناک کا مسئلہ بنا کر بے دریغ تھانوں اور کچہریوں کے اندر لٹانا، روزانہ کا مشغلہ تھا، جعل سازی، دغا بازی ان کی طبیعت کے اندر داخل تھی، ایک ایسے ماحول اور ایسے وقت میں مولانا مرحوم کا وجود علاقہ کے لیے رحمت ثابت ہوا اور حضرت نے سب سے پہلے کیرانہ کے اطراف کے اہم اہم ذمہ داران کو جمع کر کے معاشرہ کی اصلاح کے لیے ایک پروگرام مرتب کیا اور تمام حاضرین کے مشورہ سے چند تجاویز سامنے رکھ کر شادی بیاہ کی فضول رسموں اور دیگر خلافِ شرع امور کے خلاف ایک تحریک چلائی۔

الحمدللہ یہ تحریک کامیاب ہوئی، جس سے حوصلہ کو بلندی نصیب ہوئی، اس کے بعد انہی تمام ذمہ داران کی معیت میں مدرسہ کنز العلوم ٹڈولی میں ناچیز کے پاس تشریف لائے اور اسی طرح کا

ایک اصلاحی پروگرام مدرسہ کنز العلوم ٹڈولی کے اندر منعقد کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

ناچیز نے اپنے مخدوم ومربی مولانا بہاء الدین صاحب سابق مہتمم جامعہ احمد العلوم خانپور کے مشورہ سے انہیں کی زیر قیادت موضع گھاٹم پور کی جامع مسجد کے اندر یہ اصلاحی پروگرام منعقد کیا، جس کے اندر گنگوہ، انبہٹہ اور رامپور منیہاران کے اطراف واکناف کے معزز ترین ذمہ داران کو مدعو کیا، مولانا مرحوم بھی تشریف لائے اور انہیں مجرب تجاویز کو سامنے رکھ کر اصلاح معاشرہ کی ایک کامیاب کوشش کی، خدا کا شکر ہے کہ یہاں بھی اس تحریک کی تاثیر سامنے آئی۔

اس سے زعم کو مزید پختگی ملی تو حضرت نے مدرسہ سراج العلوم موضع دمجھیڑہ کے اندر انہیں ذمہ داران کو لے کر وہاں کے باشندگان کو اسی طرح کا ایک اصلاحی پروگرام منعقد کرنے کا مشورہ دیا، الغرض وہاں کے ذمہ داران اور قرب وجوار کے قابل قدر حضرات نے ایک پروگرام منعقد کیا، جس کے اندر سرساوہ، چلکانہ اور شاہ جہاں پور وغیرہ کے اطراف کے ذمہ داران کو بلا کر اصلاح معاشرہ کی کوشش ان کے سامنے رکھی، جس کو تمام حاضرین نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔ اللہ رب العزت کا احسان ہے کہ یہاں بھی تحریک کامیاب رہی اور اس طرح یہ تحریک کامیابی کے ساتھ مراحل طے کرتی چلی گئی۔

اتنا ہی نہیں، حضرت تاحیات اپنی جہد مسلسل اور عمل پیہم کے ذریعے ان تمام برائیوں کو ختم کرنے اور ان خرافات کو جڑ سے مٹانے کی سعی بلیغ کرتے رہے، گاؤں در گاؤں جا کر لوگوں کی خوشامد کرنے اور قرآن وحدیث کی روشن تعلیمات کے ذریعے ان کو سمجھانے اور بمشکل تمام ان خرافات سے باز رہنے پر ان کو آمادہ کرتے رہے۔ اور شب وروز اس کے لیے دعا بھی کرتے رہے، کبھی ناچیز سے اس سلسلہ میں تبادلۂ خیال کرتے اور ان خرافات کے سد باب کے لیے لائحۂ عمل معلوم کرتے، اسی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے کہ الحمد للہ معاشرہ کی حالت بہتر ہے۔

اخلاق وعادات اور عوام وخواص کا حضرت سے لگاؤ:

سیرتِ طیبہ کے اندر حضور ﷺ کا ایک غالب اور نمایاں وصف بیان ہوا کہ نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ سے جب بھی کوئی ملاقات کرنے کے لیے سلام ومصافحہ کے مقصد سے ہاتھ بڑھاتا، تو آپ اس وقت تک اس کی طرف سے توجہ نہیں ہٹاتے تھے جب تک کہ وہ خود توجہ نہ

ہٹالیتا، یہ اگر چہ زبان سے کہنے میں آسان متصور ہوتی ہے؛ لیکن اس کے اوپر عمل کرنا کتنا مشکل اور دشوار ہے، اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جو شب وروز مصروفیات کے ہجوم میں رہتا ہو، جس کے دن رات کے اکثر اوقات مشغولیات میں گذرتے ہوں اور جس کو فرصت کے لمحات اقل قلیل ہی حاصل ہوتے ہوں۔ پھر ان تمام حالات اور اتنی ساری مصروفیات کے باوجود اس کے اوپر عمل کرنا صرف اسی کا حصہ ہے جس کو اللہ تعالی نے خلق عظیم کی دولت سے نوازا ہو۔

اس وصف عالی کی جھلک ناچیز نے مولانا مرحوم کے اندر بارہا دیکھی ہے؛ اسی لیے ناچیز ہی نہیں؛ بلکہ ہر صاحب تعلق، حضرت کے اخلاق وعادات کو دیکھ کر یہی محسوس کرتا تھا کہ حضرت کو سب سے زیادہ تعلق اور محبت مجھ ہی سے ہے؛ یہی وجہ ہے کہ حضرت کے پاس عوام وخواص کا تانتا لگا رہتا تھا، بڑے سے بڑے سیاسی وسماجی قائدین اور اربابِ عقول حضرت کے سامنے شاگردوں کی صفوں میں باادب کھڑے نظر آتے تھے۔

اور حضرت کے فیض علمی وروحانی سے بہرہ ور ہونے والے اپنوں کے علاوہ، غیر بھی خوب مستفیض ہوئے، ناچیز نے مہمانوں کے اکرام کے سلسلے میں مولانا مرحوم کا جو حال دیکھا ہے، وہ بھی لائق صد تحسین ہے کہ حضرت اپنے پاس آنے والے مہمانوں کا بڑا ہی اکرام کرتے، ان کی راحت وآرام کی فکر میں رہتے، بار بار مہمان خانہ کے نگراں کو بلاتے اور حکم فرماتے کہ مہمانوں کے آرام کا ہر طرح سے خیال رکھنا، کسی بھی مہمان کو کسی طرح کی کوئی پریشانی نہ ہو۔

اسی وجہ سے حضرت کو عند الناس مقبولیت حاصل ہوئی اور پھر یہ مقبولیت عند اللہ بھی بڑھتی چلی گئی؛ اس لیے کہ اللہ کے حبیب ارشاد فرماتے ہیں کہ: "اللہ تعالی جب اپنے کسی بندے سے محبت فرماتے اور اس کو اپنا محبوب بنانا چاہتے ہیں، تو حضرت جبرئیل کو حکم دیتے ہیں کہ جاؤ اور دنیا کے اندر جاکر اعلان کرو، لوگوں کو بتلاؤ کہ فلاں بندہ میرا محبوب ہے، مجھے اس سے محبت ہے؛ لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو؛ چناں چہ فرمانِ الٰہی کے مطابق لوگوں کے قلوب اس بندہ کے لیے نرم ہوجاتے ہیں اور اس بندہ کی طرف مائل ہونے لگتے ہیں۔"

حضرت کی عند الناس اور عند اللہ مقبولیت کا اندازہ اس وقت ہوا جب حضرت کے انتقال کی خبر چند ہی لمحوں میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، ہر چھوٹے، بڑے مرد وعورت کی نوکِ زباں پر حضرت کا تذکرہ، گاؤں میں جگہ جگہ لوگوں کا ہجوم، سڑکوں پر زبردست سواریوں کی بھیڑ، ہر

چورا ہے پر جام کی کیفیت!

پھر حضرت کے جائے ولادت کاندھلہ کے اندر محبین کا ایسا ہجوم گھنٹوں انتظار کے بعد، نمازِ جنازہ ادا کرنے کے لیے عیدگاہ کے اندر داخلہ نصیب ہوا، قصبہ کی عیدگاہ کا یہ وسیع وعریض میدان اپنی تمام تر وسعت کے باوجود تنگ نظر آنے لگا، آخری دیدار کے لیے ہر کوئی بے جا کوشش کرنے لگا، بھیڑ کے اوپر قابو پانا مشکل، لوگوں کو خاموش کرنے کے لیے کافی چیخ وپکار کے بعد، بالآخر نمازِ جنازہ ادا کرنے کے لیے صفیں سیدھیں کرنے کا اعلان کر دیا گیا، تب کہیں جا کر کچھ سکون کی کیفیت ہوئی۔

حضرت کی وصیت کے مطابق مولانا افتخار الحسن کاندھلوی نے نمازِ جنازہ پڑھائی، اس کے بعد ہر کوئی حضرت کے جنازے کو کندھا دینے کی فکر میں کوشاں نظر آنے لگا، جنازہ کی چار پائی میں لمبی لمبی بلیاں باندھی گئیں، تب بھی معتقدین کے زبردست ہجوم میں قبرستان تک جنازہ کو لے کر چلنا مشکل معلوم ہونے لگا اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ جنازہ تیر رہا ہے، عیدگاہ قبرستان تک کی مختصر سی مسافت طے کرنے میں گھنٹوں صرف ہوئے۔

قبرستان جانے کے بعد معلوم ہوا کہ مٹی ندارد ہے، پتہ چلا کہ حضرت کے چاہنے والوں نے پہلے ہی قبر کی تمام مٹی تھیلیوں کے اندر ڈال کر ہاتھوں میں رکھ لی ہے تا کہ بآسانی قبر پر مٹی دینے کی سعادت حاصل ہو سکے، پھر شان وشوکت کے ساتھ علم وعمل کا یہ ماہتاب تمام تر محبتوں اور عقیدتوں کے ساتھ سپردِ خاک ہوا، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے:

کیا لوگ تھے جو راہ وفا سے گذر گئے
جی چاہتا ہے نقش قدم چومتا چلوں

اخیر میں ناچیز دل سے دعا گو ہے کہ اللہ تعالی مولانا مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے اور اپنی رحمتوں کے سائے عطا فرمائے۔ آمین

☆......☆......☆

☆......☆

آہ! حضرت مولانا محمد کامل صاحب علیہ الرحمہ

وہی چراغ بجھا جس کی لَو قیامت تھی

بہ قلم: مفتی محمد ساجد کھجناوری
مدرس جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

گذشتہ ۱۵؍ربیع الاول ۱۴۳۶ھ مطابق ۷؍جنوری ۲۰۱۵ء چہار شنبہ کو ہمارے اس زرخیز دو آبے کی بافیض اور بسا غنیمت شخصیت عارف باللہ حضرت مولانا محمد کامل علیہ الرحمہ نے کیا آنکھیں موندیں، علم وفضل، تواضع وانکساری اور دانش وبینش کے ایک جہاں نے آنکھیں موندلی، **إنا لله وإنا إليه راجعون، اللهم أكرم نزله، ووسع مدخله، وأمطر عليه شآبيب رحمتک، ونقه من الخطايا كما ينقى الثوب الأبيض من الدنس .**

حضرت مولانا مرحوم دین ودانش اور تعمیر ملک وملت کے باب میں اپنے روشن کارہائے نمایاں کے سبب خاصے شہرت پذیر واقع ہوئے تھے، حالاں کہ ہر قسم کے صلہ وستائش سے بالکل بے فکر ہوکر نہایت خاموشی کے ساتھ اپنے کام سے کام رکھنا اور بڑے بڑے دینی معرکے سر کرنا موصوف کا خاص وصف تھا؛ اسی لیے ارادی طور پر بھی انہیں شہرت ونمود سے خدا واسطے کا بیر تھا، اور وہ اسے مقاصد زندگی سے خارج از امکان حظ نفس کا بس ایک کھلونا گردانتے تھے؛ مگر دستِ قدرت کی مہربانی کہ عزت ونیک نامی نے ہر جگہ ان کے قدموں کو بوسہ ہی دیا، اور وہ افادۂ دین وملت کے ہر محاذ پر کامیابی سے ہمکنار نظر آئے جو ظاہر ہے کہ نصرتِ خداوندی کی شمولیت کے بغیر استطاعتِ انسانی سے پرے کی بات ہے۔

مولانا مرحوم کی ذات والا صفات طالبانِ رشد وہدایت کے لیے بھی مینارۂ نور اور مربی کی حیثیت رکھتی تھی، ان کی حکایات ہستی کا ہر ورق درخشاں اور خادمانِ دین وملت کے لیے مانندِ روح افزا ہے۔ وہ اللہ بزرگ وبرتر کے ان مقربین میں سے ایک تھے جن کی کتابِ زندگی کے ہر صفحہ پر عزم واستقامت، اخلاص ووفا، عفت وشجاعت اور سخاوت وکمالات کی ان گنت داستانیں ہی مرقوم نظر آئیں گی۔ آج ان کا خلا بہت شدت سے محسوس ہو رہا ہے، اخبارات ورسائل ان کی

رحلت پر ماتم کناں ہیں، دینی ادارے اور ملی جماعتیں اپنے محسن کے داغِ مفارقت سے یاس والم کی تصویر بنے ہوئے ہیں، مجالس وخانقاہیں اس صاحب ارشاد بزرگ کے اٹھ جانے سے بے کیف سی ہوگئیں ہیں اور آج پھر وہی شعر ذہن کی اسکرین پر بار بار گردش کر رہا ہے کہ ع

حیف ہے وہ بھی نہ چھوڑی تو نے اے بادِ صبا
یاد گار رونق محفل تھی پروانے کی خاک

زمانہ پہلے بھی بہتوں کو رویا ہے، اس نے بارہا پہلے بھی اپنے کتنے ہی چہیتوں کو پیوندِ خاک ہوتے دیکھا ہے، کیا رازی وغزالی اور کیا شبلی وجنید، اپنی اپنی زندگی کا مقدور بھر کام کر کے سبھی منوں مٹی کے نیچے تا قیام قیامت اس طرح محو خواب ہیں کہ آسمان ان پر شبنم افشانی کر رہا ہے، تو موجودین ان کے لیے مستجاب سرگوشیوں میں مگن، ظاہر ہے کہ پسِ مرگ بھی حسنات کا یہ ایجابی سلسلہ ہر کس وناکس کا مقدر نہیں بنتا، خود اس تیرۂ خاک دان میں اقبال مندی یونہی کسی کا نصیبہ نہیں بنتا اور محبوبیت کا تاج بلا وجہ کسی کے سر پر نہیں سجتا؛ بلکہ حق جل مجدہ خاصانِ خدا کے انتخاب پر مہر لگاتا ہے، تب جا کر مولانا کامل صاحب جیسے دھن کے پکے اور لگن کے سچے اس دنیائے آب وگل میں آنکھیں کھولتے ہیں۔ ع

مت سہل جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

یادش بخیر! دو سال قبل جامعہ اشرف العلوم رشیدی کے شعبۂ تجوید وقراءت کے مشاق استاذ جناب قاری محمد طالب ہریانوی کی رفاقت میں ان کے دولت کدہ پر حاضری ہوئی، علیک سلیک اور تعارف ہوتے ہی مہربان ہوگئے، جامعہ اشرف العلوم رشیدی اور اس کے ارباب بست وکشا کی خیر خیریت محبت بھرے انداز میں دریافت فرمائی، جس سے محسوس ہوا کہ گنگوہ سے انہیں والہانہ الفت ہے، ہمت افزائی کے طور پر کہنے لگے کہ ماہ نامہ ''صدائے حق'' ماشاء اللہ پابندی سے دستیاب ہو رہا ہے، استفادہ بھی کرتا ہوں، اس کے محتویات قابل مطالعہ ہوتے ہیں؛ بلکہ یہ خاکسار تو اس وقت شرم سے پانی پانی ہوگیا، جب انہوں نے یہ خواہش ظاہر فرمائی کہ میں ان کے ادارے جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت کے بعض اساتذہ سے اس کے مقاصد میں شامل رسالہ کے

اجراء سے متعلق از راہِ مشورہ کچھ مفید گفتگو کروں، بہر حال یہ بھی ان کی ذرہ نوازی ہی تھی ورنہ ''من آنم کہ من دانم''۔

حضرت مرحوم سے شرفِ ملاقات کا یہ پہلا اور آخری موقع تھا، جب ان کی مقناطیسی شخصیت نے اس ناچیز کو آہن پاروں کی طرح اپنے کمالات کا اسیر بنا کر چھوڑا، اسی وقت اندازہ ہوا کہ مولانا مرحوم کے اندر کا انسان بے پناہ حساس اور ہمہ جہت فضائل وکمالات کا خوب صورت مجموعہ ہے، جس کے رگ وپے میں انسانیت نوازی، غم خواری وغم گساری اور ہمدردی وخاکساری کے کتنے ہی آبشار رواں دواں ہیں، کسی نے سچ کہا ہے:

فرشتوں سے بڑھ کر ہے انسان بننا
مگر اس میں ہوتی ہے محنت زیادہ

یہ بھی دراصل ان کی کسبی محنتوں اور مجاہداتِ شاقہ کے ساتھ ساتھ والدین کی مقبول دعاؤں اور اپنے اساتذۂ ذی شان کی خدمت ومحبت کا لابدی نتیجہ وثمرہ تھا، بھلا جس کے اساتذۂ کبار میں شیخ التفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی بطور مشیر علمی دستگیری کر رہے ہوں، حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب اور حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی جیسے مردانِ باصفا سیرت وکردار کے بنانے میں بنیادی رول نبھا رہے ہوں اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ جیسا پیر ومرشد سلوک ومعرفت اور بخاری کی تدریس سے جسے فیض یاب کر رہا ہو، تو پھر اس خوش نصیب انسان کا مقدر کیوں نہ جاگے گا؟ اور اس کے ظاہر وباطن پر ان کیفیات کا کیا کچھ اثر نہ ہوا ہوگا، اسے آسانی سے دیکھا اور سمجھا جا سکتا ہے؛ اسی لیے جب مولانا محمد کامل دارالعلوم دیوبند میں اپنی مابقیہ تعلیم کے پانچ سال مکمل کر کے ۱۹۵۲ء میں سندِ فضیلت سے نوازے گئے، تو انہیں اپنی عملی زندگی کے نقوش وخطوط مرتب کرنے میں کسی پس وپیش کا سامنا نہیں کرنا پڑا؛ بلکہ اپنے بڑوں سے مربوط رہ کر تا دمِ واپسیں خدمتِ دین کے لیے وقف ہو گئے۔

۱۹۳۳ء میں مردم خیز قصبہ کاندھلہ کے اندر جنم لینے والے مولانا محمد کامل صاحب نے اپنی حیاتِ عزیز کی ۸۲/ بہاریں دیکھیں، اس درمیان انہوں نے نوع بنوع دین وملت کی نمایاں خدمات انجام دیں؛ لیکن ان کی شناخت کا سب سے معتبر حوالہ ضلع شاملی کا مشہور وبافیض دینی مدرسہ جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت ہے، جس کی ۱۹۶۷ء سے توسیع وترقی مولانا مرحوم کی جہد مسلسل

کا روشن عنوان ہے، اور جہاں فی الوقت دورۂ حدیث تک تعلیمی نظام بحمداللہ جاری وساری ہے، یقیناً مرحوم کے لیے یہ بہترین صدقۂ جاریہ ہے جس کی ادارت ونظامت کے فرائض آپ ہی کے خلف الرشید اور فرزند والا صفات حضرت مولانا محمد عاقل صاحب زید مجدہم باحسن وجوہ ادا فرما رہے ہیں، جو اپنے والدِ گرامی کے اُن کے حینِ حیات ہی دست وبازو بن کر قافلۂ علم وکمال کی رہ نمائی فرمارہے تھے۔

بس دعا ہے کہ اللہ پاک حضرت مرحوم کی مغفرت کاملہ فرمائے، اعلیٰ علیین میں جگہ دے، جملہ پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق ارزانی فرمائے اور آپ کے گلشن جامعہ بدرالعلوم کو قیامت تک کے لیے شاداب وآباد رکھے۔ آمین

آسماں لحد پہ ان کی شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

☆……☆……☆

☆……☆

ایک قلعہ: جس کی دیوار معارف ہیں

از: مفتی محمد عمران القاسمی

استاذ دارالعلوم وقف دیوبند

حامدًا و مصلیًا!

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ کوئی انسان اگر اپنے قدم صراطِ مستقیم پر استوار رکھے، تو حصول ترقی میں چاہے روحانی ہو یا اخلاقی، کرّ و بیان کو مات دیدے۔ ٹھیک یہی حال اس رجل عظیم کا ہے کہ جس نے عقائد کا استحکام اوران کی اشاعت، رسوم و بدعت کا استحصال، غلط افکار کے خلاف محاذ آرائی، باطل نظریات سے زور آزمائی، اعلائے کلمۃ الحق کی جد و جہد پر ہر ایک کی خیر خواہی، صلاح کی اذان، فلاح کی اقامت، اللہ اکبر کا نعرہ، باطل پر بھر پور چڑھائی، اگر بزم ہوئی تو یہ جاں فزا اصول چھوٹنے نہ دیا: ﴿**اُدعُ إلی سبیل ربک بالحکمة و الموعظة الحسنة الآیة**﴾، اگر رزم ہوا تو ﴿**و جادلھم بالتی ھی أحسن**﴾ ہی ان کا علم رہا، اوراسی پر جم کے جدال کے میدان کو فتح کیا، یہ ان کے اس فعل کا ثمرہ تھا کہ قول کبھی عمل کا مخالف نہ رہا، اور یہ سب کیوں نہ ہو، ''القہار الجبار'' کا قول وعمل کے تضاد یہ فیصلہ بھی مرد حق کو اجتماعیت کی دعوت دیتا ہے: ﴿**کبر مقتا عند اللہ أن تقولوا ما لا تفعلون**﴾۔

ہاں! اسے مت بھولئے، استغناء ان کا بہترین رفیق تھا، قناعت ان کا زیور، توکل ان کا ہتھیار، خودی اور خودداری ان کی شمشیر، اس سے میری مراد ایک روشن چراغ ہے جس کی روشنی ہے، ایک قلعہ ہے جس کی دیوار معارف ہیں، جو تشنگانِ علوم دین کو اپنے زاویۂ قلب و گوشۂ جگر سے منور کرنے میں اپنی دیرینہ آرزو کی تکمیل میں کوشاں رہا اور محبین کے والہانہ عشق کا مظہر، اپنوں اور بے گانوں کی آماجگاہ بن کر قرآن وحدیث کی تعلیمات کو فروغ دینے والی وہ عظیم المرتبت، مکارمِ اخلاق کی پیکر، زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین، عالی جاہ وجلال، شجیع، حق گو، نمونۂ اسلاف وانسانیت حضرت مولانا محمد کامل صاحبؒ سابق ناظم الجامعۃ الاسلامیہ بدرالعلوم گڑھی دولت ہیں۔

ایسی شخصیت کی رحلت پر ہم کیوں نہ مغموم ہوں جس نے بے کسی کے باوجود اس دشت پرخار میں قدم زنی کی جو بہت سی پریشانیوں کا پیش خیمہ تھا، یعنی علم اور اس کی پرخار وادی میں غوطہ زن ہوکر جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت کو چمکتا روشن منارۂ نور بنایا، پھر اس کے توسط کو اختیار کر کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی مشعل سے ضوء فشانی کرتے ہوئے علاقے کے گوشے گوشے میں ہی نہیں؛ بلکہ ہندوستان کے بیش تر حصوں میں اسلام کی حقانیت پھیلاتے ہوئے سنگلاخ کوہِ باطل کو آہن اسلامیت سے پارہ پارہ کیا۔

ہزاروں مدارسِ اسلامیہ کی سرپرستی، کثیر نمائندہ تنظیموں سے وابستگی اور اپنی اکڑفوں قوم کو بام عروج پر پہنچانے کا جذبۂ ایمانی حضرت کی شخصیت مخصّصہ کی علویت و مومنانہ فراست کا بین ثبوت ہے۔

یہ سب عبودیت کے متواضعانہ سجدوں سے پیدا ہونے والی اس کیفیت کا نتیجہ ہے کہ حوادث سے متاثر ہوکر بے عملی زبوں ہمتی ہے، ناکامیوں سے دوچار ہوکر سمٹنا اور پرِ پرواز کو جنبش دینا بلند ہمتی، گویا یہ کہہ کر آگے بڑھے: ؎

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موجِ حوادث سے
جو ہوں آسانیاں تو زندگی دشوار ہوجائے

قوم کی صفتِ حیوانیت کے باوجود یہ قابلِ یقین اصول سامنے رکھتے ہوئے بڑھتے چلے گئے۔ ؎

نہیں مایوس اقبال اپنی کشت زار گندم سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

تو کیوں نہ حضرت کی ضاحکہ و مستبشرہ صفت کو سامنے رکھتے ہوئے، شکستہ قلب وجگر سے، تقدیر پر ایمان کے ساتھ، لفاظی سے پرہیز کرتے ہوئے اور اس حقیقت کو بھی سامنے رکھتے ہوئے کہ حضرتؒ کی کل صفات کا احاطہ تو ممکن نہیں، یہ آرزو کر ڈالو کہ اے کاش کچھ حصہ میسر آجائے۔

ساتھ ہی مضطرب و مغموم آنسوؤں کے سیل رواں لیے ماحول میں جب اس حقیر کو حضرت کے محبوب فرزند حضرت مولانا محمد عاقل صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے موقع عنایت فرمایا ہے تو

عرض کرتا چلوں کہ مذکورہ الفاظ حضرت کی شایانِ شان تو نہیں ؛مگر قریب ضرور ہیں۔

مزید حضرت سے ملاقات کا کونسا لمحہ تحریر کروں، احقر سے الفت کا ایسا اظہار کہ سر شرم سے جھک جاتا تھا، بڑوں کو اس نا اہل کی خدمت میں ایسے لگا دینا کہ گویا کوئی رجل عظیم آ گیا ہو۔ رہی کوتاہ نظر تو ہر بار یہ محسوس کرتی رہی کہ آپ خوشی میں قوم اوران کے نونہالوں کے لیے تڑپتے رہے ہنسی میں درد محسوس کرتے رہے،غمی میں دعاؤں کا سہارا لیتے رہے۔

الحاصل! یہ حضرت کی زندگی اور پھر رحلت ایک طویل داستاں ہے جس میں ولولے بھی ہیں تو ساتھ ساتھ محرومیوں کا رنج بھی، آرزوں وحسرتوں کی بادِ نسیم بھی ہے تو قلق واضطرار کی بادِ سموم بھی،عزم وھم کا پہاڑ ہے تو رنج وغم کا سمندر بھی، بس............رحمت خداوندی کا دامن تھامے اور حضرتؒ کے لیے نیک دعاؤں کا طالب ہو کر نیتوں کو صاف کر کے آگے آؤں اور حسرت سے یہ کہتا ہوا قلم تھام لوں:

﴿یلیتنی کنت معهم فأفوز فوزا عظیما﴾

☆......☆......☆

☆......☆

ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

از: ڈاکٹر مولانا عبدالمالک مغیثی
مہتمم جامعہ رحمت گھگرولی سہارنپور

حامدا و مصليا و مسلما !

جامعہ بدرالعلوم کا علمی وادبی کارواں رخ آبشار کی طرح منزل کی طرف رواں دواں تھا، ہوائیں معطر، فضائیں اشک بار تھی، زمانہ بڑے شوق سے گنگنا رہا تھا اس کے اوصافِ حمیدہ وجلیلہ کے قصے کہ ایک ماہتاب اس دارِفانی کے افق پر بڑی تگ ودو وآب وتاب کیساتھ بنی نوعِ انسانی کے منجدھار کی گتھیاں سلجھا رہا تھا انہیں صحیح جہت کا پتہ دے رہا تھا، ملتِ اسلامیہ کے منتشر شیرازے کو موتیوں کی ایک لڑی میں سموئے اسے اپنے قلب وجگر میں سمائے سوزِ عشق سے تاپ کر اسکی چمک دمک میں مافوق الفطرت اضافہ کرتا رشد وہدایت سے ہر ممبر ومحراب کو روشن کرتا ﴿ اخرجت للناس ﴾ کا کما حقہٗ درس دیتا ہر در وبام پر ﴿امر بالمعروف ونهى عن المنكر ﴾ کی صدا لگاتا عوام الناس کے قلوب کو انابت الی اللہ کا محور بناتا شارع ذکر اللہ پر بڑے مست انداز میں چلا جا رہا تھا کہ اچانک مشیت ایزدی نے آواز دی ﴿ إن أجل الله إذا جاء لا يؤخر ﴾ یک بیک وہ فلک، یہ ماہ وانجم، یہ سماں، یہ کارواں، یہ لیل ونہار کی گردش، یہ امنگ وترنگ سب خاموش سب ساکت، شہہ رگ کو دوسرے سانس کا انتظار، مگر سب مہمل، سب کا سکوت، سب کی خموشی وحسرت بجا۔ کمال الدین ابن نبیہ کہتا ہے:

و الله لا يدعو إلى داره إلا من
استصلح من ذى العباد
والموت نقاد على كفه
جواهر يختار منه الجياد

(اور اللہ اپنے گھر میں اسی کو بلاتا ہے جسے بلانا مناسب سمجھتا ہے موت بڑی عمدہ پرکھ رکھتی ہے اپنے ہاتھ کے جواہر میں سے اسی جوہر کا انتخاب کرتی ہے جو عمدہ اور قیمتی ہوتا ہے) اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کارواں کا مردِ مجاہد، ان ممبر ومحراب کا مرد درویش، ہر دردمند دل کا رفیق اپنے رفیقِ اعلی سے جاملا

(انا للّٰہ وانا الیہ راجعون)، یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ موت گوہروں میں سے اس نایاب و کمیاب کا انتخاب کرتی ہے جو سب سے جدا، سب سے الگ، سب کا رفیق وہم نوائے انسانیت ہوتا ہے انسانیت اس مردآہن ونایاب گوہر کو صفحۂ قرطاس پر اجلے وسنہرے حروف کی مزین عبارت میں حضرت اقدس الحاج مولانا محمد کامل نوراللہ مرقدہٗ کے نام سے جانتی پہچانتی رہے گی، حضرت اقدس نے قصبہ کاندھلہ کے ایک دینی وتہذیبی وثقافت کے علمبردار خاندان میں آنکھیں کھولیں، وہیں حضرت کی پرورش وتربیت وسرائے طفولیت کا وہ زمانہ گزرا جو ہرطرح کے دردوغم خوف وخطر سے آزاد زمانہ ہوتا ہے، ابتدائی تعلیم کا آغاز اسی قصبہ سے مدبرومشفق اساتذۂ کرام کے زیر سایہ شروع ہوا، اساتذۂ کرام نے اس گوہر کو نایاب بنانے کیلئے اسے زندہ جاوید صلاحیتوں کا خوگر بنانے کیلئے سوزعشق سے گرمانا شروع کردیا ان کی نگاہِ دوربین مشاہدہ کررہی تھیں کہ یہ ننھا سا کمل صفحۂ قرطاس کی اجلی عبارت ہے، یہ وہ عبارت ہے جس سے ہزاروں تشنگانِ علم وفن سیراب ہونگے جس کی چمک دمک سے ہزاروں دیئے روشن ہونگے۔

ابتدائی تعلیم کے بعد علمی تشنگی کی سیرابی کیلئے شوقِ سفر کشاں کشاں دارالعلوم دیوبند لے چلا وہاں علمی، ادبی، تہذیبی وثقافتی فضاء میں یہ ستارہ گردش کرنے لگا، اساتذۂ کرام جو سب فکرونظر، علم وعمل، زہدوتقوی اور قرطاس وقلم کے تاجور فکروتحقیق سے شناور تھے، ان سے زانوے تلمذ تہہ کرکے اپنی علمی وروحانی تشنگی کو سیراب کرنے میں ہمہ تن مصروف ہوگئے، اسی دوران فدائے ملت حضرتِ اقدس مولانا اسعد مدنیؒ کی مقناطیسی شخصیت، علم وعمل کے بے لوث دریا نے آپکو بے انتہا متأثر کیا، ان کی اثرانگیزی اور شفقت وعنایات کا ماحصل یہ ہوا کہ مستقبل کے کارواں کا یہ امیر انکا دستِ گرفتہ بن گیا، ان کی مجلسوں میں گاہے گاہے بازیابی کا شرف بھی حاصل ہوتا رہا، حضرت کو اس ماہتاب میں وہ تپش ونورانیتِ قلب کا وہ خمیر نظر آیا جس سے اس سوتی اونگھتی انسانیت میں ہمیں سرسبز وشادابی نظر آرہی ہے، حضرت نے اپنا دستِ شفقت دراز کیا وتعلیم کیساتھ ساتھ چراغِ اصلاح بھی جلنا شروع ہوگیا، بزرگوں کی ان کیمیا اثر نگاہوں کا فیض تھا کے مولانا نے اس شعر کو اپنے دامن میں سمولیا۔

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی　　کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحرگاہی

اس علم پرور اور رشک آور ماحول سے جس میں قاسمؒ کی ذہانت وفراست ورشیدؒ کی فقاہت و

بلاغت، علماء حق کے لہو کی آمیزش تھی پوری طرح مستفیض ہوتے رہے، اوران قرطاس وقلم کے تاجوروں کے زیرِنظر اپنی تشنہ کامی کا سامان کرتے رہے، آپ کے خمیر میں، آپکے رگ وریشے میں یہ بات رچ بس گئی تھی کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ اگر خشیت قلب، انابتِ الی اللہ، تضرع وآہ سحر گاہی کی چاشنی نہ ملی تو یہ سب کاغذی پھول ہیں اور کاغذی پھولوں میں خوشبوئیں نہیں ہوتی، انسانیت کے اس غم گسار نے اپنے آئینۂ دل کو بچا بچا کر رکھا اور اسے ٹوٹنے نہ دیا اور آئینہ ساز کی نگاہ میں عزیز تر ہوتے گئے اوراس خاموش ودزدیدہ اثر کیساتھ تعلیمی مرحلے سے رسمی فراغت حاصل کی اور منصب امامت سے وابستہ ہوگئے، یکسوئی کیساتھ اصلاح نفس واصلاحِ باطن سے خود کو مربوط کرلیا، عوام الناس کے پژمردہ قلوب کی روح کی تسکین کے سامان کو جوان کیمیائی اثر انگیز نگاہوں کے طفیل میں آپکے رگ وریشہ میں پیوست ہوچکا تھا، اس میں جدت ونورانیت کی چاشنی وحلاوت پیدا کرنے کیلئے ہرممکن تگ ودو میں مصروف ہوگئے، یہ وہ وقت تھا جب ایک کلی کے کھلنے کا مناسب وموزوں سماں ہوتا ہے اسے مجبور ہونا پڑتا ہے، کیونکہ اس کے قلب کی خوشبو بے چینی واضطراب اسے کھلنے پر مجبور کردیتی ہے پھر پھول کی صورت میں اس کا وجود مکمل ہوتا ہے، بھونرے دیوانہ واراس کی خوشبو ومہک سے ہرچند بہرہ ور ہوتے ہیں، اب اس مجسم عمل پیہم سراپا صدق وصفا کے پھول میں وہ کرب پیدا ہوگیا جو اپنا درد بھول کر دوسروں کا درد محسوس کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، انسانیت کے درد میں گھلنا جانتا ہو، اور مولانا کی ذات میں یہ تمام اوصاف بدرجۂ اتم موجود تھے۔

ایک مرتبہ والد ماجد عاشق ملت حضرت الحاج مولانا حکیم محمد عبداللہ مغیثی صاحب مدظلہٗ نے اپنی مجلس میں مولانا کے محاسن واوصاف وکمالاتِ زمانہ طالب علمی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمارہے تھے کہ کامل تو حقیقتاً بچپن سے ہی کامل تھے اور جو اعتدال پسند مزاج بچپن میں تھا وہی مزاج، وہی طبیعت ہمیشہ ان کے ضمیر کا خاصہ رہی ہے، مولانا بہت ہی کریم النفس درویش صفت، نیک طینت اور بھولے بھالے انسان تھے، ان کی زندگی سادگی سے عبارت تھی، عاجزی وفروتنی میں وہ اپنی مثال آپ تھے اتقاء وپرہیزگاری انکا طرۂ امتیاز تھا، انکی شکل وصورت، لباس وگفتگو میں شگفتگی، دلکشی اور ہر چیز سے خاکساری وبے نیازی کا اظہار ہوتا تھا، انکی تقریر ومواعظ حسنہ میں معانی ومطالب کا دریا موجزن ہوتا تھا علامہ اقبالؒ کے ذہن میں مردمومن کا جو تصور تھا۔

؎ یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم　　جہادِ زندگانی میں ہے یہ مردوں کی شمشیریں

مولانا اس کی جیتی جاگتی تصویر تھے وہ نالہ نیم شبی اور فغانِ صبح گاہی کی لذت سے آشنا تھے، انہیں دیکھ کر قرنِ اول کے خشوع وخصوع سے لبریز شہسواروں کی یاد تازہ ہوجاتی تھی، مولانا کو ظاہری جاہ وحشم سے کوئی رغبت نہ تھی لیکن شاید انکی غیور طبیعت نے اسے گوارا نہ کیا، خود پرستی، خود بینی، خودنمائی کے اس خودغرض خود پرست دور میں اتنی سادہ اور بے لوث زندگی گزارنا ہر آدمی کے بس میں نہیں ہے، وہ ہر اعتبار سے اکمل تھے، مولانا کا وہ درد، وہ قلق، ملت اسلامیہ میں پھیلے اوہام وخرافات کے تئیں فکرمند رہنا انکی آہ وسحر گاہی کا وہ سوز وگداز مولانا کو اس سرزمیں کی طرف لے چل پڑا جس سے چولی دامن کا ساتھ قدرت خداوندی نے پہلے ہی نوشتۂ تقدیر میں لکھ دیا تھا اور جس کی جھلک نالۂ نیم شبی وفغان صبح وگاہی کے شناور اساتذۂ کرام نے اپنے دست شفقت سے آپکی طبیعت میں ودیعت کیا تھا، تو سرزمین گڑھی دولت نے آپ کے قدوم لزومِ میمونت کا پر جوش خیر مقدم کیا اور آپ کی قدم رنجائی پر لبیک کہتے ہوئے آپ کے خلوص وایثارِ وفا کو سلام کیا، مولانا نے جامعہ بدر العلوم کی آبیاری کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا تھا، اپنے لہوجگر سے اس کی سرسبز وشادابی کو پروان چڑھانے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا، علاقہ میں قرب وجوار میں مولانا نے گھوم گھوم کر لوگوں کے دلوں میں تعلیم کی اہمیت کو جگایا، قرآن سے ٹوٹے ہوئے رشتے کو پھر وہ ہوا دی کہ جس ٹمٹماتے ہوئے دیئے کو آج ہم سرسبز وشاداب نیر وتاباں بدر منیر اشاعت وعلوم کے روشن چراغ کی صورت میں دیکھ رہے ہیں، اس کے محیر العقول وغیر معمولی علم وفن کے فیض کو بچشم فخر دیکھ رہے ہیں اور اس کی فلک بوس دلکش عمارتوں کا بچشمِ خود نظارہ کر رہے ہیں، اور یہ کہہ کر دل کو تسلی دے رہے ہیں کہ

جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے

اللہ تعالی نے آپ کو انفرادی واجتماعی کام کرنے کی قوت واستطاعت خوب تر عطا فرمائی تھی، اکثر فرمایا کرتے تھے کہ بھائی جو کام بھی اللہ کی رضا اور خوشنودی کیلئے کیا جاتا ہے وہ ہمیشہ اپنی پہچان چھوڑ جاتا ہے اور تا حیات باقی رہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ خود کام کر لینا قدرے آسان ہوتا ہے؛ لیکن افراد سازی کرنا اور مختلف میدانوں کیلئے انھیں تیار کرنا بہت مشکل کام ہے اور یہ کام وہی کرسکتا ہے جس کو قدرت نے جوہر شناسی کا فن عطا کیا ہو، مولانا موجودہ معاشرہ کی بدحالی، دین سے بے رغبتی پر بہت غمگین رہتے اور اپنی تقریروں میں اس طرف توجہ دلاتے تھے کہ بھائیوں سدھر جاؤ سنبھل جاؤ

یہاں ہمیشہ نہیں رہنا ہے، اللہ تعالی سے رشتہ جوڑلو، دنیا سے تعلق توڑلو کامیاب ہو جاؤ گے، اپنے بزرگوں کا احترام اور مدارس سے محبت کا داعیہ اپنے دل میں پیدا کرلو پھر تمہیں دونوں جہاں کی راحتیں میسر ہونگی، تقریر سیدھے سادے انداز میں کرتے مشفقانہ تواضعانہ لہجے میں بات کرتے انکی صحبتِ اخلاص سے نہ جانے کتنے دل آباد ہوئے، کتنے اللہ کے بندے ہیں مولانا کے ہاتھ میں ہاتھ دینے سے انکی دنیا بدل گئی، حکمت وبصیرت سے نکلے الفاظ اثر کر جاتے ہیں اور دل سے صدا آتی ہے:

درد کی دوا پائی درد بے دوا پایا

مولانا سے تعلق رکھنے والوں کی زیادہ تعداد ان اشخاص کی ہے جن کا معاشرہ میں کوئی مقام نہ تھا، جو کسی کی توجہ کا باعث ہی نہ تھے، لیکن مولانا انکو اپنی مجلسوں میں جگہ دیتے، ان کیساتھ شفقت کا معاملہ کرتے، دسترخوان پر کبھی کسی کو نظرانداز نہ کرتے، گفتگو میں کبھی بے اعتنائی نہ برتتے، کوئی بیوقت آئے، آرام کے وقت آئے، ضرورت سے یا بے ضرورت آئے، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ استقبال کیلئے پہلے سے ہی بیٹھے ہیں، عہدوں کا تذکرہ ان کی پذیرائی، دولت کا تذکرہ انکی عزت و توقیر سے کونسی مجلس پاک ہوگی، ڈھونڈنی پڑتی ہیں ایسی مجلسیں، ایسے افراد جن کی مجلس میں عزت ملتی ہو، دین کی بنیاد پر، علم وعمل کی بنیاد پر مولانا کی مجلسیں کماحقہٗ ایسی ہی نادر ونایاب شگوفوں کا گلدستہ رہی ہیں۔

مولانا مرحوم حلیم الطبع خوش مزاج تھے بے اختیار آپکی صحبت میں حاضر ہونے کو دل چاہتا، مولانا اپنی عمر کے اخیر میں تھے کہ صحت وتندرستی نے ساتھ چلنا چھوڑ دیا طبیعت کمزور رہنے لگی جس کی وجہ سے ضعف بڑھتا گیا، بالآخر مولانا کو میرٹھ ہاسپٹل ایڈمٹ کردیا گیا اور کئی دنوں تک زندگی وموت کی کشمکش سے جوجھتے رہے لیکن صبر واستقلال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹنے دیا، جب بھی افاقہ ہوتا، نماز وذکر وتسبیح کی کوشش کرتے، بالآخر اپنے رب حقیقی سے جا ملے اور روح پرواز کرگئی انا للہ وانا الیہ راجعون مبارک تھی ان کی زندگی، مبارک تھی ان کی بیماری، مبارک تھی ان کی موت، زندگی گزاری دعوتِ دین میں، بیماری گزاری صبر واستقامت میں، موت آئی خدائے واحد کی بندگی کے ساتھ۔

فتی کلما فاضت عیون قبیلة   وما ضحکت عند الاحادیث والذکر

اس نوجوان کی یاد میں جب خاندان کے لوگ خون کے آنسو روتے ہیں تو اسکے کارناموں کے ذکر سے مجلس زعفران زار ہو جاتی ہے، سچی بات تو یہ ہے کہ ہم نے مولانا کو کھو کر دین کے ایک مخلص داعی، ملت کے بے لوث خادم، ایک عارف باللہ، ایک دور بیں مربی، ایک رہبر فرزانہ کو کھو دیا۔

جانے کیسے کیسے لوگ دنیا سے رخصت ہو گئے
فرشتے چل رہے تھے جیسے کارواں کے ساتھ

حضرت دنیائے اسلام کا ایک دھڑکتا دل اور اسلام کی پیشانی کا نور تھے، اس تاریک ترین دور میں گویا مسلمانوں کا ایک سورج غروب ہو گیا، ایک فرد نہیں بلکہ افراد سازی کے شہسوار کا خاتمہ ہو گیا۔

جانے والے تیری مقدس روح کو سلام　　　تیری قربانی کو سلام تیری عظمت کو سلام

☆......☆......☆

☆......☆

آپ واقعتاً نمونۂ اسلاف تھے

از: مولانا محمد الیاس صاحب مفتاحی
مہتمم جامعہ اسلامیہ بیت العلوم محمود نگر پپلی مزرعہ (ہریانہ)

حضرت مولانا محمد کامل صاحب نور اللہ مرقدہ کی زندگی ماشاء اللہ اظہر من الشّمس ہے، آپ ہمیشہ حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمہ اللہ کے معتمد علیہ اور جمعیۃ علمائے ہند کے مخلص خادم رہے، آپ ہمیشہ حضرت فدائے ملت رحمہ اللہ کے شانہ بشانہ کام کرتے تھے۔

آپ حقیقتاً ''من تواضع للّٰہ رفعه اللّٰہ'' کے مصداق تھے، تواضع آپ کے رگ وریشہ میں پیوست تھی، سادگی اور صفائی آپ کا اوڑھنا بچھونا تھی، آپ کی شخصیت میں ایک عجیب قسم کی دل آویزی تھی، آپ کی زندگی علم وعمل کا جیتا جاگتا ثبوت تھی، اصلاحِ معاشرہ پر آپ کی خاص توجہ تھی، آپ پورے علاقہ کی ہر دل عزیز شخصیت تھے۔

شادی بیاہ کے موقع پر عوام آپ سے نکاح پڑھوانے کے متمنی رہتے، آپ پوچھتے باراتی کتنے ہیں؟ اگر پانچ سے زائد بتلاتے تو آپ عذر فرما دیتے، لوگ آپ کی شرکت کو سعادت سمجھتے؛ اس لیے کم بارات لے جاتے؛ بلکہ کم بارات لے جانا لوگوں کا مزاج بن گیا، آپ نے لوگوں کو مانوس کر کے اصلاحِ معاشرہ کا وہ کام کیا جو آپ کی زندگی کے سنہرے حرفوں میں لکھنے کے قابل ہے۔

آپ کی ہستی ملت اسلامیہ کے لیے ایک نعمت عظمیٰ سے کم نہ تھی، آپ واقعتاً نمونۂ اسلاف تھے، ایثار وقربانی، ہمدردی، خاک ساری وملنساری آپ کے امتیازی اوصاف تھے، ہمیشہ استغناء کی کیفیت آپ پر غالب رہی، اور ''لا یخافون لومۃ لائم'' کا مصداق بنے رہے، سفر وحضر میں اپنے ذاتی معاملات کے بہت زیادہ پابند تھے، اور قرآن کی تلاوت کا بہت زیادہ اہتمام کرتے دیکھے گئے۔

دعاء ہے کہ باری تعالی مرحوم کی قبر کو نور سے منور فرمائے، اور درجات کو بلند فرما کر کروٹ کروٹ راحت نصیب فرمائے، اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے، اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

جس سے ملتی تھی ہدایت، آہ رخصت ہوگیا

از: مفتی محمد عباس صاحب بجرولوی
مہتمم جامعہ اصلاح المسلمین بجرول، ضلع باغپت

باسمہ تعالیٰ

الحمد لله الذی أنزل علی عبده الکتاب و لم یجعل له عوجا، والصلاة والسلام علی أشرف الأنبیاء محمد و آله وأصحابه أجمعین . قال الله عز وجل:
﴿کل من علیها فان، ویبقی وجه ربک ذو الجلال و الإکرام﴾ .

مورخہ ۱۵؍ربیع الاول ۱۴۳۶ھ مطابق ۷؍جنوری 2015ء بروز بدھ صبح، علم وعرفان، خلوص وللّٰہیت، جرأت وبسالت اور سلوک وطریقت کا آفتاب ۸۴؍سال کی ضیا پاشیوں کے بعد میرٹھ کی افق میں روپوش ہوگیا، اور اس احساس کے ساتھ کلیجہ منھ کو آتا ہے کہ قطبِ عالم، پیر طریقت، حضرت شیخ الاسلامؒ کے خادمِ خاص، فاضل دارالعلوم دیوبند، حضرت فدائے ملت مولانا سید اسعد مدنی نوراللہ مرقدہ کے معتمد خاص اور اجل خلیفہ، حق وصداقت کے ترجمان، اخلاص وللّٰہیت کے پیکر وجمیل عزم واستقلال کے کوہِ گراں مایہ، امانت ودیانت کے خوگر، زہد وورع کی عظیم مثال، اخوت ومروت کے پاس دار، امن وسلامتی کے علم بردار، خدمتِ خلق کے عظیم شاہ کار، استاذ العلماء، شیخ المشائخ، امیر الاولیاء، حضرت اقدس مولانا محمد کامل صاحب نوراللہ مرقدہ مہتمم جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت ہمارے درمیان نہیں رہے، اور رب العالمین کی جوارِ رحمت میں پہنچ گئے، **إنّا للّٰهِ وإنّا إلیه راجعونَ !**

علماء وصلحاء اور بزرگوں کی سرزمین کاندھلہ میں ۱۹۳۲ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم گڑھواں والی مسجد بعدہ مدرسہ نصرۃ الاسلام جامع مسجد قصبہ کاندھلہ میں ہوئی، اس کے بعد حضرت مولانا محمد ادریس صاحب شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند کے ہمراہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، اور ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۲ء تک درسِ نظامی کی تکمیل کی۔

فراغت کے بعد اپنے اکابر واساتذہ کے مشورہ سے موضع ٹپرانہ ضلع شاملی میں منصبِ

امامت اور تدریس پر فائز ہوئے، روزانہ مسجد میں قرآن کریم کی تفسیر کرتے، اصلاحی کاموں میں مشغول رہتے، قرب وجوار کے دیہات میں دینی واصلاحی سفر فرماتے اور انتھک کوشش میں لگے رہتے کہ مسلمانوں سے غیر اسلامی رسم ورواج ختم ہو اور صالح معاشرہ وجود میں آئے۔

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ اسی نیت سے موضع گڑھی دولت میں بار بار تشریف لاتے رہتے، آپ کی مخلصانہ کاوشوں سے باشندگان گڑھی دولت میں دینی مدرسہ قائم کرنے کا داعیہ پیدا ہوا اور گاؤں میں مدرسہ کی بنیاد پڑی۔

آپ موضع ٹپرانہ میں رہتے ہوئے مدرسہ کے حالات سے باخبر رہتے اور اکثر تشریف لاکر مفید مشوروں سے نوازتے رہتے، پھر وہ وقت بھی آ گیا کہ جب حضرت مولانا زاہد حسنؒ کے مشورہ سے ذمہ داران مدرسہ کی درخواست پر حضرت والا نے منصبِ اہتمام توکلاً علی اللہ قبول فرمالیا اور آپ مستقل مدرسہ میں جلوہ افروز ہوگئے۔ اور جامعہ کی خدمت میں تن من دھن سے لگ گئے، ایک چھوٹا سا مدرسہ آپ کی محنت، لگن، جہدِ مسلسل اور مخلصانہ دعاؤں کے نتیجہ میں بام عروج پر پہنچ گیا، مدرسہ سے جامعہ اور جامعہ سے ملتِ اسلامیہ ہند کا ڈھڑکتا ہوا دل بن گیا۔

جمعیت علمائے ہند:

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کو جمعیۃ علمائے ہند سے، جمعیۃ کے اکابر سے، بالخصوص شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ اور ان کے خانوادہ سے جو خصوصی تعلق اور قلبی لگاؤ تھا اور جیسی فدائیت تھی، اُس کو عشق کے علاوہ کسی اور لفظ سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت اقدس کو جمعیۃ کے ساتھ والہانہ وابستگی تھی، اس کے ہر پروگرام میں نہایت انشراح کے ساتھ شریک ہوتے، ان کا یہ تعلق انتہائی مخلصانہ تھا، انھوں نے نہ کبھی عہدہ کی خواہش کی اور نہ خود کو کبھی نمایاں کرنے کا قصد کیا، وہ ہمیشہ خادمانہ کام کرتے رہے اور اسے اپنی سعادت سمجھتے رہے، ان کا ضمیر مطمئن تھا، جب جمعیۃ کے کسی پروگرام میں شریک ہوتے تو ان کے چہرے پر وہی مسرت اور طمانینت جھلکتی جو کوئی عبادت گذار اپنی عبادت سے فارغ ہونے کے بعد محسوس کرتا ہے۔

مولانا نہایت متواضع، منکسر المزاج، قناعت پسند اور سادہ زندگی کے دل دادہ تھے، نام ونمود اور شہرت طلبی سے طبعی نفرت تھی، ہر قسم کے ہنگامہ سے الگ تھلگ رہ کر گوشۂ تنہائی میں ذکر الٰہی میں مشغول رہنا محبوب مشغلہ تھا۔

خداوند قدوس نے حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کوان گنت خوبیوں کا مجموعہ بنایا وہ بیک وقت شیخِ زماں، علم وعمل کے پیکر، سنت وشریعت کے اعلیٰ درجہ کے عامل، سلوک وتصوف کے ماہر، جمعیۃ علماء مظفر نگر بعدہ شاملی کے صدر، فہم وفراست اور تدبر وسیاست کے قائد عظیم، طوفاں وحوادث کی بلاخیز موجوں سے ٹکر لینے والے خدائی تیر، بے شمار مدارس کے روحِ رواں اور سرپرست، لاتعداد تنظیموں کے رکن رکین تھے، آپ صاحبِ کرامت وکشف بزرگ تھے، بہت سے احباب نے حضرت کے کرامت وکشف کے واقعات مجھے سنائے ہیں، ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان سے فجر کی نماز قضاء ہوگئی، دس گیارہ بجے حضرت سے ملاقات ہوئی، تو حضرت نے ارشاد فرمایا: ''استغفر اللّٰہ نماز قضاء کرتے ہو، شرم نہیں آتی''۔

اصلاحی انداز:

اصلاحی انداز بالکل منفرد تھا، جب کسی کو کوئی غلطی کرتے ہوئے دیکھتے، یا خلافِ سنت وضع قطع دیکھتے، تو اس کو اپنی طرف منسوب کرکے مخاطب کی اصلاح فرماتے، مثلاً اگر کسی کا پائجامہ یا لنگی ٹخنوں سے نیچے ہوتا، تو اس سے یوں فرماتے: ''بھائی دیکھو! میرا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے تو نہیں ہے''، تو اس سے مخاطب سمجھ جاتا اور اپنا پائجامہ درست کرلیتا۔

بیعت وارشاد:

آپ حضرت شیخ الہند کے تلمیذِ خاص حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور ایک عرصہ تک حضرت کی رہ نمائی ونگرانی میں سلوک کے منازل طے کیے، حضرت کے سانحۂ ارتحال کے بعد یہ سعادت بخش سلسلہ منقطع ہوگیا، اس کے بعد آپ نے حضرت فدائے ملتؒ سے رجوع کیا۔ چوں کہ صلاحیت واستعداد پہلے سے موجود تھی، مزید برآں شیخ کامل کی صحبت بھی حاصل ہوگئی؛ اس لیے تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کو حضرت فدائے ملتؒ کے متوسلین میں ممتاز حیثیت حاصل ہوگئی اور نہایت برق رفتاری سے سلوک کے منازل طے کرکے خلافت واجازت سے مشرف ہوئے۔ تحصیلِ خلافت کے بعد بزرگوں کے طریقہ کے مطابق بیعت وارشاد کا سلسلہ شروع کیا اور جو کوئی بھی سلسلہ میں داخل ہونا چاہتا اسے سلسلہ میں داخل فرمالیا کرتے۔

حضرت فدائے ملتؒ کے ایماء پر حضرت اقدسؒ نے جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت میں مجلسِ ذکر منعقد کرنے کا اہتمام کیا اور ہر مہینہ کی آخری جمعرات میں ذکر کی مجلس ہوتی تھی، جس میں کثیر مقدار میں عوام وخواص شریک ہوکر إلا الله کی ضربیں لگاتے اور شیخِ کامل سے روحانی بیماریوں کا علاج کراتے۔ حضرت کی زندگی میں یہ مجلسِ ذکر پابندی سے ہوتی رہی اور اب بھی خانقاہی نظام قائم ہے، حضرت اقدس کے بڑے صاحبزادے وخلیفہ وجانشین حضرت مولانا محمد عاقل صاحب دامت برکاتہم مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت کی زیرنگرانی متوسلین سلوک کے منازل طے کرتے ہوئے اپنے مولی سے لولگاتے ہیں اور اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی سعی میں لگے ہوئے ہیں، گذشتہ رمضان المبارک کے عشرۂ اخیرہ میں حضرت موصوف کی معیت میں بڑی تعداد میں عوام وخواص نے اعتکاف کیا۔

جامعہ اصلاح المسلمین بجرول:

جامعہ سے حضرت والا کو خاص لگاؤ تھا اور یہ لگاؤ آخری دم تک قائم رہا، اپنی گونا گوں مصروفیات، علالتِ طبع وپیرانہ سالی کے باوجود سہ ماہی امتحان ہو یا شش ماہی، سالانہ اجلاس ہو یا سالانہ امتحان، انجمن اصلاح البیان کا اختتامی پروگرام ہو یا اور کوئی موقع، خدامِ مدرسہ کی حقیر دعوت پر برابر تشریف لاتے، اور بہت سی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ حضرت کی طبیعت علیل، سفر کرنے کی ہمت نہیں، خدام مدرسہ نے دعوت دیدی اور ہمیں یقین ہوتا کہ حضرت تشریف نہیں لائیں گے، ہم حضرت کے خدام سے رابطہ کرتے، وہ مذبذبین بین ذلک کا جواب دیتے، وقت متعین آتا حضرت تشریف لے آتے۔

جامعہ کے بارے میں غیر معمولی دلچسپی لیتے، جامعہ کے جملہ حالات معلوم کرتے، حتی کہ آمد وصرف کی تفصیل تک معلوم کرتے، کبھی بقرعید سے اگلے روز فون کرتے: بھائی! چرم کا چندہ کتنا ہوا؟ تفصیل معلوم کرکے خوش ہوتے اور دعا دیتے۔

جامعہ کا ایک روزہ اجلاس عام:

حضرت بڑے مفید مشورہ دیتے اور اپنی دوربین نگاہوں اور خدائی بصیرت سے وقت سے پہلے بڑے بڑے خطروں کو محسوس کرلیا کرتے، جو ہر کس وناکس کی بس کی بات نہیں، جامعہ کا

اجلاس عام روز اول سے رات اور دن کا ہوتا تھا، اور یہ روایت شروع سے برابر چلی آرہی تھی، حضرت اقدسؒ نے ایک مرتبہ فرمایا: حضرت مفتی صاحب، اب آپ دن کا جلسہ کیا کرو! حضرت نے جب یہ مشورہ دیا، وہ جلسہ کا قریب کا زمانہ تھا، میں نے سوچا عوام کو ایک دم سمجھانا مشکل ہے، چلواب کی بار اور رات دن کا جلسہ کرلیں، پھر آئندہ عوام کی ذہن سازی کرکے دن دن کا جلسہ کیا کریں گے انشاء اللہ العزیز؛ لیکن جب حضرت جلسہ میں آئے تو یوں ارشاد فرمایا: بدنام ہو کے ہی رات کا جلسہ بند کروگے، بہتر ہے اس سے پہلے دن دن کا جلسہ کرو، اور یہ ارشاد حاکمانہ انداز میں فرمایا، بس پھر خدام مدرسہ نے بھی تمام حکمتیں، مصلحتیں، مدرسہ کی زیادہ آمدنی کا لالچ سب بالائے طاق رکھ کر دن دن کا جلسہ کرنے لگے، جامعہ کا یک روزہ سالانہ اجلاس حضرت اقدسؒ کے حکیمانہ مشورہ پر عمل ہے، اس سے ہمیں بہت فائدہ ہوا، مدرسہ کا خرچ کم ہوا اور آمدنی جس کے کم ہونے سے ہم خدام ڈرتے تھے، پہلے سے زیادہ ہوئی۔

جامعہ اصلاح المسلمین میں مجلس ذکر کا اہتمام:

حضرت اقدس علیہ الرحمہ کے یہاں جو ذکر کی مجلس ہوتی تھی، بندہ بھی ایک طالب کی حیثیت سے برابر شریک ہوتا تھا، حضرت بڑی ذرہ نوازی فرماتے، شفقت ومحبت کا معاملہ فرماتے، حضرت کی مجلس میں اہل علم کی کثرت ہوتی، پھر بھی مجھ سے تقریر کراتے، کبھی اختتامی دعا کراتے۔

ایک مرتبہ مجھ سے یوں فرمایا: ارے بھائی! تم بھی بجرول میں ذکر کی عمومی مجلس کیا کرو۔ میں نے اپنی کم اہلیت کی بناء پر معذرت کردی کہ حضرت ضرورت تو ہے نہیں، میں تو آں حضور کے یہاں شریک ہوجاتا ہوں، پھر حضرت نے مسکرا کر فرمایا: تم تو یہاں آجاتے ہو، قرب وجوار کے حضرات کا کیا ہوگا؟ وہ کہاں جائیں گے؟ پھر خود بخود ارشاد فرمایا: اپنے متوسلین ومتعلقین کو اطلاع کردو بتاریخ یکم ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ مطابق ۱۹/نومبر ۲۰۰۹ء جامعہ اصلاح المسلمین بجرول میں ذکر اللہ کی عمومی مجلس ہوگی اور میں بھی آؤں گا۔ چناں چہ وقت مقررہ پر حضرت نے آکر مجلس ذکر کا افتتاح کیا، ذکر کے فضائل وفوائد بیان کیے، اہمیت ذکر کو سمجھایا، اللہ کے فضل وکرم اور حضرت کی مستجاب دعاؤں کی بدولت اس دن سے تادم تحریر مجلس ذکر مہینہ کی پہلی جمعرات وجمعہ کو برابر ہوتی

رہتی ہے، ہمیں یہ امید بھی نہیں تھی کہ ایک جٹیاتی گاؤں میں عوام اور اہل علم کی کثیر تعداد ماہانہ پہنچ جائیں گے۔ امید سے کہیں زیادہ احباب و متعلقین ماہانہ پہنچ جاتے ہیں اور ذکر اللہ سے اپنے قلوب کو جلا بخشتے ہیں۔

باری تعالی سے دعا ہے اللہ تعالی مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے اور پسماندگان اور ہم سب کو صبر جمیل کی ہمت دے اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حال دل کس کو سنائیں کون دے گا مشورہ
جس سے ملتی تھی ہدایت، آہ رخصت ہوگیا
اب اہل چمن تجھ کو بہت یاد کریں گے
ہر شاخ پہ اپنا ہی نشان چھوڑ گیا ہے
ابھی کیا ہے تجھے ڈھونڈیں گے اک دن کارواں والے
کہ مرجانے پہ قدر آدمی کی معلوم ہوتی ہے
ویراں ہے میکدہ خم وساغر اداس ہے
تم کہاں گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے
ہوا تھی گو تند وتیز؛ لیکن چراغ اپنا جلا رہا تھا
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیئے تھے انداز خسروانہ

☆......☆......☆

☆......☆

پیدائشی ولی

از: مولانا محمد عمران صاحب کاندھلوی
مہتمم مدرسہ حسین پور کلاں، مظفر نگر

مشفق الامت حضرت الحاج مولانا محمد کامل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ وجانشین محترم جناب مولانا محمد عاقل صاحب مہتمم جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت کا حکم ہوا کہ آپ بھی کچھ تحریر کردیں، ورنہ تو حضرت استاذِ محترم کی کس کس شان کو قلم بند کیا جاسکتا ہے۔

میرے دادا محمد عثمان خاں صاحب جو جامع مسجد کاندھلہ میں فی سبیل اللہ مؤذن بھی رہے اور امام بھی، ان کی نظر جب مولانا محمد کامل پر پڑی تو انھوں نے خاص نگرانی تعلیمی وتربیتی شروع کی اور مولانا عبدالجلیل خاں صاحب سے کہا: دیکھو! یہ باصلاحیت لڑکا ہے، اس پر خاص نظر رکھنا، غیر حاضری پر رنج کرتے تھے، ایک روز شام میں جب مدرسہ نصرۃ الاسلام جامع مسجد میں مولانا کامل صاحبؒ کو نہ پایا تو مولانا کے مکان پر جاکر مولانا کی والدہ سے معلوم کیا کہ کامل کہاں ہے؟ مولانا کی والدہ نے کہا: آج پھران کے والد نے کھانا لے کر جنگل بھیج دیا ہے، میرے دادا ناراض ہوکر چلے آئے، شام کو ہاتھ پکڑ کر لے آئے، اپنے پاس رکھا، کھلایا، سلایا اور کہا: اب یہ میرا بیٹا ہے، اگلے روز مولانا کے والد ظہر کی نماز میں آئے اور نظریں نیچی کرکے فرمایا کہ کامل کو کھانا کھانے تو بھیج دیجئے، دادا صاحب نے کہا: بس تمہارا کھانا بہت کھالیا، تم اس کو کسی قابل نہ ہونے دوگے، والد صاحب چلے گئے، پھر تاکید کرکے شام کو گھر پر بھیج دیا کہ بالکل مدرسہ کی غیر حاضری نہ ہو، اور بڑی شفقت سے روک ٹوک کرتے رہے۔ پھر حضرت کا دار العلوم دیوبند میں داخلہ ہوگیا، دادا حضرت مدنیؒ سے بیعت تھے، دادا نے حضرت مدنی سے فرمایا کہ یوں سمجھنا کہ یہ لڑکا میرا ہے، اس کو آزاد نہ چھوڑا جائے، پھر مدنی مسجد میں حضرت کو امام بنادیا اور حضرت مدنیؒ کی آپ پر خاص نظر رہی، جس جوہر کو مولانا کامل کے اندر دادا صاحب نے محسوس کیا، اسی کو حضرت مدنی نے بھی محسوس کیا۔

جب حضرت مولانا کامل صاحب جامع مسجد میں میرے دادا سے ملنے آیا کرتے تھے،

نظریں نیچی ہوتیں اور دادا مرحوم دیکھ کر کھڑے ہوکر سینے سے لگاتے اور دعا دیتے، بتلانا یہ ہے کہ مولانا پیدائشی ولی تھے، اہل نظر نے محسوس کر کے حفاظت سے منزل کی طرف رہبری کی، میں نے ایک سال ۱۹۶۹ء میں شرح جامی بحث اسم وفعل بدرالعلوم میں پڑھی، اور ایک پاؤ پارۂ عم کا ترجمہ مولانا کامل صاحب سے پڑھا۔ آج ان کی یاد ستاتی ہے، ہم میں سے اگر کوئی سا بھائی اور میرے لڑکے بھی اگر جاتے تو شفقت اور ادب سے پیش آتے، ایک دفعہ میں کافی روز میں گیا، کافی لوگ جمع تھے، مولانا کامل صاحبؒ نے آنسو بہاتے ہوئے فرمایا: ان کے دادا اگر مجھ پر ہاتھ نہ رکھتے تو پتہ نہیں میں بھی کہاں ہوتا، ان کے بڑوں کا مجھ پر بڑا احسان ہے، کہیں جلسہ میں حضرت گئے اور میں بھی گیا تو خاموشی سے سو (۱۰۰) روپیہ مجھ کو عنایت فرماتے، میں شرمندہ ہوتا تو فرماتے: بھائی! میں گھر سے یہی نیت کر کے چلا تھا کہ ان کو دوں گا۔ آہ! پچھلے بزرگوں کی جھلک حضرت کے اندر موجود تھی، ﴿وَ كُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ﴾ پر عمل ہوا تو اولیاء اللہ کے اوصاف مولانا کامل صاحبؒ کے اندر منتقل ہوئے۔

علمی مقام:

علمی مقام ان کے سامنے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ مشکل عبارت کو کتنی آسانی سے ذہن نشین فرماتے، طلبہ کا ذہن قبول کر لیتا تھا، فارسی پڑھنے والوں سے فارسی میں، عربی پڑھنے والوں سے عربی میں کلام فرماتے تاکہ ان کو مشق ہو۔

انتظام:

مدرسہ بدرالعلوم کہاں سے کہاں پہنچایا، آمد وخرچ، طلبہ، مدرسین، درس وتدریس کا نظم کتنا اچھا چلایا، گاؤں دیہات میں رات دن کے اسفار چلتے رہتے تھے مخلوق کو اللہ نے ایسا گرویدہ کر دیا تھا کہ ایک اشارہ پر جان ومال کی قربانی دینی لوگوں نے اپنی سعادت سمجھی۔

قناعت وصبر:

عبدیت اور علم کے ساتھ حلم جو عالم کی خاص صفت ہونی چاہیے، وہ کمال درجہ تھی، اور جلال جمال میں پوشیدہ رہتا تھا، اگر کوئی حق بات سامنے آتی خوش ہو کر قبول کر لیتے۔

ایک مرتبہ عید الاضحیٰ کے موقع پر ایک ماسٹر صاحب مدرسہ کے باہر عصر کے بعد قربانی کی رقم کی تملیک کرا رہے تھے، میں ادھر ٹہل رہا تھا، ماسٹر صاحب نے اعلان کیا کہ اس بچہ نے اتنی رقم مدرسہ میں دی، میں نے دیکھا کہ اتنی رقم کس نے دیدی، کون بچہ ہے؟ میں نے کہا اس کے والد نے دی ہوگی، ماسٹر بولے: نہیں، اس بچہ ہی نے دی ہے، میں نے کہا: یہ بچہ بالغ نہیں ہے، اس کا روپیہ لینا جائز کب ہے؟ ماسٹر صاحب نے میری شکایت حضرت سے کی، حضرت نے بلا کر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور شاباشی دی۔

سیاستِ شرعی:

حضرت مسیح الامت مولانا مسیح اللہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ: ''وہ مذہب ہی نہیں جس میں سیاست نہ ہو، اور وہ سیاست ہی نہیں جو مذہب کے تحت نہ ہو''۔ ﴿وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ﴾ کے تحت اہل اللہ کے اندر بھی یہ حسن تدبیر پائی جاتی ہے جو مولانا کاملؒ کے اندر دیکھی گئی، یہ سیاست جو شریعت کا جز ہے مولانا کے اندر اس کی جھلک خوب پائی جاتی تھی مدرسہ کے انتظام میں، لوگوں کے فیصلہ کرانے میں، جمعیۃ علماء کے میدان میں۔

ایک آدمی مدرسہ کے کھیت میں سے برسی کاٹ کر لے جاتا، پتہ نہ چلا کون نقصان کرتا ہے، میں اکثر ساتھ رہتا تھا؛ مگر ایک روز مجھ سے فرمایا کہ مجھ سے الگ رہنا، اور مغرب کے بعد چھپ کر بیٹھ گئے، وہ آدمی آیا اور برسی کاٹ لی، جب حضرت نے دیکھا کہ کاٹ چکا ہے، ایک دم اس کے پاس گئے اور فرمایا: کون ہے؟ اچھا بھینس بھوکی ہوگی، بھائی! تم کیوں یہاں آئے؟ بھائی! مجھے کہہ دیتے، میں تمہارے یہاں خود گھاس پہنچا دیتا، تم یہاں رات کو تکلیف اٹھا رہے ہو، وہ آدمی پیروں میں پڑ گیا، معافی مانگی اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد کیا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر:

شادی بیاہ کی رسموں اور غلط رواج، فضول خرچی، ظلم وستم کے ماحول میں آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو ایسی خوبی کے ساتھ انجام دیتے کہ لوگ مان لیتے اور توبہ کرتے اور کوئی برا نہ مانتا؛ بلکہ لوگ اور زیادہ محبت سے پیش آتے، آپ کا غصہ جلال، جمال میں پوشیدہ رہتا، اب آخر میں ہر قوم، خواص وعوام کا حضرت کی طرف رجوع ہو گیا تھا، جس کا لوگوں نے نمازِ

جنازہ میں خوب مشاہدہ کیا، یہ سلسلۂ چشتیہ کا اثر ہے کہ شروع میں مجاہدات ہوتے ہیں اور آخر میں فتوحات کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

میں حضرت کی کیا تعریف بیان کروں، آپ کی تعریف ہر خاص وعام نے کی، زندگی میں دین دار اور دنیا دار سب آپ کے گن گاتے رہے۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ بڑوں کی باتیں سن کر، پڑھ کر اپنی زندگی کو اتباعِ شرع میں ڈھالیں تاکہ پھر ہماری مثالیں پیدا ہوں۔ ؎

تھا یہ ان کی نگاہوں میں اثر
سنگ ریزے ہوجائیں جس سے شمس وقمر
دیکھتے ہی دیکھتے ان کے اے اخی
سو برس کا بت پرست ہووے ولی

دعا ہے کہ اللہ پاک حضرت مولانا محمد کامل صاحبؒ کے درجات بلند فرمائیں اور اولاد کو خصوصًا مولانا محمد عاقل صاحب شیخ الحدیث ومہتمم جامعہ کو دینی ودنیاوی ترقی عطا فرمائے اور حاسدوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین!

☆......☆......☆

☆......☆

حسنِ اخلاق کے پیکر تھے حضرتؒ

از: مولانا امیر حسن مظاہری گوگوانی
امام وخطیب مسجد گھنٹہ والی قریش نگر، دھلی

۷۶-۱۹۷۷ء میں بحیثیت طالب علم درجہ حفظ میں مدرسہ بدر العلوم گڑھی دولت میں حاضری ہوئی، حضرت کے حکم پر داخلہ ہوا، اور حضرت حافظ محمد کامل صاحب (گوجر) کے درجہ میں بٹھا دیا گیا، احقر کے پانچ پارے پہلے سے ہی ہو چکے تھے، پچیس پارے حضرت حافظ صاحبؒ کے پاس ہوئے، حضرت مولانا محمد کامل صاحبؒ کی شفقتیں، محبتیں روزِ اول سے ہی رہیں، یوں تو تمام مہمانانِ رسول سے حضرت والا کو محبت تھی؛ لیکن احقر سے تو والہانہ محبت کا برتاؤ فرماتے، دورانِ تعلیم بعد نمازِ عشاء جب طلبہ یاد کر کے فارغ ہو جاتے، تو ملازم گیس بند کر دیتا، احقر کو اور بھی پڑھنا ہوتا تو چاند کی غیر معمولی روشنی میں پڑھتا رہتا، ایک روز حضرت والا کی نظر احقر پر پڑی تو ملازم کو میرے ہی سامنے بلا کر سخت لہجے میں دریافت کیا کہ گیس کیوں بند کر دیتے ہو؟ اس نے کہا: دیر ہو جاتی ہے، حضرت والا نے فرمایا: جب تک یہ بچہ پڑھتا رہے گیس بند نہیں کرنا۔ دراصل حضرت کی عادتِ شریفہ تھی کہ جو طالب علم غیر معمولی محنت کرتا، حضرت اس سے بے پناہ محبت فرماتے۔

احقر حفظ کی تکمیل کے بعد ۱۹۷۹ء میں سال اول میں آیا، تو حضرت اقدس سے ''مالا بدمنہ'' پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، سال کے آخر میں حضرت والا نے پوری جماعت کے بچوں سے فرمایا کہ: جو بچہ ''نحو میر'' ایک نشست میں حفظ سنا دے گا، اس کو انعام دوں گا، سردی کا موسم لمبی رات اور سنانے کا وقت جو مقرر ہوا وہ تھا اذانِ فجر سے قبل، احقر کے دل میں جذبہ اور شوق پیدا ہوا، محنت کی اور مقررہ وقت پر حضرت والا کو ''نحو میر'' مع ''میزان الصرف'' حفظ سنا دی، تو حضرت نے جو انعام دیا وہ تو سر آنکھوں پر تھا ہی، مزید جو دعائیں دی تھیں بس انھو نے بیڑا پار کر دیا، اور یہ حضرت والا کی دعاؤں ہی کا ثمرہ ہے جو آج تک اللہ پاک نے دین کی خدمت کے لیے قبول کیا ہوا ہے۔

الحمد للہ علی کل حال

حضرت والا کی یہ شفقتیں اپنے ادارہ تک ہی محدود نہ تھیں؛ بلکہ بعد میں بھی وہی معاملہ رہا، ۱۹۸۳ء میں احقر مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ میں ''جلالین شریف'' کے سال سخت بیمار ہو گیا، بیماری

نے شدت اختیار کر لی، تقریباً چھ ماہ گھر پر رہنا پڑا، تو حضرت بار ہا گھر تشریف لائے، تقریباً آٹھ مرتبہ حضرت کی تشریف آوری ہوئی، پانی پر دم کر کے دیتے اور خوب دعاء صحت دیتے اور برادرِ اکبر مولانا مظاہر صاحب اور والدہ محترمہ کو تسلی دیتے، اللہ نے حضرت کی دعاؤں کی برکت سے صحت عطا فرمائی۔ بعدہ حضرت والا ہر ملاقات کے وقت اس کا اظہار فرماتے کہ: بھائی! اللہ نے دوبارہ زندگی دی۔

دورانِ تعلیم حضرت والا سے چوں کہ حد درجہ تعلق تھا؛ اس لیے اسفار میں بھی حضرت کے ساتھ رہتا، وہ زمانہ کوئی ترقی یافتہ نہیں تھا، دیسی سائیکل پر سفر ہوتا، حضرت کو آس پاس کے دیہاتوں میں جانا ہوتا، تو احقر ہی سائیکل پر لے کر جاتا، حضرت آگے ڈنڈے پر بیٹھنے کو پسند فرماتے، بس زبان پر اللہ کا ذکر اور بندے کے لیے دعا ہوتی، یہی وجہ رہی کہ حضرت کی کرم فرمائی قدم قدم پر ہوتی رہی۔

۱۹۸۶ء میں احقر مظاہر علوم میں بغرض داخلہ گیا، تو اتفاقاً حضرت والا بھی تشریف لائے ہوئے تھے، حضرت کے ایک استاذ مولانا علیم اللہ صاحب کاندھلویؒ ناظم کتب خانہ مظاہر علوم تھے، ان سے ملاقات کی غرض سے حضرت گاہے گاہے سہارنپور تشریف لے جاتے، دونوں استاذ شاگرد ایک دوسرے کا بڑا احترام فرماتے، حضرت والا سے کتب خانہ میں ملاقات ہوئی، حضرت نے آمد کی وجہ دریافت کی، بندے نے موقع غنیمت سمجھتے ہوئے آنے کا مقصد بتایا کہ ''مشکوۃ شریف'' میں داخلہ مطلوب ہے، حضرت مولانا علیم اللہ صاحبؒ نے معلوم کیا کہ کون بچہ ہے؟ حضرت نے فوراً فرمایا: اپنا ہی بچہ ہے، بس حضرت کا یہ فرمانا تھا کہ تقریباً دو یا تین گھنٹے میں داخلہ کی کاروائی مکمل ہوگئی، جب کہ مظاہر علوم میں داخلہ کے لیے کئی کئی دن لگ جاتے تھے، یہ حضرت کی توجہ رہی، اب ایسی محبت کرنے والی شخصیت کہاں؟

حضرت کی بے پناہ محبتیں، شفقتیں، کرم فرمائیاں رہیں اور حضرت کے یہ حسن اخلاق ہر ایک کے لیے ایسے ہی ہوتے تھے، جو ملتا ان کا ہو جاتا، ولی صفت انسان تھے؛ بلکہ ولیٔ کامل تھے، حضرت اسم بامسمیٰ تھے، حضرت کے اوصاف وکمالات اگر لکھے جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی، یہاں اتنا موقع نہیں ہے، بس اب تو حضرت کی یادیں یادیں رہ گئیں۔

اللہ تعالی اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، اور ان کے فیوض وبرکات کو تا قیامت باقی وجاری رکھے۔ آمین

آہ! بدرِ کامل جنت رفت

از: مولانا محمد یامین صاحب
مہتمم مدرسہ اسلامیہ ٹانڈہ، ضلع باغپت

آج مکمل دس مہینے کے بعد اچانک ایسی ہی دل دہلانے والی خبر سنی، جس کو کم از کم اپنی زندگی میں سننا نہیں چاہتے تھے؛ کیوں کہ آج سے دس ماہ قبل جب حضرت اقدس والد صاحبؒ دنیا سے تشریف لے گئے اور حضرت الحاج مولانا محمد کامل صاحبؒ مدرسہ ٹانڈہ میں تشریف لائے، تو بہت ہی پیار بھرے لہجے میں فرمایا: ''بھائی! سب بھائیوں کو بلاؤ''، اور بلا کر آبدیدہ ہو کر وہ تشفی فرمائی کہ ہم تمام بھائیوں کو یوں لگا کہ ہمارے والد بشکل حضرت مولانا محمد کامل صاحبؒ زندہ ہیں۔

مگر افسوس آج وہ ہستی جو ہزاروں دلوں کا سکون، لاکھوں انسانوں کا چین اور اربابِ مدارس کے لیے جن کی ذاتِ گرامی ایک بیش قیمت انعامِ خداوندی تھی، ہمارے درمیان سے چلی گئی۔ حضرت کے وصال پر جتنا غم کیا جائے وہ کم ہے؛ کیوں کہ آپ کو مخلوقِ خدا سے جو پیار تھا، اس کی مثال اس دور میں بہت کم ملتی ہے، آپ کے اخلاق ایسے عمدہ تھے جن کو لکھنے کے لیے ایک دفتر چاہیے۔

میرا تعلق حضرت والا سے ۱۹۷۷ء سے تھا، جب میری ملاقات حضرت سے کرٹھل گاؤں میں ہوئی، میں اس وقت فارسی کا طالب علم تھا، حضرت سے بیان کے بعد ملاقات ہوئی، کسی نے بتایا یہ حافظ محمد یوسف کا بچہ ہے، تو آپ نے جو الفاظ فارسی زبان میں بڑے پیارے لہجے میں فرمائے، ان کی مٹھاس آج اڑتیس سال گزرنے کے بعد بھی میرے دل ودماغ محسوس کر رہے ہیں، وہ الفاظ یہ تھے: ''نامِ شما چیست؟''

بس میں اسی وقت حضرت کا گرویدہ ہو گیا تھا اور اکثر جب بھی کاندھلہ یا اس طرف جانا ہوتا، حضرت کے یہاں ضرور حاضری دے کر گذرتا، اور بہت سی دفعہ مستقل پروگرام بنا کر

حاضر ہوتا۔

جب بھی حاضری ہوتی ، انتہائی شفقت فرماتے ، مدرسہ کے ، گھر کے حالات ، والد صاحب کی خیریت معلوم کرنے کے ساتھ ساتھ بہت کارآمد نصیحتیں فرمایا کرتے۔

حضرت والد صاحبؒ سے چوں کہ بہت پرانا تعلق تھا؛ اس لیے ہر دکھ درد میں صرف شرکت ہی نہیں فرماتے ؛ بلکہ ڈھارس بھی بندھایا کرتے تھے۔

ہم سب بھائی وارباب مدرسہ بصمیم قلب دعا گو ہیں کہ رب العالمین حضرت والا کو ہم سب کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے ،ہمیں ان کا نعم البدل نصیب فرمائے ،ان کی بزمِ علمی کو تمام شرور وفتن سے محفوظ فرما کر ترقیات سے بہرہ ور فرمائے ،اور ہم جیسے ناخلفوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔آمین

’’آہ بدرِ کامل جنت رفت‘‘ سے آپ کا سنِ وفات (۱۴۳۶ھ) برآمد ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

☆......☆

زہد وتقوی اور حلم وتواضع کے پیکر

از: مولانا محمد شمشیر صاحب قاسمی
گڑھی دولت، ضلع شاملی (یوپی)

اللہ رب العزت بہت کم لوگوں کو ایسی مقبولیت عطا کرتا ہے، جس کی طرف مخلوقِ خدا کے دل کھنچے چلے آتے ہیں، اوران کو ہر انسان اپنا قائد، رہبر ومربی اور صدق دل سے اپنا محسن وغم خوار سمجھتا ہے، ایسی ہی ایک شخصیت ہے جس کو اگر پیکرِ خاکی میں ڈھال کر، کسی چلتے پھرتے حسین وجمیل اور مجسم انسان کا تصور کیا جائے، تو یقیناً اس خاکہ سے حضرت مولانا محمد کامل صاحب نور اللہ مرقدہ جیسی شخصیت ہی متشکل ہوکر نظر آئے گی، جو اپنی ظاہری وباطنی خوبیوں کی وجہ سے مقبول عام وخاص تھی، جس کی تواضع وانکساری، حلم وبردباری، نرم خوئی وخندہ روئی، خوش مزاجی وخوش اخلاقی اور مخلصانہ شفقت نمایاں تھی، اوران کی ذات سے کسی قسم کے ظاہری تکلف وتصنع، کبر ونخوت اور علمی غرور کا شائبہ بھی نہ ہوتا تھا، حضرت کے زہد وتقوی کی وجہ سے بڑے سے بڑے رئیس وقائد آپ کو دیکھ کر پہلی ہی نظر میں مرعوب ومتاثر ہوجایا کرتے تھے۔ آپ کی مخلصانہ کوشش کا ہی نتیجہ تھا کہ حضرت کے مریدین کی ایک بہت بڑی تعداد تھی، جو ہجوم کی شکل میں جامعہ کی چہار دیواری میں اپنی فرماں برداری اور حضرت کی ثنا خوانی کرتی ہوئی نظر آتی تھی۔ حضرت کا دسترخوان ہر ایک کے لیے یکساں اور عام تھا، نہایت کم گو اور نفاست پسند تھے۔

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ سے حد درجہ عقیدت ومحبت تھی، وہ پہلے حضرت مدنی کی مسجد میں مؤذن رہے، بعد میں حضرتؒ نے امامت کے فرائض بھی انجام دیئے اور حضرت مدنی ہی سے بیعت ہوگئے، حضرت مدنی کے انتقال کے بعد آپ نے بیعت کا تعلق حضرت فدائے ملت مولانا اسعد مدنی نور اللہ مرقدہ سے قائم فرمالیا تھا، اور آپ کے زہد وتقوی پر اعتماد کرتے ہوئے حضرت فدائے ملت نے خلافت سے نوازا، اس کے علاوہ آپ کے استاذ سید الطائفہ، افتخار الاولیاء، حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے بھی آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔

اللہ تعالی نے آپ کو علمی وتدریسی قابلیت کے ساتھ ساتھ انتظام وانصرام کی اعلیٰ اور مضبوط

صلاحیتوں سے بھی نوازا تھا، آپ ہر موقع پر اور ہر طرح سے جامعہ بدر العلوم کی تعلیم و ترقی کے ساتھ ساتھ تعمیر و تربیت اور اخلاقی اقدار پر بھی عمیق نظر رکھتے تھے، اور ہر خاص و عام کو قیمتی مشوروں سے نوازتے تھے۔

حضرت والا ۱۹۶۸ء میں تقریباً جون یا جولائی میں گڑھی دولت مدرسہ بدر العلوم میں بحیثیت مہتمم تشریف لائے، اس سے پہلے اس مدرسہ میں چند علماء تھوڑے تھوڑے وقفہ کے ساتھ مدرسہ کی خدمت کرنے کے بعد تشریف لے گئے، حضرت مولانا عبد اللہ مغیثی صاحب دامت برکاتہم صدر ''آل انڈیا ملی کونسل''، مختصر عرصہ کے لیے منصبِ اہتمام پر فائز ہوئے، اور اس کے بعد مدرسہ گل زار حسینیہ اجراڑہ میں مشغولیت کی وجہ سے گڑھی دولت سے اجراڑہ چلے گئے، دریں اثناء حضرت نے فارسی کے کچھ اسباق بھی پڑھائے۔ اس کے بعد حضرت مولانا ظہور احمد صاحب صدر جمعیۃ علماء مغربی اتر پردیش، منصبِ اہتمام پر فائز ہوئے اور تقریباً ڈیڑھ سال کے بعد یہاں سے تشریف لے گئے۔ اس کے بعد حضرت مولانا محمد طیب صاحب دیوبندی (جو کہ دار العلوم دیوبند میں مطبخ کے شعبہ میں خدمت انجام دیتے تھے) حضرت مولانا محمد یاسین صاحب انبیٹھوی کی کوششوں سے تشریف لائے اور چند ماہ کے بعد، منصبِ اہتمام سے مستعفی ہو کر واپس تشریف لے گئے۔ اس کے بعد تقریباً سات یا آٹھ ماہ تک کوئی عالم مدرسہ میں نہیں رہ سکا، یہاں تک ۱۹۶۸ء میں حضرت مولانا محمد کامل صاحب نور اللہ مرقدہ بحیثیت مہتمم تشریف لائے اور اخیر عمر تک منصبِ اہتمام پر فائز رہے، جس دن مدرسہ میں تشریف لائے اس وقت حضرت کے علاوہ، مدرسہ میں چار مدرس چار شعبوں میں کام کر رہے تھے، حضرت والا نے منصب اہتمام پر فائز ہونے کے بعد، ابتدائی فارسی و عربی شروع کرائی، جس میں ہم چار طالب علم: احقر (محمد شمشیر)، حافظ امیر حسن پسر حاجی فیاض مرحوم، حکیم مشرف حسین ٹپرانوی اور حافظ جمیل احمد گنگوہی شریک تھے، دو سال کی تعلیم پوری کرنے کے بعد، احقر کے علاوہ باقی تینوں حضرات نے حالات کے تحت تعلیمی سلسلہ منقطع کر دیا، اور بندۂ ناچیز حضرت کے شاگردوں میں تنہا رہ گیا، حضرت سے ابتدائی فارسی سے لے کر ''نور الایضاح'' تک استفادہ کیا، پھر تنہا ہونے کی وجہ سے مجھے تاؤلی مدرسہ حسینیہ میں (جس کے مہتمم حضرت مولانا عبد الجلیل صاحب بستوی تھے جو حضرت والا کے استاذ بھی تھے) داخل کرا دیا؛ لیکن الحمد للہ حضرت والا سے تعلق برقرار رہا، دو سال تاؤلی میں گزارنے کے بعد،

حضرت والا نے میرا داخلہ دارالعلوم دیوبند میں کرادیا، اس اعتبار سے جامعہ بدرالعلوم کا میں پہلا طالب علم ہوں جس نے درسِ نظامی مکمل کیا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت والا کا پہلا شاگرد بھی میں ہی ہوں جس نے درس نظامی کی تکمیل کی، اس کے علاوہ بندۂ ناچیز کو حضرت کی عزیز داری کا بھی شرف حاصل ہے۔

حضرت والا کی عادت شریفہ تھی کہ جب کوئی نصیحت آمیز کلمہ فرماتے تو ہمیشہ اپنی جانب نسبت کرکے فرمایا کرتے تھے کہ ''من نکردم شما حذر بکنید''، اسی طرح حضرت والا کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ ہر معاملہ کو بڑی سنجیدگی، متانت اور دوررسی کے ساتھ دیکھتے تھے۔ گلستاں اور بوستاں کے تقریباً حافظ تھے، اور ان میں جو نصائح اور ہدایات حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی ہیں، ان پر پورے طور پر عامل تھے۔

حضرت کے ساتھ شاملی، سہارن پور، علی گڑھ اور دہلی کے سفر میں خدمت کا موقع ملا، آپ کو ہمیشہ اور ہر حال میں صابر وشاکر ہی دیکھا اور جب بھی کسی بیماری کے بارے میں دریافت کیا، تو حضرت نے ہمیشہ یہی جواب دیا کہ اللہ کا شکر ہے۔

حضرت والا کی بیماری کی شروعات آنکھ سے ہوئی، اس کے علاج کے لیے حضرت مظفر نگر تشریف لے گئے، پہلے آپ نے ستپال چودھری کے یہاں قیام فرمایا طبیعت نہ لگنے کی وجہ سے حکیم تراب الدین کے یہاں تقریباً ایک ہفتہ قیام فرمایا، اللہ نے اس دوران بھی مجھے حضرت کی خدمت کا موقع نصیب فرمایا۔

ایک مرتبہ حضرت والا کے جبڑے کے اندر چھالا پڑ گیا، میڈیکل دہلی میں اس کا آپریشن کرایا گیا، حضرت نے رات میں میڈیکل میں ہی قیام فرمایا؛ لیکن ایسے مریضوں کو وہاں رات میں قیام کرنے کی اجازت نہ تھی، حضرت نے صبح سحری کے وقت احقر سے کہا کہ جمعیۃ علماء کے دفتر میں جاؤ اور اگر وہاں حافظ صدیق صاحب ایم پی مراد آباد موجود ہوں، تو ان سے کہہ دو کہ وہ ڈاکٹر کو فون کرلیں؛ لیکن وہاں حافظ صدیق موجود نہ تھے، میڈیکل میں واپس ہونے پر کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میڈیکل کے سامنے سڑک پر بیٹھے ہیں، معلوم کرنے پر فرمایا کہ میڈیکل والوں نے مجھے رخصت کردیا، میں نے کہا: حضرت چلئے، میں بات کرتا ہوں، اس پر فرمایا کہ گھر واپس چلو، اللہ مالک ہے، اس طرح کے سیکڑوں واقعات میرے سامنے ہیں، کہ جہاں حضرت والا نے صبر وتحمل

فرمایا۔

انتقال سے تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل، میں نے کہا کہ حضرت کچھ نصیحت فرما دیجئے، تو ارشاد فرمایا: میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے، میں تو دنیا سے خالی جارہا ہوں، میں تو بے عمل ہوں؛ لیکن ایک بات کہتا ہوں اور قرآن پاک کی آیت ﴿ولا یشرک بعبادة ربه أحدا﴾ تلاوت کی اور کہا اس کو گرہ باندھ لو۔

حضرت والا خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی کی وجہ سے اس قدر مقبول خاص وعام تھے کہ کوئی بھی حضرت کے دربار سے خالی نہ جاتا تھا، ایک دفعہ کی بات ہے کہ ایک شخص نے حضرت والا سے اپنی کچھ پریشانی ظاہر کی، اس وقت حضرت بیمار تھے؛ لیکن حضرت نے اپنی عادتِ شریفہ کے مطابق اس وقت بھی، اس شخص کو خالی ہاتھ واپس نہ کیا۔

حضرت والا کا پڑھانے کا طریقہ ایسا مخلصانہ تھا کہ اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تو اس جگہ پر نشان لگوادیتے تھے اور فرماتے تھے کہ پھر کسی وقت سمجھا دوں گا۔ عمر کے آخری حصہ میں حضرت کے فہم وفراست کا یہ حال تھا کہ اکثر حضرت والا حاضرین کا منشاء ان کے بیان کرنے سے پہلے ہی سمجھ جایا کرتے تھے اور بسا اوقات اس کا اظہار بھی فرمادیا کرتے تھے۔

امراض واعذار کا سلسلہ بڑھتا رہا، اخیر عمر میں بیماری آپ کا جزلاینفک بن گئی، آپ اسباب کے طور پر اسپتال بھی جاتے رہے اور اخروی زادِ راہ بھی تلاش کرتے رہے، آخر اللہ رب العزت نے دنیاوی بیماریوں سے چھٹکارہ دلانے کے لیے، ۷؍جنوری ۲۰۱۵ء بروز بدھ اخیر شب میں ہمیشہ ہمیش کے لیے اپنے پاس بلالیا۔ اللہ تعالی حضرت والا کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ آمین

اللہ پر بھروسہ اور کامل یقین تھا
حق مغفرت کرے، وہ بہت ہی حسین تھا

☆......☆......☆

☆......☆

علم وعمل کی ایک اور شمع تاریک ہوئی

(حضرت مولانا محمد کامل صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا مختصر سوانحی خاکہ)

بہ قلم: مفتی عبد الرحمٰن قاسمی جھنجھانوی
مہتمم مدرسہ فضل العلوم چترادرگہ کرناٹک

العلماء ورثة الانبياء: علماء انبیاء کرام کے وارث اور جانشیں ہوتے ہیں، ان کی پوری زندگی سنت نبوی کی عملی تفسیر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ امت محمدیہ میں ہر دور میں ہزاروں افراد فضل وکمال، علم وعرفان، اخلاص وایثار، عظمت ورفعت اور کامیابی وکامرانی کا نشان بن کر آسمان دنیا کے مطلعِ وجود پر نمودار ہوئے، جو "**ورثة الانبياء**" کے مصداق اور "**يأمرون بالمعروف و ينهون عن المنكر**" کے سچے علم بردار بنے، جنھوں نے شبانہ روز سعیٔ پیہم اور لیل ونہار کی جہد متواصل کے ذریعہ امت سے رسوماتِ جاہلاں اور عاداتِ سیئہ اور بدعات وخرافات کو ختم کرنے کی محمود ومشکور کوشش فرمائی، بالآخر قضاء وقدر کی گہرائیوں میں ڈوب گئے، تاہم کچھ ہستیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کا وجود فنا کے دبیز پردوں میں روپوش ہونے کے بعد بھی تاریخ کے صفحات پر انمٹ نقوش اور لازوال یادگار بن جاتا ہے۔

انہی پاک باز ہستیوں میں سے ایک ہمارے مخدوم ومحترم حضرت مولانا محمد کامل صاحب نور اللہ مرقدہ کی ذات گرامی تھی، جن کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کے ظاہری وباطنی کمالات سے نوازا تھا۔

ولادت وتعلیم:

۱۹۳۳ء کی صبح کو کسے خبر تھی کہ آج سرزمین کاندھلہ کے اندر جانب مشرق محلّہ گوجران میں جناب مشرف علی صاحب کے گھر ایک ایسا بچہ تولد ہورہا ہے جس کا اسم گرامی منجانب اللہ محمد کامل ہوگا، پھر یہی بچہ اپنی والدہ ماجدہ کی محنت ودعاؤں کی برکت سے اور اپنے وقت کے اولیاء اللہ اساتذۂ کرام کی توجہات اور ان کی تربیت سے ایک مرد کامل اور ولی اللہ بن جائیگا۔

حفظ قرآن شریف اور درسیات کی ابتدائی تعلیم کاندھلہ میں حاصل کرنے کے بعد دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے، اور تقریباً پانچ سال تک اکابر علماء کی سرپرستی میں علوم وفنون حاصل کئے

اور ۱۹۵۲ء میں سند فراغت حاصل کرنے کے بعد دینی خدمات میں لگ گئے۔

موضع ٹپرانہ میں قیام:

موضع ٹپرانہ کے عمائدین حضرات کو ضرورت محسوس ہوئی کہ ہمارا گاؤں مسلم اکثریتی والا ہے یہاں کی جامع مسجد میں کوئی امام ایسا ہونا چاہئے جو مخلص، محنتی بزرگ ہو، تاکہ پورے گاؤں میں بلکہ اطراف میں دینی ماحول پیدا ہوجائے تو ان کی نظر حضرت اقدسؒ پر پڑی، بڑی کوششوں کے بعد حضرت نے ان کی درخواست اپنے بعض اساتذہ کے مشورہ سے قبول فرمالی اور ٹپرانہ میں تشریف لے آئے، اور تقریباً ۱۴/سال تک امامت وخطابت کے ساتھ بچوں کو دینی تعلیم وتربیت اور قرب وجوار میں وعظ ونصیحت کے ذریعہ اور خود جامع مسجد میں تفسیر قرآن کے درس کے ذریعہ دینِ متین کی گراں قدر خدمات انجام دیں، یہی وجہ ہے موضع ٹپرانہ کے لوگ آپ کی بزرگی و اخلاص ومحنت سے اس قدر متأثر ہوئے کہ جب حضرت اقدسؒ نے ٹپرانہ سے آنا چاہا تو وہاں کے لوگوں نے بالکل انکار کردیا اور اصرار کرتے رہے کہ آپ ہمارا گاؤں نہ چھوڑیں، آپ سے یہاں دین کا کام بہت ہورہا ہے، یہاں کا ہرفرد چھوٹا ہو یا بڑا آپ سے عقیدت ومحبت رکھتے ہیں، کوئی بھی نہیں چاہتا کہ آپ یہاں سے جائیں، مگر حضرت اقدسؒ اپنے اکابر کے مشورہ کے بغیر کچھ نہیں کرتے تھے، اور اکابر کا مشورہ وہاں سے جانے کا تھا، لہٰذا اپنا فیصلہ نہ بدل پائے اور خدا کی مرضی بھی یہی تھی کہ آپ سے بڑا کام دوسری جگہ لینا تھا، جب آپ ٹپرانہ سے آئے تو بقول وہاں کے لوگوں کے سب کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

گڑھی دولت میں تشریف آوری:

حضرت اقدسؒ ٹپرانہ کے قیام کے دوران کاندھلہ سے متصل موضع گڑھی دولت تشریف لے جاتے اور وہاں کے عمائدین کو ایک دینی مدرسہ کی ضرورت کا احساس اور ترغیب دلاتے، اور فرماتے کہ گاؤں میں دینی تعلیم وتربیت کا نظم کرنا ضروری ہے، چونکہ حضرت اقدسؒ مخلص تھے صحیح بات صحیح نیت سے جب کہی جاتی ہے تو وہ مؤثر ہوتی ہے۔

چناں چہ وہاں کے ذمہ داروں نے حضرت اقدسؒ کے مشورہ سے ۱۹۶۲ء میں دارالعلوم دیوبند کے بعض اکابر علماء کرام کو بلاکر مدرسہ کا سنگِ بنیاد رکھا۔

مدرسہ کے ابتدائی دور میں متعدد اہلِ علم مدرسہ کے انتظام وانصرام کے لئے تشریف لائے مگر باشندگانِ گڑھی دولت کی نظر شروع ہی سے حضرت اقدسؒ پر تھی، جس کی وجہ ایک تو یہی تھی کہ حضرت اقدسؒ مدرسہ کے قیام کے اصل محرک اور داعی تھے، دوسری وجہ یہ تھی کہ لوگ حضرتِ اقدسؒ کے تقویٰ و پرہیز گاری اور خدا داد فطری صلاحیت سے واقف تھے۔

۱۹۶۷ء میں مقامی لوگوں کا ایک وفد پڑانہ پہنچا اور بحیثیت مہتمم و ذمہ دار حضرت اقدسؒ کو بلا کر لائے اور مدرسہ حضرت اقدس کے سپرد فرما دیا، اور حضرت اقدسؒ پورے انہماک کے ساتھ مدرسہ کی خدمت میں مشغول ہو گئے۔

مدرسہ بدرالعلوم میں:

حضرت اقدسؒ مدرسہ بدرالعلوم کی باگ ڈور سنبھالتے ہی شب وروز اس کی ترقی کی فکر میں کوشاں رہنے لگے، نہ گرمی دیکھی نہ سردی، بس ایک ہی دھن تھی کہ مدرسہ ترقی کی منزلیں کیسے طے کرے؟ یہی وجہ ہے کہ اپنی تمام تر محنتوں اور مجاہدوں کا مرکز مدرسہ کو بنا لیا، اور مسلسل ۴۷ر سال تک ایک مخلص اور کامیاب ذمہ دار و مہتمم کی حیثیت سے مدرسہ کی خدمت انجام دیتے رہے۔

شب وروز کی جد وجہد کی برکت سے مدرسہ تعلیمی اور تعمیری ہر اعتبار سے ممتاز ہونے کے ساتھ اس وقت ہندوستان کے اہم اور بڑے مدارس میں شمار ہوتا ہے اور نہایت حسن وخوبی کے ساتھ تعلیم وتربیت کی خدمت انجام دے رہا ہے، اس وقت جامعہ میں حفظ قرآن کریم و ناظرہ سے لیکر درجاتِ فارسی وعربی تا دورۂ حدیث شریف تک کی تعلیم عمدہ معیار کے ساتھ ہو رہی ہے۔ ہر سال جامعہ سے کثیر طلباء عالمیت کی سندِ فراغت حاصل کرتے ہیں، اسی طرح حفاظ وقراء بھی بڑی تعداد میں فارغ ہو کر اندرونِ ملک وبیرونی ممالک میں دینی خدمات کے ذریعہ مدرسہ کا اور حضرت اقدسؒ کا فیض پھیلانے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

حضرت اقدسؒ کا طرز معاشرت:

آپ خوش پوش، خوش وضع، خوش خوراک، خوش گفتار، خوش خو، خوش فکر، خوش آواز، خوش نما، خوش بو، خوش لباس اور خوش شکل تھے، سادگی بھی تھی، بے باکی بھی، بارعب بھی تھے، باکردار

بھی، بلند طبیعت کے حامل بھی تھے، اعلیٰ ظرف بھی، شریف الطبع بھی تھے، نیک طینت بھی، پابند عہد و معہود بھی تھے، اسیر غم ملت بھی۔ دنیا میں نیکی اور شرافت کا غلبہ ہو جائے یہ ان کا فکر تھا، دنیا سے جہالت اور شیطنیت کا خاتمہ ہو جائے یہ انکا نصب العین تھا، ہر طالب علم اپنے فن میں ماہر و یکتا ہو جائے یہ ان کی دُھن تھی، طلبہ کی ہر جماعت کامیاب و بامراد ہو جائے یہی ان کی دعا تھی، یہاں کا ہر فاضل عوام الناس کا بے لوث خدمت گار بنے اور جہاں کہیں رہے دین کی سربلندی اور اسلام کے احیاء کے لئے فکر مند رہے یہی ان کی آہ سحر گاہی تھی، آنے والے ہر وارد و صارد سے تپاک سے ملنا اور چند منٹوں میں اس کو خوش کر دینا ہی ان کا مشن اور تحریک تھا وہ اخلاق بانٹتے بانٹتے اتنی دور نکل گئے تھے کہ دوسروں کے لئے قابل رشک بن گئے۔ اپنے اخلاق کریمہ سے طلبہ پر بھی حکومت کی، مریدین کے دلوں کو بھی مسخر کیا، ہمدردوں کی ہمدردیاں حاصل کیں۔

خانقاہی نظام:

لوگوں کی اصلاح و تربیت کے لئے حضرت اقدسؒ نے مدرسہ ہی میں ایک خانقاہ قائم فرمائی، اگر چہ اب خانقاہی نظام بہت کم ہوتا جا رہا ہے، خال خال ہی خانقاہ نظر آتی ہے، حالانکہ اس دور میں خانقاہوں کی ضرورت پہلے سے زیادہ ہے۔

ہمارے اکابر پہلے زمانہ میں دو سال تک اپنے شیخ کے پاس رہتے تھے، بعد میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نے چھ ماہ کر دئے، پھر حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کو رحم آیا کہ اب ہمتیں کمزور ہو گئیں ہیں تو چالیس دن کر دئے کہ کم از کم مرید اپنے شیخ کے پاس ایک چلہ تو ضرور رہا کرے۔

بزرگوں کا طریقہ رہا ہے کہ وہ خانقاہوں کے ذریعہ سے لوگوں کی اصلاح و تزکیہ نفس فرماتے تھے، مثلاً رائے پور، تھانہ بھون، سہارن پور، دیوبند، وغیرہ میں اب بھی یہ نظام جاری ہے، اسی طرز پر حضرت اقدسؒ نے بھی ضرورت محسوس کی اور خانقاہ قائم فرمائی، شروع میں پورا وقت نہ دے پاتے کہ مدرسہ کی ضروریات میں مشغولیت رہتی تھی، مگر بعد میں حضرت اقدسؒ کے جانشیں و قابلِ فخر فرزند حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہٗ جو حضرت اقدسؒ کے تربیت یافتہ ہیں ان کو مدرسہ کی جملہ ذمہ داریاں سپرد فرما کر تزکیہ نفس کے فریضہ کی انجام دہی میں مشغول ہو گئے، اور مدرسہ کی طرف بھی توجہ بدستور باقی رہی۔

چنانچہ ہزاروں گم گشتہ راہوں نے حضرت اقدسؒ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوکر راہِ راست پر چلنا سیکھا اور سلوک وطریقت کی منازل طے کیں۔

بیعت کا پورا فائدہ اسی وقت ہوتا ہے جب مرید کا اپنے شیخ سے رابطہ قوی ہو، حضرت اقدسؒ نے اپنے منتسبین و مریدین کی دینی رہنمائی اور رابطے کے استحکام کے لئے ہر قمری ماہ کی آخری جمعرات کو ماہانہ ذکر کی مجلس کا اہتمام فرمایا، جس میں قرب وجوار اور دور دراز سے کثیر تعداد میں عوام و خواص شریک ہوکر اپنی روحانی و اصلاحی قوت کو پروان چڑھاتے تھے، اسی طرح رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا اجتماعی اعتکاف کا اہتمام بھی ہر سال فرماتے رہے جس سے بہت فائدہ ہوا۔

حضرت اقدسؒ کا طریقِ اصلاح نرالا تھا، اللہ تعالیٰ نے بڑی حکمت و تدبر سے نوازا تھا مزاج شناسی کا ملکہ تھا، جب کسی کو خلافِ شرع کام کرتے دیکھتے اس کو حکمت شفقت و محبت سے اس طور پر نکیر فرماتے کہ اس کو برا نہ لگے اور اپنی غلطی کا احساس بھی ہو جائے اور فوراً اس برے عمل سے توبہ کرلے۔

حضرت اقدسؒ کی نظر جب کسی کی کٹی ہوئی ڈاڑھی پر پڑ جاتی تو فرماتے بھائی دیکھو کہیں میری ڈاڑھی تو کٹی ہوئی نہیں ہے؟ جب مخاطب کو احساس ہو جاتا تو پھر اس کو سمجھاتے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، قیامت میں ہم نبیؐ کو کیا منھ دکھائیں گے۔

اسی طرح کسی کا پائجامہ یا لنگی ٹخنوں سے نیچا دیکھتے تو فرماتے: دیکھو بھائی شاید میرا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا ہے؟ جب اس کو احساس ہو جاتا تو اس کو سمجھاتے کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ پائجامہ وغیرہ ٹخنوں سے اونچا رکھو۔

تصوف وسلوک:

﴿و یعلمھم الکتاب والحکمۃ و یزکیھم﴾ اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کا تیسرا فرضِ منصبی تزکیہ قرار دیا ہے، تزکیہ کے معنیٰ باطنی نجاسات اور گندگیوں سے پاک کرنا، یعنی شرک و کفر اور عقائدِ فاسدہ، برے اخلاق، تکبر، حرص وطمع، بغض وحسد، حبِ مال وحبِ جاہ وغیرہ سے پاک کرنا، تزکیہ کو تعلیم (کتاب وحکمت) سے جدا کر کے مستقل مقصدِ رسالت اور آپ ﷺ کا فرضِ منصبی قرار دینے میں اس طرف اشارہ ہے کہ تعلیم کتنی ہی صحیح ہو محض تعلیم سے عادۃً اصلاحِ اخلاق نہیں ہوتی، جب تک کسی تربیت یافتہ مربی کے زیرِ نگرانی عملی تربیت حاصل نہ کرے۔ اولیاء

اللہ کی صحبت اوران سے اصلاحِ نفس کی تربیت حاصل کرنے کو صفتِ احسان وتزکیہ کہا جاتا ہے۔

حضرتِ اقدسؒ نے اپنے تزکیہ اور اصلاحِ نفس کے لئے ایسی بزرگ شخصیت کا انتخاب کیا جس نے ۱۸؍سال مسجدِ نبویؐ میں درسِ حدیث دیا، جو دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور جمعیۃ العلماء ہند کے صدر تھے اور جنہوں نے ہندوستان کو انگریزوں کے پنجۂ استبداد سے آزاد کرانے کیلئے جیلوں کو آباد کیا، جس نے انگریزوں کی توپوں کے درمیان میں کھڑے ہوکر حق کا بول بالا فرمایا، جن کی بدولت انگریز کو ہندوستان چھوڑ کر جانے میں ہی عافیت نظر آئی، ہندو پاک کی تقسیم کے پرآشوب حالات میں مسلمانوں کو دلاسا دیا، ان کو ہندوستان میں رہنے پر آمادہ کیا تاکہ یہاں کا دارالعلوم دیوبند و دیگر ادارے اور مساجد آباد رہیں، جو عاشق رسول، محبِ وطن، قطبِ عالم عارف باللہ محدث کبیر، محقق، مفسر، مجاہدِ اعظم شیر دل اخلاق نبوی سے مزین جن کا نام نامی اسمِ گرامی حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہے، جن کا شہرہ پورے عالمِ اسلام میں پھیلا ہوا ہے، جس نے ہزاروں کو محدث، مفسر، مجاہد بنایا، دین کے داعی ومبلغ بنائے، جس نے دارالعلوم دیوبند کو مزید ترقیات کی طرف گامزن کیا، ایسی بزرگ شخصیت کی خدمت میں حضرت اقدسؒ نے اپنا وقت گذارا، اور خدمت کرنے کے ساتھ حضرت مدنیؒ سے باقاعدہ بیعت ہوکر سلوک کی منازل طے کرنے میں مشغول ہوگئے۔

حضرت مدنیؒ حضرت اقدسؒ پر خصوصی توجہ اور شفقت کا معاملہ رکھتے، یہاں تک کہ طالب علمی کے دور ہی میں اپنی مسجد کا خادم اور امام بھی حضرت کو بنادیا تھا اور حضرت اقدسؒ کے پیچھے ہی حضرت مدنیؒ نماز ادا فرماتے، حضرت اقدسؒ ابھی سلوک کی راہیں طے کرنے میں لگے ہوئے تھے اسی دوران حضرت مدنیؒ اس دارِ فانی سے رحلت فرما کر دارِ آخرت میں جا پہنچے۔

حضرت مدنیؒ کے وصال کے بعد آپ کے جانشیں فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ سے حضرت اقدسؒ نے رجوع فرمایا، سلوک کا باقی سفر ان کی نگرانی میں طے کرتے رہے، جب سلوک کی منازل طے فرمالیں اور حضرت اقدس کے اندر صفتِ احسان پیدا ہوگئی اور تزکیۂ نفس حاصل ہوگیا تو حضرت فدائے ملتؒ نے خلافت مرحمت فرما کر مجازِ بیعت بنادیا۔

حضرت فدائے ملت کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہت خصوصیتوں اور خوبیوں سے متصف فرمایا تھا، امتِ مسلمہ کا درد رکھنے والے تھے، پوری زندگی دین وقوم کی خدمت کرنے میں گذاری۔

حضرت اقدسؒ کے استاذ محترم مفسرِ قرآن محدث کبیر سید الطائفہ قطبِ عالم حضرت اقدس مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب دامت برکاتہم کاندھلوی جن سے حضرت اقدسؒ نے نور الایضاح اور ہدایۃ النحو وغیرہ کتب سبقاً سبقاً پڑھیں، انہوں نے بھی حضرت اقدسؒ پر خصوصی توجہ فرمائی، اور اپنے حلقۂ ارادت میں شامل فرمایا اور خلعتِ خلافت سے نوازا۔

حضرت کاندھلوی دامت برکاتہم کو بھی اللہ رب العزت نے دین کی خدمت کے لئے قبول فرما رکھا ہے، سو سال کے قریب عمر ہو چکی ہے، ضعف طاری ہے مگر حافظہ پہلے جیسا، شناخت میں کوئی فرق نہیں، لیٹے لیٹے بھی مخلوقِ خدا کو خدا تک پہنچنے کا راستہ بتاتے رہتے ہیں، جملہ علوم میں بالخصوص تفسیر وحدیث وتاریخ میں مہارتِ تامہ حاصل ہے، آپ کا ہر عمل سنتِ نبوی کے مطابق ہے، چہرے پر نورانیت اس قدر کہ واردین وصادرین کی نظریں ہٹنے کا نام ہی نہیں لیتی، چہرہ دیکھتے ہی اللہ یاد آ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ حضرت دامت برکاتہم کا سایہ امت پر تادیر قائم فرمائے آمین۔

حضرت اقدسؒ کے خلفاء:

(۱) حضرت اقدسؒ کے بڑے صاحب زادے حضرت مولانا محمد عاقل صاحب قاسمی مدظلہ العالی ہیں، شروع ہی سے حضرت کے پاس رہے، قدم قدم پر رہنمائی ہوتی رہی، حضرت اقدس کے ہمراہ اکابر علماء دیوبند وسہارن پور وغیرہ کی صحبت میں جاتے رہے، ریاضتیں ومجاہدے کرتے رہے، بالآخر جب سلوک وتصوف کے منتہاء تک پہنچ گئے تو حضرت اقدسؒ نے اجازت وخلافت سے نواز کر ان کی بزرگی پر مہر ثبت فرمادی اور حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اپنے سینے کا درد، امت کی فکر، مدرسہ کی نگرانی، خانقاہ کی ذمہ داری، منصبِ شیخ الحدیث ودیگر جملہ ذمہ داریاں اپنے لائق وفائق فرزندِ ارجمند کے کندھوں پر ڈال کرامت کو اپنا صحیح اور حقیقی وارث دے کر دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔

(۲) حضرت مولانا محمد ارشد صاحب جوگی پوری مدظلہ: موصوف نے جامعہ بدر العلوم ہی میں تعلیم حاصل کی اور فراغت کے بعد یہیں حضرت اقدسؒ کے پاس آ گئے اور تدریسی خدمات میں مصروف ہیں، کافی عرصہ سے جلالین شریف اور دورۂ حدیث شریف میں سے ابوداؤد شریف اور مؤطا امام محمد وغیرہ کتابوں کا درس دیتے آ رہے ہیں، اللہ رب العزت نے بہت سی خوبیوں سے متصف فرمایا ہے، مدرسہ کی بعض ذمہ داریاں بھی موصوف سے متعلق رہتی ہیں، ان کو بھی

بحسن وخوبی انجام دیتے ہیں، حضرت اقدس کے دامن سے اخیر تک وابستہ رہے، ذکر واذکار اورادووظائف کرتے رہےاورایک وقت آیا کہ حضرت اقدسؒ نے اپنا خلیفہ ومجاز بنادیا۔

(۳) رفیق الدرس حضرت مولانا عبدالحق صاحب قاسمی موضع آبھہ کے رہنے والے ہیں، دارالعلوم سے فراغت کے بعد خانقاہ تھانہ بھون میں درس وتدریس کے مشغلہ میں لگ گئے، اس کے بعد بڑھانہ کے قریب موضع لوئی کی جامع مسجد میں اس وقت امامت وخطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

شروع ہی سے صالح ہیں، احقر کو طالب علمی کے دور ہی سے رفاقت حاصل رہی ہے، موصوف نے اپنا اصلاحی تعلق اولاً رئیس المحدثین حضرت مولانا رئیس الدین صاحبؒ بجنوری سابق شیخ الحدیث مظاہر علوم وقف سہارن پور سے قائم فرمایا تھا، ان کی رحلت کے بعد حضرت اقدسؒ سے رجوع فرماکر ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوکر اوراد و وظائف میں لگے رہے، یہاں تک کہ حضرت اقدسؒ کی جانب سے موصوف کی ولایت پر مہر ثبت ہوگئی، مجاز بیعت ہونے کا شرف حاصل ہوگیا۔

(۴) جناب الحاج شاہ نظر صاحب مرحوم عرف چرھو کیرانوی ان کو بھی مجازِ بیعت اور خلیفہ ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے، مگر یہ اللہ کو پیارے ہوگئے ہیں۔

(۵) حضرت مولانا محمد شرافت صاحب قاسمی دامت برکاتہم: موضع خواجپورہ کے رہنے والے ہیں، حضرت اقدسؒ سے تزکیۂ نفس کراتے رہے، یہاں تک کہ خلافت واجازت سے سرفراز ہوگئے۔

(۶) حضرت مولانا مفتی محمد عباس صاحب دامت برکاتہم: بڑوت سے متصل موضع بجرول میں ایک بڑے عربی مدرسہ کے روحِ رواں اور مہتمم ہیں، قرب وجوار میں آپ کا فیض پھیلا ہوا ہے، صفتِ احسان کے حصول کے واسطے حضرتِ اقدسؒ سے اصلاحی تعلق قائم فرمایا، اورسلوک و تصوف کی منزلیں طے کرنے لگے، یہاں تک کہ اس سفر کے منتہا کو پہنچے تو حضرت اقدسؒ اپنے شیخ ومرشد حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کی خدمت میں لیکر حاضر ہوئے اوران کے حالات سنائے، حضرت مدنیؒ نے بخوشی اپنی طرف سے مجازِ بیعت بنادیا اورحضرت اقدسؒ ہی کے حوالہ فرمادیا کہ یہ تمہارے ہی ہیں۔ یہ حضرت کی تواضع وانکساری تھی کہ بجائے خود اجازت دینے کے اپنے شیخ و

مرشد سے اجازت دلوائی، موصوف اس وقت بجرول مدرسہ میں رہتے ہوئے اکابر کی یاد تازہ کئے ہوئے ہیں۔ پورے علاقہ میں آمد ورفت کے ذریعہ دینی ماحول بنارہے ہیں، آپ کا فیض عام ہوتا جارہا ہے۔

(۷) حافظ محمد عرفان صاحب دامت برکاتہم: کیرانہ کے رہنے والے ہیں، اپنا تزکیہ نفس حضرت سے کرایا، جب کامیابی کو پہنچے تو حضرت اقدسؒ نے اپنے شیخ ومرشد کے پاس لے جاکر اجازت دلوائی۔

حضرت اقدسؒ کا طریقۂ وعظ ونصیحت:

حضرتِ اقدسؒ کا وعظ ناصحانہ ومشفقانہ ہوا کرتا تھا، حضرت بیانات میں لفاظی، چرب لسانی مبہم الفاظ، ذومعنیٰ اور مشکل الفاظ بولنے کے عادی نہیں تھے اور نہ اس کو پسند کرتے تھے، حضرت اقدس کا بیان بہت سادہ عام فہم زبان میں ہوتا تھا، جس کو ہر خاص وعام سمجھ لیتا تھا، جوشیلی اور لچھے دار تقریر نہ ہوتی تھی۔

احقر کو تقریباً چھ سال تک حضرت اقدسؒ کے قریب رہنے کی سعادت میسر آئی ہے، اکثر اسفار میں بھی معیت نصیب ہوئی ہے، حضرت کے بیان کو جو محسوس کیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت اقدسؒ کا بیان مکمل طور پر الہامی والقائی ہوتا تھا، بعض اوقات احقر سے فرمادیتے مولانا! بیان کرنے سے پہلے ﴿**سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا إنک أنت العليم الحكيم**﴾ پڑھ لیا کرو، اللہ تعالیٰ جو ذہن میں ڈالے بیان کردینا، حضرت اقدسؒ خود بھی کبھی کبھی اس آیتِ مذکورہ کو پڑھ کر وعظ شروع فرماتے تھے۔

حضرت اقدسؒ کا وعظ چونکہ الہامی ہوتا تھا کبھی مختصر، لیکن اگر مجمع مخلصین کا ہے تو ایک گھنٹہ تک وہ مضامین بیان ہوتے تھے جن کی اشد ضرورت ہوا کرتی تھی، جب کہ پہلے سے حضرت اقدس کو کوئی اشارہ بھی نہیں کرتا تھا، خود بخود وہ باتیں آتی رہتی تھیں، ایسا بھی ہوتا کہ مجمع میں جس کا کوئی سوال ہوتا اس کا جواب مل جاتا، اگر مجمع میں اہلِ علم زیادہ ہوتے تو علم وعرفان کی باتیں، اور اولیاء اللہ کی حکایات سے مزین وعظ فرماتے تھے۔

ایک دفعہ کیرٹو کی جامع مسجد کے امام مولانا محمد یوسف صاحب بھیسانوی نے پوچھا حضرت! آسمانوں میں شیاطین اب بھی جاتے ہیں یا ان کا جانا بند ہوگیا؟ تو حضرت اقدسؒ نے برملا فرمایا بھائی

مجھے تو کچھ آتا نہیں یہ مولانا تفسیر کی کتابیں پڑھاتے ہیں ان سے معلوم کرلو، ایک شخص نے عرض کیا حضرت ! آپ بھی تو بہت بڑے عالم ہیں ؟ تو فرمایا نہ بھائی ایسا نہ کہو، میرے پاس کچھ نہیں بس بزرگوں کی برکت ہے، عشا بعد حضرت اقدسؒ کا بیان ہوا، حضرت نے اس سوال کا جواب بڑے سادہ اور عام فہم انداز میں دیتے ہوئے اللہ کی قدرت اور دین کی حفاظت پر اس طرح کلام کرتے ہوئے گذر گئے کہ کسی کو محسوس نہ ہونے پائے، اور سمجھنے والے سمجھ بھی جائیں۔

اصلاحِ معاشرہ کی فکر:

حضرت اقدسؒ کو معاشرہ کی اصلاح و درستگی کا بڑا فکر تھا، علاقہ میں شادی بیاہ کی تقریبات میں برادرانِ وطن کی دیکھا دیکھی بہت سی غلط اور خلافِ شرع رسومات داخل ہوگئی تھیں، مثلاً بڑی بڑی بارات لیجانا، نکاح سے ایک دن پہلے عام دعوت جسے لوگ اپنی زبان میں منڈھا کہتے ہیں، رخصتی سے پہلے دلہا کو سلامی کے لئے گھر بلانا، اور بے پردگی کا مظاہرہ، غیر محرم مرد و عورت کا اختلاط وغیرہ۔ حضرت اقدسؒ نے ان رسومات کو ختم کرکے خالص اسلامی طریقہ پر شادی بیاہ کرنے کے سلسلے میں ایک منظّم تحریک چلائی، مختلف مقامات پر پروگرام اور جلسے کئے، چھوٹے چھوٹے پمفلٹ چھپوا کر تقسیم کرائے، اور گاؤں گاؤں جا کر فرداً فرداً لوگوں کو سمجھایا کہ بھائی بارات میں زیادہ لوگوں کی کیا ضرورت ہے؟ بس پانچ آدمیوں سے زیادہ کی کوئی ضرورت نہیں، فضول خرچی سے بچو، ناموری اور شہرت سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں، حضرت اقدسؒ کی محنت رنگ لائی اور علاقے سے کافی حد تک یہ رسومات ختم ہوگئیں۔ بالخصوص گڑھی دولت میں یہ تحریک بہت مؤثر ثابت ہوئی، جس کا مشاہدہ گزشتہ ماہ ۲۳؍اپریل کو مولانا محمد غفران قاسمی پاؤٹی کلاں کے برادرِ اصغر محمد فاضل کا نکاح جناب بھائی محمد الیاس صاحب کی صاحبزادی سے ہوا لڑکی کے والد ماجد نے برملا کہا کہ بارات میں صرف پانچ آدمی آئیں کیونکہ ہمارے بڑے مولوی صاحب (حضرت اقدسؒ) نے ہمیں یہی حکم دیا ہے اور ہم اسی پر عمل کریں گے۔ چنانچہ بڑی سادگی اور سنت طریقے پر یہ نکاح منعقد ہوا اور ڈیڑھ دو گھنٹے کے اندر رخصتی بھی ہوگئی۔

حضرت اقدسؒ کا مزاج تھا کہ جو باتیں دوسروں کو بتاتے اس پر خود بھی عمل کرتے تھے، چنانچہ چند سال پہلے اپنی پوتی (حضرت مولانا محمد عاقل صاحب کی صاحبزادی) کی نسبت بڑی سادگی سے فرمائی، سہارنپور کسی جگہ جلسہ میں شریک ہونا تھا وہ گاؤں جہاں پوتی کی نسبت ہوئی تھی راستہ

میں پڑتا تھا، آپ نے لڑکے کے والد سے فرمایا: بھائی میں تھوڑی دیر بعد آپ کے گاؤں میں آؤنگا، سیدھا مسجد جاؤنگا، تم لڑکے کو اور محلّہ کے کچھ لوگوں کو لیکر مسجد میں جمع ہو جانا، میں اپنی پوتی کا نکاح پڑھا کر آگے چلا جاؤنگا، چنانچہ گئے اور نکاح پڑھا کر آگے چلے گئے، بالکل سنت کے مطابق نکاح ہوا، شام کے وقت حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ اپنی صاحبزادی کو اپنی سواری سے اس کی سسرال میں چھوڑ آئے، یہ مثالی نکاح ہے، ہم سب کو بھی اپنی اولاد کے نکاح اسی طرح کرنا چاہیئے۔

حضرت اقدسؒ کی مقبولیت:

اللہ تعالیٰ نے عوام وخواص کے درمیان آپ کو حیرت انگیز محبوبیت عطا فرمائی تھی، آپ کو اپنے متعلقین سے حد درجہ تعلق تھا، اگر متعلقین میں سے کسی کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آتا تو برابر کے شریکِ غم ہوتے، خلوتوں میں سسکتے، بلکتے اور بارگاہ ایزدی میں اس کے لئے گریہ وزاری کرتے، نیز آپ کے تلامذہ اور آپ کے درمیان جو جاں نثارانہ اور فداکارانہ تعلق تھا، اس کی نظیر اس دور میں بڑی مشکل سے ملے گی، بلا استثناء آپ کے طلباء، مریدین ومعتقدین جہاں کہیں بھی رہتے خط وکتابت اور فون کے ذریعہ آپ سے برابر رابطہ میں رہتے اور ہر وقت آپ کے ذکر خیر سے رطب اللسان رہتے، آپ اپنے متعلقین کو بالخصوص طلباء کرام کو اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز رکھتے تھے، ان کی پریشانی کو اپنی پریشانی سمجھ کر تڑپ اٹھتے اور بے چین وبے قرار ہو جاتے، نہ جانے کتنے مہمانانِ رسول نے صرف آپ کی کفالت میں علمی سفر طے کیا۔

حضرت اقدسؒ اپنے مدرسہ کے جملہ طلباء ومدرسین سے باپ جیسی محبت وشفقت فرماتے تھے نہ کسی کو ڈانٹتے نہ جھڑکتے تھے، جب کسی مدرس کو مدرسہ سے علیحدہ کرنا ہوتا تو اس میں شریعت کا لحاظ رکھتے، نرمی کا معاملہ فرماتے اور علیحدگی میں بلا کر فرماتے: بھائی! اب تم دوسری جگہ دین کی خدمت کرلو یہ یہ وجوہات ہیں جن کی بناء پر یہ کہنا پڑ رہا ہے اور بھائی مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا، یہی وجہ ہے مدرسہ سے علیحدگی کے باوجود مدرسین کی حضرت اقدسؒ کے ساتھ عقیدت برقرار رہتی تھی۔

حضرت اقدسؒ کی استغنائیت:

حضرت والاؒ کی شخصیت جو مجموعہ محاسن تھی اس میں یہ خوبی بھی ودیعت فرمائی گئی تھی کہ آپ کسی سے کوئی امید نہ رکھتے تھے، استغنائیت وحقیقت پسندی انتہائی بلند وبالا اوصاف ہیں، کم لوگ

ہیں جو استغناء کی دولت اور بے نیازی کی صفت سے مزین ہیں، استغناء انبیاء علیہم السلام، صلحاء عظام، اکابر اولیاء اللہ کا ورثہ ہے، حقیقت یہ ہے کہ کسی دعوت وتحریک کی کامیابی کے لئے سب سے بنیادی شرط انسان کا مادی منفعت سے بالکل بےلوث، بےغرض اور مستغنی ہونا ہے، اپنی ہر محنت و کوشش خالص اللہ رب العزت کے لئے ہونا اور اسی سے اجر وثواب کی امید لگائے رکھنا، اپنے کسی دینی مقصد میں کامیابی اور روح پیدا کرنے کی اولین شرط ہے، قرآن مجید میں برگزیدہ بندگانِ خدا کا یہ قول نقل فرمایا گیا ہے ﴿إن أجری إلا علی الله﴾ یعنی دنیا سے کوئی مطالبہ اور اجرت نہیں لیتے بلکہ دعوت الی اللہ کا کام لوجہ اللہ کرتے ہیں۔

ایک دفعہ مظفر نگر کے قریب مدرسہ کے جلسہ میں حضرت کے ہمراہ جانا ہوا، واپسی پر ناظمِ مدرسہ نے کرایہ کی مد میں پندرہ سو روپئے کا ہدیہ پیش کیا، حضرت اقدسؒ کو کشفاً معلوم ہو گیا کہ زیادہ ہے، حضرت نے فرمایا بھائی! گاڑی میں چار سو روپئے کا تیل ڈالا گیا تھا بس اتنے ہی دو زیادہ واپس کردو، اہلِ مدرسہ کو تعجب ہوا اور حضرت کے اس عمل کو دیکھ کر بعض کی آنکھوں میں آنسو بھی آ گئے، حضرت اقدسؒ نے فرمایا بھائی مدرسہ قوم کی امانت ہوتی ہے اس میں بہت احتیاط رکھنی چاہئے۔

دوسروں کی عیب پوشی:

حضرت والاؒ کی ذاتِ اقدس کے چوبیس گھنٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وسنت کے مطابق گذرتے تھے، آپ عوام وخواص کا مرجع وماً وی تھے، یہی وجہ ہے کہ دن رات واردین و صادرین کی قطاریں لگی رہتی تھیں، مرتب جب بھی حضرت والاؒ کی خدمت میں گیا ہے تو یہی منظر دیکھا ہے کہ سب سے خندہ پیشانی سے ملاقات فرما رہے ہیں، اگر کوئی کسی کی غیبت یا چغلی شروع کردیتا تو اسکو فوراً منع کردیتے اور اپنی مجلس کو غیبت وچغلی جیسی چیزوں سے پاک رکھتے تھے۔

اس دور میں ہر آدمی دوسرے کے عیوب کی تلاش وجستجو میں لگا رہتا ہے، یہ ایک مزاج اور ماحول سا بن گیا ہے، جبکہ شریعت میں اس کی سخت مذمت وارد ہوئی ہے اور چشم پوشی وعیب پوشی کی بڑی فضیلت آئی ہے، دنیا میں کسی کا چھوٹا عیب چھپانے سے آخرت میں بڑا عیب چھپایا جانا حدیث میں مذکور ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے انسان کو عقل مند انسان قرار دیا ہے جو دوسروں کے عیوب سے بالکل غافل اور اپنی کوتاہیوں پر نظر رکھنے والا ہو۔

عمر رسیدہ حضرات کا اکرام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿**ما أكرم شاب شيخاً لسنه إلا قيض الله له من يكرمهٗ عند سنه**﴾ (ترمذی شریف ج۲،ص۲۲) جو جوان کسی بوڑھے کا اس کی عمر کی وجہ سے اکرام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایسے شخص کو مقدر فرما دیتے ہیں جو اس کی عمر زیادہ ہونے کے وقت میں اس کا اکرام کرے۔

اس حدیث میں بڑے اور بوڑھے کی عزت کرنے کی ترغیب ہے،اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے: وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑے کی تعظیم نہ کرے۔

حضرت والاؒ کی یہ بھی خصوصی صفت تھی کہ آپ نیک لوگوں کی قدر،ضعیف اور بوڑھوں کے ساتھ بہت عزت وقدر اور اکرام کا معاملہ فرماتے تھے،جس کا مشاہدہ آپ کے تلامذہ ومتوسلین نے بارہا کیا ہے۔

سفر کے دوران اگر کوئی عمر رسیدہ شخص پیدل چلتا ہوا نظر آجاتا تو گاڑی روک کر اس کو گاڑی میں بٹھا لیتے اگر گاڑی میں پیچھے جگہ نہ ہوتی تو اپنی سیٹ پر ہی بٹھا لیتے اور کوشش کرتے کہ اس کو کوئی تکلیف نہ ہو،خود تکلیف میں بیٹھے رہتے،بعض اوقات ڈرائیور گاڑی روکنے میں پس وپیش کرتا تو صاف فرما دیتے نہیں بھائی گاڑی روکو ان کو بٹھا کر چلنا ہے۔

حضرت اقدس کے اسفار:

حضرت اقدسؒ جامعہ بدر العلوم کی جملہ ذمہ داریوں کو سنبھالنے کے ساتھ ساتھ اطراف و اکناف میں دینی،اصلاحی پروگراموں میں تشریف لیجاتے،مدارسِ اسلامیہ کے سالانہ امتحانات کے لئے تشریف لیجاتے،اور کثیر تعداد میں مدارس کی سرپرستی فرماتے،بعض جگہ کا تقاضا مدرس رکھنے کا ہوتا،بعض جگہ مدرس کے استعفیٰ کرنے کا ہوتا،حضرت کا ظرف تھا سب کچھ بآسانی ہضم کر جاتے چہرے سے عیاں نہ ہونے دیتے تھے۔

اکثر مغرب بعد کا پروگرام ہوا کرتا تھا،عشا کے بعد کھانے سے فراغت پر واپسی ہوتی تھی، بعض اوقات پروگرام عشاء کے بعد ہوتا اور واپسی ۱۱-۱۲ بجے ہوتی،صبح مدرسہ میں تشریف لے

آتے اور عصر سے پہلے پھر پروگرام میں شرکت کے لئے چلے جاتے۔

ایک دفعہ سہارن پور کے قریب ایک مدرسہ میں امتحان کے لئے گئے، امتحان لینے کے دوران احقر کو دوسرے درجہ میں سے بلا کر فرمایا میرے پاس بیٹھ جاؤ اور دیکھو بچے کیسا پڑھ رہے ہیں؟ اور حضرت سر پکڑ کر افسوس کرنے لگے، کیونکہ تعلیم نام کی کوئی چیز بچوں میں نہیں تھی، فرمایا ایسے مدرسے بند ہو جائیں تو بہتر ہے، کم از کم قوم کی امانت تو ضائع نہیں ہوگی ناظمِ مدرسہ کو تنہائی میں بلا کر اپنے پاس بہت پیار و محبت سے بٹھایا اور آبدیدہ ہو کر فرمایا مولانا! قوم کی امانت ہے قیامت میں حساب بھی دینا پڑیگا، ذرا خیال رکھو، تعلیم پر محنت کرو، اللہ آپ کو خوش رکھے۔

جمنا ندی کے دوسری طرف چند لوگوں نے تربوز اور خربوزے وغیرہ کی پلیز لگا رکھی تھی، اسی جنگل میں ایک مرتبہ ان تمام لوگوں نے حضرت کو دعوت دی کہ وہاں کے تمام لوگوں کو جمع کر لیا جائیگا آپ تشریف لے آئیں، چنانچہ حضرت اقدسؒ کے ہمراہ احقر بھی تھا، جمنا کے قریب پہنچ کر کار سے اتر گئے اور ٹریکٹر پر سوار ہو گئے، پانی میں سے گذرتے ہوئے فرمایا: مولانا! **بسم اللہ مجرٖھا الخ** پڑھو، تاکہ صحابہؓ کی سنت پر عمل ہو جائے، صحابہؓ سمندر عبور فرما کر دین کا پیغام لوگوں تک پہنچایا کرتے تھے، ہم اتنا تو نہیں کر سکتے مگر اتباع میں یہ چھوٹا سا عمل ہے اللہ اسی کو قبول فرمالے۔

جنگل میں پہنچے مجمع موجود تھا، دین کی باتیں ہوئیں حضرت اقدسؒ نے مختصر وعظ فرمایا اور دعاء فرما کر عشاء کی نماز ادا فرمائی، بعدہٗ وہاں ایک جھونپڑی میں ایک بوسیدہ سی چار پائی تھی حضرت اسی پر بیٹھ گئے کھانے سے فارغ ہو کر واپس ہوئے، ان حضرات نے حضرت کو ایک تربوز دیا، حضرت نے مدرسہ میں آکر مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہٗ سے فرمایا عاقل! نصف مولانا کو دیدینا یہ ان کا حق ہے، احقر کے پاس جب تربوز پہنچا تو بعض اساتذہ بھی بیٹھے ہوئے تھے سب متعجب رہ گئے، کہ حضرت چھوٹوں کا کس قدر خیال رکھتے ہیں۔

آپ کے متعلق اکابر کے فرمودات:

(۱) ایک دفعہ احقر دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث استاذ محترم حضرت مولانا نصیر احمد خانصاحبؒ کے پاس عصر بعد ان کے مکان پر ملاقات کے لئے گیا، حضرت الاستاذ نے دریافت کیا کہاں کام کر رہے ہو؟ عرض کیا جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت میں۔ تو فرمایا مولانا محمد کامل صاحب کے مدرسہ میں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ تو فرمایا کہ مولانا اسم بامسمیٰ ہیں، ولی آدمی ہیں

حضرت مدنیؒ کے خادم رہے ہیں، صالح اور مخلص شریف الطبع انسان ہیں۔

(۲) پیر طریقت حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم نے ملاقات ہونے پر فرمایا کہ مولانا بزرگ شخصیت ہیں ان کی قدر کرنا، ان کی ہدایت پر چلنا، اس وقت اللہ تعالیٰ ان سے بہت بڑا دین کا کام لے رہا ہے، جس جگہ ہم نہیں پہنچ پاتے وہ وہاں جاکر دین کی باتیں لوگوں کو بتاتے ہیں، قریہ بقریہ جاکر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو ادا کرتے ہیں، پھر چند رسائل دیئے اور حکم دیا کہ مولانا کو ہدیہ میں پیش کر دینا، اور سلام بھی عرض کر دینا، اور فرمایا دوپہر کا کھانا ہمارے یہاں کھانا، احقر نے دوسری جگہ کھالیا، ظہر بعد دوبارہ ملاقات کے لئے گیا تو پیر صاحب ناراض ہوئے کہ دوسری جگہ کھانا کیوں کھایا؟ اور ایک کتاب کی پشت پر تحریر فرمایا کہ آپ کے مدرس نے ہمارا کھانا نہیں کھایا، ان کو ہدایت فرمادیں کہ آئندہ ایسا نہ کریں۔ حضرت اقدسؒ نے پڑھ کر فرمایا وہ ہمارے بزرگ ہیں، بڑوں کے یہاں کھانا مل جانا بہت بڑی سعادت کی بات ہے، ان کے ہمارے اوپر بہت احسانات ہیں۔

جب حضرت پیر صاحب کاندھلہ تشریف لاتے تو حضرت اقدسؒ ان کی اقامت گاہ پر جاکر ملاقات فرماتے اور کبھی ایسا بھی ہوا کہ حضرت پیر صاحب گڑھی دولت تشریف لے آتے، دیگر مواقع پر جب بھی حضرت اقدسؒ نے حضرت پیر صاحب کو مدعو کیا تو سہارن پور سے بخوشی تشریف لے آتے تھے۔

(۳) حضرت مولانا عبد السلام صاحب ٹپرانوی نے ایک موقعہ پر فرمایا جب حضرت اقدسؒ ٹپرانہ میں رہتے تھے تو نوجوانوں کی ہمت نہیں تھی کہ حضرت اقدسؒ کے سامنے ننگے سر کھڑے ہوجائیں، ان کے تقویٰ اور پرہیزگاری کے عوام وخواص سب قائل تھے، مستورات بھی آپس میں کہتی تھیں کہ بے پردہ باہر نہ نکلنا، اگر حضرت اقدسؒ کو معلوم ہوگیا تو ناراض ہوجائیں گے۔

(۴) جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت میں مشکوٰۃ شریف کا آغاز کرانے کے لئے مسند الہند قدوۃ السالکین حضرت مولانا محمد یونس صاحب دامت برکاتہم شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارن پور تشریف لائے تو حضرت اقدسؒ ان کے قیام گاہ کے دروازے پر کھڑے ہوگئے تاکہ کوئی اندر داخل نہ ہوسکے تاکہ حضرت شیخ ناراض نہ ہوں، احقر حضرت شیخ سے ملاقات کے لئے گیا تو فرمایا کہ مولانا تم یہاں دروازے پر کھڑے ہوجاؤ کسی کو اندر نہ جانے دینا، یہ گفتگو حضرت شیخ الحدیث

صاحب نے سن لی دونوں کو بلایا اور حضرت اقدسؒ سے مسکراتے ہوئے فرمایا، میرا اتنا فکر نہ کرو مجھے یہاں کوئی نہیں ستائے گا، تم میرے پاس بیٹھ جاؤ، حضرت شیخ گفتگو فرماتے رہے، گویا دو قلندر محو گفتگو تھے، اسی دوران علاقے کے مدارس کے ذمہ دار حضرات تشریف لے آئے ایک مدرسہ کے مہتمم جو کافی عمر رسیدہ تھے حضرت شیخ کے سامنے بیٹھ کر کہا کہ آپ نے مجھے پہچانا نہیں؟ تو حضرت شیخ کو غصہ آ گیا اور فرمایا کہ میں فلاں علاقے میں گیا تھا اور میں نے اپنے رفقاء کو سختی سے ہدایت کر دی تھی کہ خبردار میرا کوئی تعارف نہ کرانا، تعارف کے بعد آدمی مقید ہو جاتا ہے، آزادی سے نہیں رہ پاتا، بندہ اللہ کی نظر میں صحیح ہے تو کوئی پہچانے یا نہ پہچانے کوئی فرق نہیں پڑتا، مگر حضرت اقدسؒ کی حالت کو دیکھ دیکھ کر حضرت شیخ بار بار مسکراتے رہے، بہت دیر تک گفتگو جاری رہی، نہ معلوم کیا کیا راز و نیاز کی باتیں ہوئیں ہونگی، حضرت شیخ نے بہت سے مشوروں سے بھی نوازا۔

(۵) رئیس المحدثین حضرت مولانا رئیس الدین صاحب بجنوریؒ سابق شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارن پور نے ملاقات پر فرمایا مولانا واقعی بزرگ شخصیت ہیں، بڑوں کے پروردہ ہیں، ایسی شخصیت برسوں میں تیار ہوتی ہے، ان سے خوب استفادہ کرنا چاہئے۔

(۶) ایک مرتبہ مدرسہ میں حضرت مولانا محمد ہشیم صاحب ناظم مدرسہ صولتیہ مکۃ المکرّمہ تشریف لائے، مسجد میں جملہ اساتذہ کرام اور طلباء کے سامنے فرمایا: بہت دن ہو گئے تھے حضرت اقدس سے ملاقات کئے اور ان کا مدرسہ دیکھے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا کو اخلاص کی دولت سے نوازا ہے، امت کی فکر لئے ہوئے ہیں، آپ تمام حضرات بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کریں، پھر طلباء کو پند و نصائح فرمائیں اور فرمایا طلباء کو تعلیم الاسلام پڑھا دیں تو بہت بہتر ہے، جب حضرت اقدسؒ حج پر گئے اس وقت بھی حضرت مکی دامت برکاتہم نے بہت اعزاز و اکرام فرمایا تھا۔

(۷) حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں۔ کہ حضرت اقدسؒ سے جب بھی ملاقات ہوئی تو ان کے چہرے پر نظر پڑتے ہی دل میں خیال آجاتا تھا کہ حضرت مولانا اللہ تعالیٰ کے ان مخصوص بندوں میں سے ہیں جن کے اوصاف قرآن شریف میں مذکور ہیں اور ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ ”إذا رؤوا ذكر الله“ کہ اللہ کے خاص بندے وہ ہیں جن کو دیکھتے ہی اللہ یاد آ جائے۔

(۸) قطبِ عالم حضرت اقدس مفتی افتخار الحسن صاحب دامت برکاتہم نے ایک موقعہ پر دریافت کیا: کتنے طلباء پڑھتے ہیں؟ سالانہ خرچ کتنا ہے؟ معلوم ہونے پر فرمایا یہ تو مولانا کی برکت ہے کہ اتنے خرچ کا سال میں انتظام کر لیتے ہیں، علاقے میں ممتاز شان رکھنے والا مدرسہ ہے ہمیں فخر ہے کہ ہمارے قریب ایسے گاؤں میں جہاں پہلے دینداری نہیں تھی اب الحمد للہ دین داری ہے اور دورۂ حدیث اصولی طور پر پڑھایا جا رہا ہے۔

کشف و کرامات:

(۱) حضرت اقدسؒ کی سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ شب و روز میں کوئی عمل خلاف سنت نہ ہوتا، کھانا کھاتے دستر خوان پر، پانی پیتے سنت طریقے پر، جوتے چپل سنت طریقہ پر پہنتے، یہاں تک کہ کپڑے پہننے اور نکالنے میں بھی اور ہاتھ پاؤں کے ناخن کترنے میں، اور نشست و برخواست میں سنت طریقے کو اپناتے تھے، ملاقات بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ فرماتے۔

(۲) حضرت اقدسؒ کی ذات مردہ دلوں کے لئے مسیحا کی حیثیت رکھتی تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب کی توجہ اور زبان کی تاثیر سے بے شمار انسانوں کو نئی اسلامی زندگی عطا فرمائی، گویا کہ آپ کا وجود اسلام کے لئے بادِ بہاری تھا، جس نے دلوں کی تاریکی کو دور کر کے ان میں نئی جان ڈال دی اور عالمِ اسلام میں ایمان و روحانیت کی ایک نئی لہر پیدا کر دی، حضرت کی صحبت اختیار کرنے کے بعد رہزن اور خونی جرائم پیشہ لوگوں نے توبہ کی اور فاسد الاعتقاد اپنے غلط عقائد سے ہٹ کر صحیح عقائد پر گامزن ہو گئے۔

(۳) ایک دفعہ بڈولی مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں جانا تھا، مدرسہ کی گاڑی کسی دوسرے کام سے باہر گئی ہوئی تھی، حضرت اقدسؒ نے فرمایا مولانا! شام چار بجے جلسے میں عام سواری سے چلنا ہے، چنانچہ رکشہ کے ذریعہ گڑھی دولت سے کاندھلہ پہنچے، وہاں سے شاملی کی بس میں سوار ہوئے، جس سیٹ پر بیٹھے، وہاں سے بس کا کچھ حصہ ٹوٹا ہوا تھا، نیچے سے دھول اوپر آ رہی تھی، حضرت اقدسؒ نے فرمایا مولانا! تمہارے اوپر دھول آ رہی ہے تم میری جگہ آ جاؤ میں تمہاری جگہ بیٹھ جاتا ہوں۔ احقر نے انکار کیا مگر حضرت اصرار فرماتے رہے، یہاں تک کہ احقر کو اٹھنا پڑا اچھلی سیٹ پر ایک غیر مسلم یہ سب دیکھ رہا تھا وہ فوراً اٹھ کر حضرت کے سامنے آیا اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا، تم دونوں میری سیٹ پر بیٹھو میں اس ٹوٹی سیٹ پر بیٹھونگا۔ دوسرے مسافر بھی دیکھنے لگے، حضرت اس کی

بات کوٹال نہ سکے مسافروں میں مذاکرہ ہوتا رہا کہ واقعی مسلمان ایسے ہی ہوتے ہیں ہم نے اپنے بڑوں سے سنا تھا مگر آج اس بزرگ کو خود دیکھا ہے۔

مغرب بعد شاملی سے جھنجھانہ کی بس میں بیٹھے احقر کو فکر ہوا کہ اس وقت جھنجھانہ سے کیرٹو بڈولی کے لئے کوئی سواری نہ ملیگی، حضرت کو کشفاً معلوم ہو گیا فرمایا مولانا! فکر نہ کریں کوئی نہ کوئی سواری ان شاء اللہ مل جائیگی۔ چنانچہ جھنجھانہ چوراہا (گاڑی والے) پر اترے تو دیکھا بس وغیرہ کوئی نہیں مگر حافظ نور محمد صاحب اپنی موٹر سائیکل لئے تیار کھڑے ہیں اور بتانے لگے کہ میں گھر میں تھا، اچانک دل بیچین ہونے لگا اور میں گاڑی لیکر یہاں آکر کھڑا ہو گیا، ہم دونوں ان کی گاڑی پر بیٹھ کر چلے راستہ میں دونو جوان اپنی موٹر سائیکل سے ہماری گاڑی سے آگے نکل گئے پھر پیچھے آگئے اسی طرح آنکھ مچولی کرتے رہے، حافظ نور محمد صاحب کو غصہ آیا اور گاڑی کی رفتار بڑھادی، حضرت اقدسؒ نے فوراً فرمایا بھائی وہ سادہ وردی میں پولیس والے ہیں وہ جانچ کر رہے ہیں تم اپنی رفتار سے چلتے رہو، چند ایام بعد حافظ نور محمد صاحب نے بتایا کہ واقعی وہ پولیس والے تھے، ان میں سے ایک سے ملاقات ہوئی اس نے بتایا کہ ہمیں تمہارے اوپر شک ہوا تھا مگر جب ہم نے حضرت کو دیکھا تو ہم مطمئن ہو گئے اور نادم بھی ہوئے۔

(۴) ایک سال بارش نہ ہوئی حضرت اقدسؒ نے عشاء بعد مائک میں اعلان فرمایا کہ بھائیو! صبح دس بجے مدرسہ میں استسقاء کی نماز پڑھی جائیگی، لوگ جمع ہو گئے احقر نے تھوڑی دیر تقریر کی بعدہٗ حضرت اقدسؒ نے نماز استسقاء پڑھائی، نماز کے بعد قبلہ رو کھڑے ہو کر حضرت نے بہت طویل رقت آمیز دعاء کرائی حضرت مولانا مفتی صداقت صاحب نے عرض کیا حضرت! تین دن نماز پڑھی جائے تو بہتر ہے تو حضرت نے فوراً اعلان کرادیا کہ صبح بھی نماز پڑھی جائیگی، بعض اساتذہ آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ نماز استسقاء اگر مسجد کے صحن میں دھوپ میں پڑھی جائے تو اچھا ہو تھوڑی دیر بعد حضرت اقدس اپنے حجرۂ مبارکہ سے تشریف لائے اور فرمایا مولانا! صبح نماز مسجد ہی کے صحن میں پڑھی جائیگی۔ آپ حضرات کے کہنے کے مطابق۔ جب کہ حضرت کو کسی نے بتایا بھی نہیں تھا، جن کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی وہ سب وہیں موجود تھے۔

(۵) ایک دفعہ حضرت اقدسؒ کے ساتھ گندراؤ جلسہ میں جانا ہوا وہاں کے بعض عمر رسیدہ احباب نے بتایا کہ ایک مرتبہ برسات کے موسم میں گاؤں کے راستوں میں پانی بھرا ہوا تھا، کیچڑ

میں حضرت کی گاڑی دھنس گئی لوگوں نے سہارا لگایا مگر گاڑی نہ نکلی، آخر میں حضرت نے ہاتھ لگایا جیسے ہی حضرت نے اپنے ہاتھ سے سہارا دیا گاڑی فوراً نکل گئی، سب متعجب رہ گئے۔ایک عمر رسیدہ شخص نے عرض کیا حضرت جی! آپ پہلے ہی ہاتھ لگا دیتے تو سب کو طاقت نہ لگانی پڑتی۔

(۶) ایک مرتبہ جمعرات کی شام میں مدرسہ کے صحن میں حضرت مراقب تھے، احقر کو بلایا اور فرمایا مولانا! اناج کے گودام میں تین بوریاں خراب ہوتی جارہی ہیں، صبح کو صاف کرالینا، گودام کھول کر دیکھا تو واقعی سینکڑوں بوریوں میں سے صرف تین بوریوں میں ہی کیڑا لگا ہوا تھا باقی سب صحیح تھیں، صفائی کے بعد طلباء کو بلا کر اپنی جیب سے دوسو روپئے نکال کر مرحمت فرمائے اور فرمایا یہ میری ذمہ داری تھی میں صاف کرتا مگر آپ لوگوں نے میری طرف سے صاف کیا ہے یہ رقم رکھ لو کچھ کھا پی لینا اور خوب دعاؤں سے نوازا۔

(۷) ایک مرتبہ کاندھلہ سے شمالی جانب تھوڑے فاصلہ پر ایک گاؤں میں جمعہ کے وقت حضرت اقدسؒ کے ہمراہ جانا ہوا، جمعہ میں اولاً احقر نے تقریر کی، تقریر کے دوران کچھ باتیں ایسی ہوگئیں جو وہاں کی انتظامیہ کیخلاف تھیں، حضرت مراقبہ کی حالت میں تھے، فوراً احقر کی طرف متوجہ ہو کر اشارہ فرمایا، احقر نے اپنی بات جلد مکمل کی، اس کے بعد حضرت نے فرمایا بھائیو بزرگو! یہاں کے حالات کے بارے میں مولانا کو معلوم نہیں ہے، انہوں نے کسی کے کہنے پر بیان نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو ذہن میں ڈالا انہوں نے بیان کر دیا، لہٰذا آپ حضرات اپنے اوپر محمول نہ فرمائیں اور نہ غصہ کرنے کی ضرورت ہے، احقر کو بھی احساس ہوا کہ واقعی بعض احباب غصہ میں بھرے ہوے ہیں، بعد میں حضرت نے بتایا کہ پہلے سے مجھے بھی معلوم نہ تھا۔

(۸) ایک مدرسہ کے استاذ ملاقات کے لئے آئے ان سے معلوم کیا کتنے بچے ہیں؟ استاذ نے یہ سمجھتے ہوئے کہ مدرسہ کے بچوں کے بارے میں سوال ہے مدرسہ کے بچوں کی تعداد بتادی کہ پچاس بچے ہیں، حضرت اقدسؒ بہت ہنسے اور فرمایا تمہاری اولاد میں تو بہت برکت ہوئی ہے شاید کسی بزرگ سے دعا کرائی ہوگی، پھر ایک حدیث سنائی کہ حضور ﷺ نے حضرت انسؓ کے لئے اولاد کی برکت کی دعاء فرمائی تھی، چنانچہ حضرت انسؓ کو ایک سو سے زیادہ اولاد ہوئیں، اس پر مولانا بہت نادم ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت! میرا تو ابھی نکاح بھی نہیں ہوا، حضرت نے فوراً آبدیدہ ہوتے ہوئے دعاء فرمائی دعا قبول ہوئی اور چند روز بعد ہی مولانا کا نکاح ہوگیا۔

(۹) مدرسہ کے ایک طالب علم محمد جاوید کیرانوی کو جنات کے اثرات تھے، کبھی کبھی مغرب اور عشاء کے درمیان جسم پر حاضر ہوجاتے تھے، تکلیف پہنچاتے، جس روز حضرت اقدسؒ مدرسہ میں موجود ہوتے جنات حاضر نہ ہوتے، ایک روز حضرت اقدسؒ سے عرض کیا یہ صورتِ حال ہے تو حضرت نے مراقبہ کرنے کے بعد فرمایا، بے فکر رہو اب ایسا کچھ نہیں ہوگا ان شاء اللہ، چنانچہ اس کے بعد کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔

متفرقات:

(۱) ایک دفعہ مولانا محمد یوسف صاحب امام جامع مسجد کیرٹو کی دعوت پر کیرٹو حضرت کے ہمراہ جانا ہوا، مغرب بعد مسجد کے صحن میں چند چارپائیاں بچھی ہوئی تھیں، ان میں سے ایک پر حضرت اقدسؒ لیٹ گئے، دیگر چارپائیوں پر دوسرے رفقاء بیٹھے ہوئے حضرت اقدسؒ کی نصیحتوں سے محظوظ ہورہے تھے، اسی دوران مدرسہ نور محمدیہ جھنجھانہ کے استاذ مولانا عبدالباقی صاحب بھیسانوی تشریف لائے، اندھیرے میں پہچان نہ سکے آتے ہی اپنے مزاحی انداز میں پوچھا یہاں کون لیٹا ہوا ہے؟ حضرت اقدسؒ نے بھی مزاحاً فرمایا اجی ایک مسافر ہے، اس پر مولانا نے فرمایا ارے مسافر کا کچھ نام بھی تو ہوگا؟ حضرت اقدسؒ نے مسکراتے ہوئے فرمایا اجی مسافر کو لوگ محمد کامل کہتے ہیں، یہ سننا تھا کہ مولانا بہت نادم ہوئے، معذرت چاہی، حضرت اقدسؒ نے فرمایا نادم ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(۲) ایک دفعہ برادرِ اکبر مولانا محمد اکرام صاحب نے مدرسہ انوار القرآن موضع پور معافی کے سالانہ جلسہ کے لئے حضرت کو دعوت دی تو حضرت اقدسؒ نے فرمایا مولانا میں بوڑھا آدمی ہوں، میں آتو جاؤں گا مگر زیادہ دیر نہ روکنا، اس پر مولانا محمد اکرام صاحب نے عرض کیا حضرت! جیسا آپ چاہیں گے ویسا ہی ہوگا۔

چنانچہ حضرت اقدسؒ قاری محمد نوشاد صاحب مدرس جامعہ بدر العلوم کو اپنے ساتھ لیکر مغرب کے وقت تشریف لے آئے، جب کہ جلسہ عشاء کے بعد شروع ہونا تھا، حضرت اقدسؒ نے مدرسہ کے مہتمم مولانا محمد اکرام صاحب کو مسکراتے ہوئے فرمایا آپ کو وعدہ یاد ہے نا؟ مولانا نے عرض کیا حضرت ضرور یاد ہے، اور اسی وقت حاضرین کو اطلاع دی سب جمع ہوگئے اور حضرت اقدسؒ نے بہت بشاشت کے ساتھ ناصحانہ و مشفقانہ وعظ فرمایا، دورانِ وعظ آپسی اتفاق و اتحاد، اور مدارسِ

عربیہ کی اہمیت وضرورت پر ترغیب دے کر دعاء کرادی اور عشاء سے پہلے واپسی ہوگئی ، پورے راستہ حضرت اقدسؒ بار بار دہراتے رہے کہ واقعی مولانا اپنے وعدہ کے پابند نکلے ہیں۔

(۳) ایک دفعہ حضرت اقدسؒ موضع بھورہ میں تشریف لے گئے ،مغرب بعد تھوڑی دیر احقر نے تقریر کی ، بعدہٗ حضرت نے وعظ فرمایا، اس مسجد کے امام اپنی ناسمجھی اور غلط فہمی کی بناء پر حضرت کی طرف سے کبیدہ خاطر تھے ،انہی کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھی ، امام نے جو عالمِ دین ہیں حضرت سے ملاقات نہ کی ،حضرت اقدسؒ بعد نماز عشاء خود ان کے حجرہ میں تشریف لے گئے ،سلام میں پہل فرمائی اور مصافحہ کیا، پھر کیا تھا مولانا بہت شرمندہ ہوئے۔

(۴) ایک دفعہ حضرت اقدسؒ سے عرض کیا میرے بھتیجے محمد طیب نے دارالعلوم دیوبند میں دورہ کے لئے امتحان دیا تھا، پاس ہوگئے ہیں مگر تقابل میں پیچھے رہ گئے ، اگر مناسب ہوتو حضرت اقدس سفارش فرمادیں؟ تو حضرت نے فرمایا بھائی میں اتنا بڑا کہاں؟ میرے اندر یہ جرأت نہیں، میں تو اپنے بچوں کے داخلہ کے سلسلے میں بھی سفارش نہ کرسکا ،آپ ایسا کریں کاندھلہ جا کر حضرت سے سفارش کرالو وہ بڑے ہیں امید ہے داخلہ ہو ہی جائیگا۔عارف باللہ حضرت اقدس مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب دامت برکاتہم سے عرض کیا تو حضرت نے فرمایا بھائی میں دو بچوں کی سفارش کر چکا ہوں اب مجھے شرم آتی ہے مگر آپ سفارش بھی مولانا کی لائے ہیں جس کو میں نظر انداز نہیں کر سکتا ،تم میرے حوالہ سے مولانا نور الحسن راشد صاحب سے قاری سید عثمان صاحب نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے نام سفارشی خط تحریر کرالو، چنانچہ سفارشی خط کی بناء پر ابن الاخ کا داخلہ ہوگیا، حضرت اقدسؒ کو خوش خبری سنائی تو فرمایا بھائی اللہ کا شکر ادا کرو۔

(۵) بعض اوقات فرماتے مولانا جمعہ کے روز آپ حضرت کے پاس کاندھلہ جاؤ گے یہ گلاب کے پھول میری طرف سے ہدیۃً پیش فرما دینا ، اسی طرح کبھی خود حضرت سے ملاقات کو جاتے تو اکثر پھول یا عطر خدمتِ اقدس میں پیش فرماتے ،حضرت کاندھلوی بڑی بشاشت اور شفقت ومحبت سے سونگھتے اور الحمد للہ فرماتے اور فرماتے مولانا سے سلام عرض کر دینا۔

(۶) ایک موقعہ پر احقر نے گفتگو کے دوران دریافت کیا کہ حضرت مولانا سید اسعد مدنی اس وقت ہندوستان کی شان ہیں حکومتِ ہند پر بھی رعب ودبدبہ رہتا ہے، اس وقت آبدیدہ ہوکر فرمایا مولانا ! ایک دفعہ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی ، آپ ﷺ نے پوچھا تم

کس کے پاس جاتے ہو؟ جب میں نے حضرت مدنی کا نام لیا تو فرمایا ہاں ان کا شہرہ پورے عالم میں ہوگا۔

(۷) ایک دفعہ بتایا کہ دارالعلوم دیوبند میں زمانۂ طالب علمی میں مدنی مسجد میں امامت کیا کرتا تھا، اوراذان بھی میں ہی دیتا، حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ اسی مسجد میں نماز پڑھتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت مدنیؒ تشریف لائے میں نے تکبیر کہنا شروع کردیا حضرت مدنی مصلے پر تشریف نہ لے گئے نہ کسی دوسرے کی ہمت ہوئی، تکبیر ختم کر کے میں نے ادھرادھر دیکھا کسی کو بھی آمادہ نہ پایا تو میں ہی نماز پڑھانے مصلی پر پہنچ گیا، اس وقت حضرت مدنیؒ نے مسکراتے ہوئے فرمایا ایک ہی شخص اذان بھی دیتا ہے وہی اقامت بھی کہتا ہے اور پھر وہی شخص نماز بھی پڑھاتا ہے۔

(۸) ایک دفعہ پڑاسولی جلسہ میں حضرت اقدسؒ گئے تو معلوم ہوا کہ حضرت کاندھلوی جلسہ میں تشریف لائے تھے، مگر بعض امور جو حضرت کاندھلوی کے مزاج کے خلاف تھے ان کی بناء پر ناراض ہوکر واپس تشریف لے گئے، یہ سن کر حضرت پر بہت اثر ہوا، غمگین ہوئے اور لوگوں سے فرمایا بھائی آپ لوگوں نے ایسا کیوں کیا؟ تم نے بہت برا کیا، ان سے جا کر معافی مانگنا، بعدہٗ کاندھلہ حضرت جی کے پاس ملاقات کے لئے گئے اور عرض کیا حضرت! میں اس وقت وہاں نہیں تھا، اس پر حضرت جی مسکرائے اور فرمانے لگے مولانا! تم بلا وجہ متفکر ہو رہے ہو وہ تو جلسہ کی انتظامیہ کا قصور ہے اور تمہارے اوپر تو مجھے فخر ہے میں تم سے کیسے ناراض ہوسکتا ہوں؟

(۹) ختمِ مشکوٰۃ شریف کے لئے کاندھلہ سے حضرت جی دامت برکاتہم تشریف لائے، مسجد کے صحن میں مجمع کے سامنے حضرت جی کے قریب جا کر کہنے لگے حضرت! اگر اجازت ہو تو ایک بات عرض کروں؟ حضرت جی نے اجازت دیدی تو حضرت کھڑے ہوئے آبدیدہ ہوکر فرمایا بھائیو! تحدیث بالنعمۃ کے طور پر ایک خواب بتاتا ہوں چند سال پہلے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی، آپ ﷺ نے اپنے دہنِ مبارک سے چوسنے کی چیز نکال کر مرحمت فرمائی جس کو میں نے چوسا بہت شیریں تھی اس کی حلاوت اب تک محسوس ہوتی رہتی ہے، میں نے یہ خواب حضرت جی دامت برکاتہم کے سامنے عرض کر کے تعبیر چاہی، حضرت جی نے تعبیر ارشاد فرمائی تھی کہ جس مدرسہ میں آپ ہیں وہاں درسِ حدیث ہوا کریگا، قال اللہ وقال الرسول کی

صدائیں گونجا کریں گی، الحمدللہ آج وہ تعبیر پوری ہوتے ہوئے ہم سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اب تک مدرسہ میں جلالین شریف تک تعلیم ہوتی تھی اور اس سال درسِ حدیث کا سلسلہ شروع ہوکر سال کے ختم تک حدیث کی مشہور ومعروف کتاب مشکوٰۃ شریف شروع سے آخر تک طلباء نے پڑھی ہے، آخری حدیث کا درس حضرت جی دامت برکاتہم دے کر دعاء فرمائیں گے، اس دوران حضرت جی مدظلہ بغور حضرت کی باتیں سنتے رہے اور مسکراتے رہے۔

(۱۰) ایک دفعہ کیرانہ میں ایک حاجی صاحب حج سے تشریف لائے، حضرت اقدسؒ کی دعوت ہوئی حضرت کے ہمراہ احقر اور حافظ غیاث الدین وغیرہ تھے کھانے کے بعد عجوہ کھجور اور زمزم کا پانی دسترخوان پر آیا حضرت نے ایک یا دو کھجور تناول فرمائی، ہم لوگ کھاتے رہے تو حضرت نے مزاحاً فرمایا: ب۔س ب۔س یعنی بس کرو، پھر عربی زبان میں فرمایا کُلْ قلیلاً، چند روز بعد کسی موقعہ پر ارشاد فرمایا میزبان کا خیال رکھنا چاہیے۔

(۱۱) کیرانہ کے متصل ایک گاؤں رامڑا ہے اس میں حضرت اقدسؒ کے ساتھ جانا ہوا، رات کو قیام رہا، میزبان نے گھر کے صحن میں لبِ سڑک چند چارپائیاں ڈال دیں، حضرت اقدس بڑی سادگی کے ساتھ آرام فرما ہوئے، تہجد کے وقت مسجد تشریف لے گئے اور تہجد سے فارغ ہوکر آہ و زاری میں مشغول ہوگئے، روتے رہے اور مدرسہ کی جملہ ضروریات کی تکمیل کی دعاء کرتے رہے، وہ منظر قابلِ دید تھا، احقر پیچھے بیٹھا ہوا مشاہدہ کرتا رہا کبھی کبھی حضرت کی آواز بلند ہوجاتی تو احقر آمین کہہ لیتا تھا۔

فجر کی نماز کے وقت ایک عمر رسیدہ شخص نے درخواست کی کہ حضرت آپ نماز پڑھادیں بہت دن ہوگئے آپ کے پیچھے نماز پڑھے ہوئے، حضرت نے نماز فجر پڑھائی اس نماز کا لطف ہی کچھ اور تھا۔

(۱۲) آپ کو قرآن شریف کی تلاوت کا بہت اہتمام تھا، چلتے پھرتے پڑھتے رہتے تھے اور فرصت ہوتی تو اپنے مرید خاص جناب الحاج حافظ اسحاق صاحب کے ساتھ دور فرمایا کرتے تھے۔

(۱۳) ایک مرتبہ موضع گندراؤ میں چند اشخاص سفرِ حج پر جارہے تھے، انہوں نے حضرت اقدسؒ کو مدعو کیا، حضرت تشریف لیگئے، عشاء بعد احقر کو حکم ملا کچھ دیر تقریر کرو، بعدہٗ حضرت اقدسؒ نے ناصحانہ انداز میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا، بھائیو! حج کرنا ایک فریضہ ہے جیسے نماز پڑھنا،

روزہ رکھنا فرض ہے اسی طرح حج کرنا بھی فرض ہے ان لوگوں پر جو صاحبِ استطاعت ہیں، جس طرح جب ہم نماز پڑھنے مسجد جاتے ہیں کوئی اعلان نہیں کیا جاتا نہ دعوتوں کا اہتمام ہوتا ہے ،خاموشی کے ساتھ نماز پڑھ کر چلے آتے ہیں ،اسی طرح حج کو جانے والے حضرات بھی خاموشی کے ساتھ حج کے سفر میں چلے جائیں ،لوگوں کو بتانا، ضیافت کا اہتمام کرنا ان سب کی ضرورت نہیں ،البتہ حرمین شریفین میں وقت کیسے گذارنا ہے، طواف کیسے کرنا ہے، سعی کیسے کرنا ہے، عمرہ کیا ہے حج کیا ہے؟ یہ سب سیکھ کر جانا ضروری ہے۔ اسی طرح روضۂ اقدس پر حاضری کے آداب وغیرہ سیکھ لو اور بھائیو! وہاں سے اپنے اندر تبدیلی پیدا کر کے آنا ہے، جو بری عادتیں پہلے تھیں وہ سب چھوڑ دینا ہے۔ اللہ آپ حضرات کو حجِ مبرور نصیب فرمائے۔

(۱۴) ایک بار ایک عالمِ دین ملاقات کے لئے آئے دریافت فرمایا مولانا! آج تو بہت کرم فرمائی ہوئی کہ آپ تشریف لے آئے ،شاید کوئی دوسرا کام ہوگا؟ عالم صاحب نے عرض کیا کہ فلاں جگہ بارات میں آیا ہوں سوچا کہ آپ سے بھی ملاقات کرلوں۔ بارات کا نام سن کر حضرت اقدسؒ بہت آزردہ ہوئے، صاف تو کچھ نہ فرمایا مگر کنایہ میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: آج فضول خرچی ،رسم ورواج اور شان وشوکت سے بلا ضرورت اسفار کرنے سے امت کو بچانا بہت ضروری ہے اور امت کی اس طرف رہبری کرنا آپ علماء کرام کی ذمہ داری ہے، آپ بڑے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں، صاحبِ نسبت ہیں اللہ رب العزت نے آپ کو بہت نوازا ہے، اس لئے اس طرف بھی توجہ کی بہت ضرورت ہے۔

(۱۵) ایک دفعہ سہارن پور کے قریب کسی گاؤں میں حضرت اقدس کے ہمراہ جانے کی سعادت میسر آئی، وہاں متعلقین ومعتقدین کے آنے کا سلسلہ شروع ہوگیا، حضرت اقدسؒ سب کی سنتے رہے، دلاسا دیتے رہے، صبر کی تلقین کرتے رہے اور سب کو فرماتے جاتے بھائیو! نمازوں کی پابندی رکھو اللہ سب پریشانی ختم فرمادیں گے۔

ایک معذور شخص جو بیٹھے بیٹھے چلتا تھا اس کو دیکھ کر آپ آبدیدہ ہوگئے وہ مصافحہ ملانا چاہتا تھا حضرت اقدسؒ خود اس کے قریب گئے اور اس سے مصافحہ ملایا، اس شخص نے عرض کیا حضرت! کل میں مدرسہ آکر آپ سے ملاقات کرونگا، حضرت نے فرمایا بھائی آج ملاقات ہوتو گئی، وہاں آنے کی ضرورت نہیں، جیسا میں مدرسہ میں ہوتا ہوں ویسا ہی اب ہوں، آپ کے لئے دعاء کرتا ہوں، یہ کہتے

ہوئے ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنی شروع کردی، بہت سی دعاؤں سے نوازا، وہ شخص روتے ہوئے کہنے لگا حضرت! اب مجھے یقین ہوگیا کہ آپ کی مستجاب دعاؤں سے ضرور پریشانیاں ختم ہوجائیں گی، حضرت نے فرمایا بھائی! میرے لئے بھی دعاء کرنا، مجھ مسافر کو بھی دعاء کی ضرورت ہے۔

(۱۶) ایک دفعہ کاندھلہ کی عیدگاہ میں جمعیۃ العلماء ہند کی تحریک پر کالے بل کے خلاف احتجاجی پروگرام ہوا، دیوبند سے حضرت مولانا سید ارشد صاحب مدنی دامت برکاتہم بھی تشریف فرما تھے، مقررین نے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا، چودھری منور حسن مرحوم ایم پی نے بھی اپنے خیالات کا اظہار فرمایا کہ میں کسی صورت میں بھی اس بل کو پاس نہیں ہونے دونگا، اس کے بعد حضرت اقدسؒ کو دعوت دی گئی، حضرت اقدسؒ نے بڑے سادہ انداز میں فرمایا: بھائیو! ابھی ابھی ناظم جلسہ نے مولانا کامل صفدر جنگ کہہ کر اعلان فرمایا میں نے سوچا کوئی دوسرے شخص ہیں، مگر پھر مجھے بتایا گیا کہ آپ ہی کو دعوت دی گئی ہے تو بھائیو! میں عرض کرتا ہوں بس میرا نام تو محمد کامل ہے، اچھا بھائیو میں یوں کہنا چاہ رہا ہوں کہ مساجد اور مدارس یہ ہمارے دینی ادارے ہیں، ہمارا ان سے روحانی تعلق ہے، کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ ہمارے مدارس و مساجد کے درمیان دخل اندازی کرے، وہ اپنی عبادت گاہوں کے لئے جو چاہیں قانون بنائیں مگر ہماری عبادت گاہوں پر بری نظر نہ ڈالیں۔ ہم ان عبادت گاہوں سے امن وسکون کا پرچم لیکر نکلتے ہیں، آپ نے کبھی سنا کہ فلاں مدرسہ کے بچوں نے بس کو آگ لگادی؟ فلاں جگہ فساد پھیلا دیا؟ جب ایسا ہے تو پھر کیوں عبادت گاہوں پر الٹے سیدھے قانون بنائے جارہے ہیں؟ کیوں ان میں رہنے والوں کو ستایا جارہا ہے؟ کیوں ان کو پریشان کیا جارہا ہے؟ بھائیو مجھے زیادہ بات نہیں کرنی ہے بس مجھے اتنا بتادو یہاں سے جو آواز لگائی جارہی ہے تم سب اس کی تائید کرتے ہو؟ (مجمع نے بلند آواز سے کہا ہم تمہارے ساتھ ہیں) فرمایا حضرت مدنی مدظلہٗ اب آپ کے سامنے تشریف لائیں گے وہ جو فرمائیں دھیان سے سننا اور ان کی ہدایات پر عمل کرنا ہے وہ جیسا کہیں گے ویسا کروگے؟ سب نے اثبات میں جواب دیا۔

(۱۷) ایک مرتبہ جمعیۃ العلماء ہند کی طرف سے رام لیلا میدان دہلی میں اجلاسِ عام ہونے والا تھا، اس کی تیاری کے سلسلے میں کیرانہ بس اسٹینڈ کی مسجد میں پروگرام تھا حضرت مولانا سید محمود صاحب مدنی دامت برکاتہم تشریف فرما تھے، مولانا مدنی کا بیان آخر میں ہونا تھا مگر مولانا مدنی نے

فرمایا آخری بیان حضرت اقدسؒ کا ہوگا اور انہیں کی دعاء پر جلسہ ختم ہوگا، اور فرمایا یہ میرے بزرگ ہیں، بڑے ہیں، ان کی موجودگی میں میں دعاء کراؤں؟ ایسا نہیں ہوسکتا، چنانچہ آخری بات بھی حضرت اقدسؒ ہی نے فرمائی اور دعاء بھی کرائی۔

(۱۸) جس شب حضرت اقدسؒ کا مدرسہ میں قیام رہتا تو تہجد سے فارغ ہوکر ذکر کرتے ہوئے پورے مدرسہ کا دورہ فرماتے، اس وقت استغراقی حالت میں رہتے اگر کوئی سامنے سے گذرتا تو پتہ نہ چلتا، اللہ اللہ کرتے گذر جاتے، اگر کوئی سوتا ہوا نظر آتا تو قدرے آواز سے اللہ اللہ کہنا شروع کردیتے، تاکہ وہ اٹھ کر ضروریات سے فارغ ہوکر مسجد پہنچ جائے دن کے اوقات میں جب مدرسہ میں چلتے تو کوئی طالب علم یا استاذ مل جاتا اس کو سلام کرنے میں سبقت فرماتے تھے۔

(۱۹) ایک مرتبہ درجہ حفظ کے ایک طالب علم نے اپنے استاذ کی شان میں بے ادبی کے کچھ کلمات کہہ دیئے، استاذ نے ناراض ہوکر استعفیٰ پیش کیا، حضرت اقدسؒ نے فرمایا قاری صاحب! آپ کی غلطی نہیں ہے طالب علم کی غلطی ہے میں ابھی اس کو خارج کئے دیتا ہوں، آپ درسگاہ میں جاکر پڑھانا شروع کردیں۔

(۲۰) جناب الحاج حافظ محمد اسحاق صاحب کے صاحبزادے کے داخلہ کے لئے سفارشی خط تحریر فرمایا اور فرمایا جاؤ جھنجھانہ کے مدرسہ میں لیجاؤ اگر داخلہ ہوجائے تو چھوڑ کر آجانا۔ مدرسہ کے مہتمم نے معذرت پیش کردی اور کہا کہ جمادی الثانی کا مہینہ ہے، ڈیڑھ دو ماہ بعد سالانہ تعطیل ہوجائیگی اور ہمارے مدرسہ میں اصول بنا ہوا ہے کہ درمیان سال میں کسی کا داخلہ نہ لیا جائے اس لئے معذرت خواہ ہوں۔

کسی موقعہ پر اس مدرسہ کے مہتمم صاحب سے ملاقات ہوئی تو مہتمم صاحب نے عرض کیا حضرت! میں بہت شرمندہ ہوں معاف فرمائیں، حضرت نے فرمایا مجھے تو آپ کا جواب سن کر خوشی ہوئی تھی، کیونکہ آج مدارس میں اصول وضوابط پر عمل نہیں ہوتا ہے اور آپ ماشاء اللہ صحیح معنیٰ میں عمل پیرا ہیں، اللہ تعالیٰ مزید ترقیات سے نوازے، اور فرمایا مولانا! سفارش کرنا سنت ہے جبراً منوانا خلافِ سنت اور ظلم ہے، قبول کرنے والے کو اختیار رہے مناسب سمجھے تو قبول کرے ورنہ رد کردے۔

(۲۱) ایک مرتبہ حضرت اقدسؒ ظہر بعد اپنے حجرہ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے، گاؤں کے ایک حافظ صاحب غصہ میں خالی تھیلا لئے ہوئے آئے حضرت کی نظر پڑی بلایا اور فرمایا بھائی تمہارا ارادہ

کچھ غلط سا معلوم ہورہا ہے کیا بات ہے؟ عرض کیا حضرت تین دن سے بچے کو نئی چپل پہنا کر بھیج رہا ہوں روزانہ چوری ہوجاتی ہے،اس لئے میں نے سوچا آج سب کی چپل تھیلے میں بھر کر لاؤں گا ،حضرت نے مسکرا کر فرمایا اچھا بھائی اپنے مقصد کی تکمیل کی ابتداء یہیں سے کرو اور سب سے پہلے میرے جوتے تھیلے میں ڈالو۔حافظ صاحب یہ سن کر متحیر رہ گئے اور کوئی جواب نہ بن پڑا، نادم وپشیمان ہوئے حضرت نے فرمایا بھائی غلطی کوئی ایک کرے اور اس کی سزا سب کو ملے یہ تو انصاف نہیں ہے ،میں اساتذہ کو نگرانی کرنے کے لئے کہہ دوں گا،وہ خیال رکھیں گے آپ بےفکر رہو۔

(۲۲) ایک مرتبہ ایک استاذ نے مدرسہ کے فون سے اپنے گھر فون کیا تو حضرت نے بلا کر کچھ رقم دے کر فرمایا تم اپنے نام سے مدرسہ کی رسید بنوالو تاکہ فون بل ادا ہوجائے۔

(۲۳) جب احقر جامعہ بدر العلوم میں تدریسی خدمات انجام دے رہا تھا،اس وقت ایک طالب علم احقر کے پاس اپنی وضع قطع کا امتحان دینے آیا، بظاہر وضع قطع بالکل ٹھیک تھی سر کے بال بھی چھوٹے نظر آرہے تھے،احقر نے داخلہ فارم پر دستخط کردیئے، جاتے ہوئے وہ طالب علم حضرت کے سامنے سے گذرا تو آپ نے فرمایا مولانا! اس کے سر پر بال بہت بڑھے ہوئے ہیں ٹوپی میں چھپا رکھے ہیں،ٹوپی اتار کر دیکھی تو واقعی سر کے بال درمیان میں بہت بڑے تھے اور چاروں طرف سے بالکل چھوٹے تھے۔

(۲۴) حضرت اقدسؒ کے قدیم معتقد ومحبّ موضع بھورہ کے رہنے والے بعض غلط فہمیوں اور دوسروں کے بہکائے میں آکر حضرت اقدسؒ سے کبیدہ خاطر ہوگئے ،حضرت کو معلوم ہوا تو خود ناراض نہ ہوئے بلکہ حسبِ معمول ان کے گھر تشریف لے گئے فرمایا بھائی کچھ وقت ہے جو تھوڑی دیر بات کرسکیں؟ یہ الفاظ بڑے درد بھرے انداز میں نکلے جو اثر ڈالے بغیر نہ رہ سکے،حضرت کا یہ متواضعانہ برتاؤ دیکھ کر وہ حاجی صاحب بہت پشیمان ہوئے اور کہا حضرت! معاف فرمادیں بہت مہربانی ہوگی ،حضرت نے فرمایا آپ کے مدرسہ سے ان حافظ صاحب کو جو علیحدہ کیا گیا ہے وہ کسی ذاتی دشمنی کی وجہ سے نہیں وہ تو میرے خاص آدمی ہیں بلکہ مدرسہ کے مفاد میں کیا ہے۔

(۲۵) مدرسہ میں اساتذۂ کرام کو تنخواہ قمری تاریخ کے حساب سے ملتی ،پہلی تاریخ کو اکثر مل جاتی حضرت اقدسؒ کو بڑا فکر رہتا تھا مہینہ کی آخری تاریخوں میں ۔ جب تک انتظام نہ ہوجاتا متفکر رہتے ،اگر انتظام ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ،کبھی پہلی تاریخ جمعہ کو ہوتی تو ۳۰ر یا ۲۹ر

ہی کو مشاہرہ موصول ہوجاتا، کوشش فرماتے کہ مدرسہ کے اساتذہ کو تکلیف نہ ہو، تاکہ وہ پورے انہماک اور توجہ کے ساتھ درس وتدریس کے مشغلہ میں لگے رہیں اور حالات کے اعتبار سے مشاہرہ پورے علاقہ کے مدارس سے زیادہ ہی رہتا، حالات پر گہری نظر رہتی تھی، جوں جوں مہنگائی میں اضافہ ہوتا حضرتِ اقدسؒ مشاہرہ میں اضافہ فرمادیتے تھے۔

اگر کوئی مدرس مدرسہ سے علیحدہ ہوجاتا تو اس کی تنخواہ نہ روکی جاتی بلکہ ایک ایک روپیہ کا حساب لگا کر دیتے، بعض اوقات مدرس اپنا حساب کرانے نہیں آیا تو اس کے گھر تک پہنچادیتے تھے۔

انتقال پر ملال:

ایک وقت وہ تھا کہ آفتاب کمالات کے طلوع کا سماں بعنوان ولادت دکھلایا گیا تھا اور ایک وقت یہ ہے کہ ماہتاب ولایت کے غروب کا تذکرہ بعنوان وفات کیا جاتا ہے، زمانہ کا انقلاب اور فلک کی گردش محتاج بیاں نہیں، کہنے والے نے سچ کہا ہے:

ہر آں کہ زاد بنا چار بایدش نوشید
زجام دہر مئے کل من علیھا فان

دنیا میں جو کوئی آیا ہے وہ فنا ہونے کے لئے آیا ہے اور جو کچھ پیدا ہوا وہ ایک دن مٹنے کے لئے پیدا ہوا ہے، مگر جو مٹنے سے پہلے اپنے آقائے وحدہٗ لاشریک کی اطاعت میں مرمٹا ہو اس کی موت نہیں بلکہ زندگی ہے۔

زندگانی نتواں گفت حیاتے کہ مراست
زندہ آنست کہ بادوست وصالے دارد

اہل اللہ کی وفات جس کا نام وصال ہے اس لئے حسرتناک نہیں ہے کہ ان سے دنیا اور دنیا کی لذات چھوٹ گئیں، کیونکہ چھوٹی ہوئی چیز کا چھوٹنا کیا، مگر اس وجہ سے اندوہناک ضرور ہے کہ ان کے عالم تاب چہرہ کے نظروں سے غائب ہوجانے پر ہزارہا مخلوق کی آرزوئیں ملیامیٹ ہوجاتی ہیں، اور لاکھوں تمنائیں بے کفن خاک میں دب جاتی ہیں، جس محبوب کا رخ زیبا برسہا برس تماشا گاہِ عالم بنا رہا ہو اس کا دفعۃً نظروں سے غائب ہوجانا جیسا حسرتناک منظر ہے، اس کو محبین سے دریافت کرنا چاہئے، یوں تو ہمیشہ پیدا ہونے والے پیدا ہوتے ہیں اور مرنے والے

مر کر چلے جاتے ہیں، مگر ایک کی پیدائش متضمن ہے ہزار ہا پیدائشوں کی، اور ایک کی موت مشتمل ہے کسی بڑے گروہ کے مرجانے پر۔

حضرت والا کی وفات کا کیا پوچھنا، کہ آپ کی دم واپسی پر جم غفیر کی لاکھوں تمنائیں مردہ ہوگئیں اور آپ کی نعش مبارک کے ساتھ مخلوق کے کیا کیا خیالات زمین میں دفنائے گئے۔

اکیلا کون کہتا ہے لحد میں نعش حاتم کو
ہزاروں حسرتیں مدفون ہیں دریا کے پہلو میں

حضرت اقدسؒ پر ضعف دن بدن بڑھتا رہا، روحانی طاقت برقرار رہی بلکہ اس میں اضافہ ہوتا رہا، یہاں تک کہ راہِ ہدایت کا یہ آفتاب تقریباً ۸۲؍سال تک ضیاء پاشی کرکے ۱۵؍ربیع الاول ۱۴۳۶ھ مطابق ۷؍جنوری ۲۰۱۵ء بروز بدھ صبح سو چھ بجے طویل علالت کے بعد میرٹھ کڈنی ہاسپٹل میں ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

جنازہ میرٹھ سے کاندھلہ لایا گیا، متعلقین کو اطلاع ہوئی تو فوراً کاندھلہ میں قرب وجوار بلکہ دور دراز سے ہجوم ہونا شروع ہوگیا، جو بھی حضرت اقدسؒ کی وفات کی خبر سنتا حیرت زدہ رہ جاتا ،علماء طلباء، عمائدین شہر، عوام وخواص کا ہجوم کچھ حضرت کے مکان کی جانب کچھ عیدگاہ میدان میں جمع ہوتا گیا دوپہر تک لوگوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا جو پورے کاندھلہ میں پھیلا ہوا تھا، غیر مسلم حضرات متعجب ہو رہے تھے کہ مرنے والا کتنا بڑا آدمی تھا جو اتنا بڑا مجمع اکٹھا ہوگیا ہے، اس سے پہلے اہل کاندھلہ نے کسی کے جنازہ میں اتنا ہجوم نہ دیکھا تھا۔

صاحبزادۂ محترم حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہٗ مفسر قرآن قطبِ عالم حضرت اقدس مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ،حضرت! اباجی کا انتقال ہوگیا ہے، اور اباجی نے وصیت فرمائی تھی کہ میری نمازِ جنازہ حضرت جی سے پڑھوالینا۔

حضرت جی دامت برکاتہم نے یہ روح فرسا خبر سن کر نہایت رنج وغم کا اظہار فرمایا اور معذرت فرمائی کہ بھائی آپ کو تو معلوم ہے کہ مجھ سے بیٹھا نہیں جاتا، چلا نہیں جاتا، میں بالکل معذور ہوں، مولانا واپس آگئے، تھوڑی دیر بعد حضرت جی دامت برکاتہم نے خود ہی مولانا محترم کو بلاکر فرمایا بھائی میں نمازِ جنازہ پڑھاؤنگا ان شاء اللہ۔

چناں چہ بعد نمازظہر عیدگاہ کے اندر تشریف لے گئے اور کہا کہ مجھے اٹھا کر کھڑا کر دو، آپ کو کھڑا کر دیا گیا اور آپ نے کھڑے ہو کر نمازِ جنازہ پڑھائی ،اور بقول حضرت مولانا سید راشد صاحب مبلغ دارالعلوم دیو بند آپ کی آواز نو جوانوں سے بھی زیادہ بلند تھی۔

حضرت جی دامت برکاتہم میں اس طرح قوت کا آجانا بس کرامت ہی کہا جا سکتا ہے،اور حضرت والاؒ کی چاہت کی تکمیل ۔

دارالعلوم دیو بند کے اکابر اساتذہ کرام میں سے دارالعلوم کے استاذ حدیث وصدر جمعیۃ علماء ہند حضرت مولانا قاری سید عثمان صاحب دامت فیوضہم ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مولانا سید محمود مدنی صاحب دامت برکاتہم اپنے رفقاء کے ساتھ ،سہارن پور سے شیخ طریقت حضرت مولانا پیر محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم ،اجراڑہ سے حضرت مولانا عبداللہ مغیثی صاحب دامت برکاتہم ، پانی پت سے حضرت مولانا مفتی شرافت صاحب اپنے اپنے قافلوں کے ساتھ جنازے میں شریک ہوئے، حضرت مولانا سید ارشد مدنی مدظلہ العالی استاذ حدیث دارالعلوم دیو بند کیرانہ تک پہنچ چکے تھے،مگر ٹریفک کا جام لگا ہوا ہونے کی بناء پر وقت پر نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہو سکے۔

کاندھلہ کی عیدگاہ کا وسیع میدان بھی ناکافی رہا، گھروں کی چھتوں پر اور راستوں میں بھی صفیں لگیں،اور تقریباً ڈھائی تین لاکھ سے زائد مجمع نے تقریباً ڈھائی بجے نمازِ جنازہ ادا کی۔

جنازہ ہجوم کے درمیان سے ہوتا ہوا کاندھلہ بائی پاس روڈ سے تھوڑے فاصلہ پر چار کھمبوں کے سامنے آبائی مقبرہ میں پہنچایا گیا اور وہیں پر تدفین عمل میں آئی۔

ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ میں حضرت اقدس کے مزار پر حاضری کی توفیق ہوئی مزار پر انوار مرجعِ خلائق بنا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب متعلقین کی طرف سے کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے ، ان کے درجات بلند فرمائے ،اور ہم سب کو ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دین کی خدمت میں لگے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆......☆......☆

☆......☆

حضرت مولانا محمد کامل صاحبؒ

از: مولانا توقیر احمد قاسمی گڑھی دولتوی
استاد شعبۂ انگریزی دار العلوم دیوبند

داستان بن سکے تو لے لیجئے
یاد ہیں چند واقعات مجھے

حضرت مولانا محمد کامل صاحبؒ مہتمم جامعہ بدر العلوم گڈھی دولت، خلیفۂ اجل حضرت فدائے ملت مولانا سید اسعد مدنی قدس سرہ، وشاگردِ رشید شیخ العرب والعجم حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ، اُن بقیۃ السلف ہستیوں میں سے تھے جن کا وجودِ مسعود اپنے زمانہ کے لئے باعثِ رحمت اور بعد کے زمانہ کے لئے باعث برکت ہوتا ہے۔

حضرت سے میرا انتہائی قریبی تعلق تھا؛ یہ تعلق رشتہ داری کا بھی تھا اور استاد اور شاگردی کا بھی؛ نیز یہ تعلق اصلاحی بھی تھا۔ احقر نے حضرت سے فارسی میں علم فقہ کی مشہور کتاب ''مالا بدّ منہ'' پڑھی۔ احقر کے حفظِ قرآن کا آغاز نیز ختمِ قرآن کی دعاء بھی حضرت نے ہی کرائی تھی۔ احقر کی دستار بندی بھی فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ، حضرت مولانا مفتی طیب صاحب ابراہیمیؒ کے ساتھ، حضرت ہی نے فرمائی۔

حضرت کی زندگی قریبی زمانے کے بزرگ عارف باللہ حضرت مولانا قاری صدیق صاحب باندویؒ سے بہت ملتی جلتی تھی۔ قاری صاحب ہی کی طرح آپ ہر وقت مخلوق خدا کی خدمت کے لئے کمر بستہ رہتے تھے، جس میں آپ کو اپنے آرام کی بالکل فکر نہ تھی۔ گرمی کی دھوپ میں بھی اگر کوئی دعاء، تعویذ یا کسی اور غرض سے آجاتا تو آپ فوراً اس کی دادرسی فرماتے۔

(۱) آپ کو ذکر کا بہت اہتمام تھا اور آپ حدیث شریف **''لا یزال لسانک رطبا بذکر اللہ''** کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ نیز اپنے متبعین ومتوسلین کو بھی تاکید فرمایا کرتے تھے کہ ذکر خدا کو حرز جاں بنالیں۔

(۲) آپ حافظ قرآن تھے؛ قرآن کریم سے آپ کو خصوصی شغف تھا۔ اخیر سالوں میں بھی جب ضعف بہت ہو گیا تھا آپ رمضان میں حاجی محمد اسحاق صاحب کے ساتھ قرآن کریم کا دور کیا

کرتے تھے۔

(۳) دارالعلوم دیوبند اور اکابرِ دارالعلوم دیوبند، خصوصاً شیخ الاسلام حضرت مدنی، سے آپ کا والہانہ تعلق تھا۔ اس تعلقِ خاص کا سبب یہ بنا کہ دارالعلوم کے زمانۂ طالب علمی میں آپ کو محسن انسانیت (فداہ أبی و أمی) نبی اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضور ﷺ نے پوچھا: ''اے طالب علم کہاں پڑھتے ہو؟'' مولانا نے جواب دیا کہ حضرت والا دارالعلوم دیوبند میں پڑھتا ہوں۔ اس پر حضور نے ارشاد فرمایا کہ 'میرے مدنی کے دارالعلوم میں'۔ حضرت اس جملہ کو بیان کرکے آبدیدہ ہوجاتے کہ حضور ﷺ نے دارالعلوم کا تعارف حضرت مدنی سے کرایا۔

(۴) حضرت خوفِ خدا سے نکلنے والے آنسوؤں کو اپنی زندگی کا ماحصل سمجھتے۔ ایک مرتبہ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اللہ کے سامنے رونے کی کچھ توفیق ہوجاتی ہے۔ اس پر بڑے خوش ہوئے اور فرمایا کہ یہ تو سعادت دارین کی کنجی ہے۔ نیز فرمایا، ''ایں سعادت بزور بازو نیست، تا نہ بخشد خدائے بخشندہ''۔

(۴) صاحب کشف بزرگ تھے۔ اس کا ایک واقعہ خود احقر نے مشاہدہ کیا۔ ایک صاحب آئے اور اپنا خواب بیان کیا کہ حضرت میں نے خواب دیکھا کہ میرے یہاں لڑکا پیدا ہوا ہے، حضرت نے فرمایا، ''بلی کے خواب میں چھیچھڑے''۔ اور واقعی ان کا خواب خلاف واقعہ نکلا اور ان کے یہاں لڑکا پیدا ہونے کے بجائے لڑکی پیدا ہوئی۔

(۵) آپ پورے علاقہ کے لئے سراپا رحمت تھے۔ قرب و جوار کے لوگ، پریشان حال دعاء کے لئے آتے اور حضرت کی دعاؤں کے ساتھ جب رخصت ہوتے تو سکونِ قلب محسوس کرتے۔ اس کا اعتراف صرف اپنوں کو ہی نہیں بلکہ غیروں کو بھی ہے۔ حضرت کے انتقال کے تقریباً ایک ہفتہ بعد مجھے گاؤں کے باہر ایک غیر مسلم بھائی ملے اور مجھ سے کہا کہ مولانا کے انتقال کے بعد سے ہم لوگ بہت پریشان ہیں، جب باباجی تھے تو ان سے دعاء کرالیا کرتے تھے اور کام ہوجاتا تھا۔

آپ ان مستجاب الدعوات بزرگوں میں سے تھے جن کے اٹھے ہاتھوں کو اللہ رب ذوالجلال رد نہیں فرماتا۔ بارہا ایسا ہوا کہ کسی مسئلہ کے تعلق سے حضرت سے دعاء کی درخواست کی اور حضرت کی دعاؤں کا اثر اپنی گناہ گار آنکھوں سے دیکھا۔ اس سلسلہ کا ایک واقعہ کا تذکرہ یہاں مناسب رہے گا:

غالباً حضرت کی زندگی کے آخری جلسہ کی بات ہے، مدرسہ کا جلسہ باہر مدرسے کے گراؤنڈ میں ہونا تھا کہ جلسہ شروع ہونے سے قبل شدید بارش شروع ہوگئی اور ایسا یقین ہوچلا تھا کہ جلسہ مدرسہ کے

اندر منتقل کرنا پڑے گا۔لیکن اس دوران مدرسہ کے اسٹاف کے اصرار پر آپ دورانِ بارش ہی اسٹیج پر تشریف لائے اور دعاء کرنی شروع فرمادی۔دعاء میں آپ نے بڑی عاجزی ظاہر کی (جیسا کہ آپ کا معمول تھا)، اللہ نے فضل فرمایا اور بارش رک گئی اور جلسہ گراؤنڈ ہی میں کامیابی کے ساتھ مکمل ہوا۔

(۶) آپ بچپن ہی سے نیک فطرت تھے۔خود فرماتے تھے کہ الحمد للہ مجھے زمانۂ طالب عملی میں پڑھائی کے علاوہ کبھی کسی چیز کا شوق نہیں ہوا۔آپ کی عربی کی صلاحیت بھی عمدہ تھی اور آپ عربی پڑھنے والے طلبہ کے ساتھ عربی میں گفتگو کرنا پسند فرماتے تھے۔فارسی کے اندر آپ کو ید طولی حاصل تھا،سیکڑوں اشعار زبان زد تھے۔

آپ کی وفات پر پورا علاقہ خصوصاً ہمارا گاؤں گڑھی دولت،جس کا بچہ بچہ آپ کا عاشق تھا،یتیم ہوگیا۔اور وہ شاید ہی کبھی حضرت کو بھول پائے۔

اس لئے کہ زندگی میں Reminders ہوتے ہیں جو جانے والوں کی یاد دلاتے رہتے ہیں۔اسی طرح حضرت کے بھی گاؤں والوں کے ساتھ بہت سے Reminders ہیں: مثلاً جب رمضان آتا تو آپ رمضان سے پہلے مدرسہ کی مسجد کے اسپیکر سے عشاء کے بعد عمومی بیان فرماتے اور گاؤں کے لوگ حتی کہ عورتیں بھی چھتوں پر بیٹھ کر آپ کا بیان سنتیں۔دوران رمضان آپ ہر جمعہ کے دن گاؤں کی کسی نہ کسی مسجد میں بیان فرماتے۔آپ کی تقریر سادہ ہوتی لیکن لوگوں کی زندگیاں بدل جاتیں۔عید بقرعید کے موقع پر آپ نماز سے پہلے بیان فرماتے اور مدرسہ کے ساتھ گاؤں والوں سے مثالی تعلق نیز مدرسہ کے تعلق سے ان کے آباء واجداد کی مالی وجانی قربانیوں کا تذکرہ فرماتے۔

جب بھی حضرت کی یاد آتی ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ جیسی حضرت کی قدردانی کرنی چاہیے تھی،ان سے علمی وروحانی فائدہ جس قدر اٹھانا چاہیے تھا،نہیں اٹھا پایا،یہ سوچ کر آنکھیں اشک بار ہوجاتی ہیں۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالی حضرت کی بخشش فرمائے ، اعلی علیین میں جگہ نصیب فرمائے، پس ماندگان کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

مٹ نہیں سکتے کبھی ان کے نقش جاوداں
شہرۂ آفاق ہیں ان کے سرود سرمدی

علم وعمل کا چراغ

حضرت مولانا کامل صاحب رحمہ اللہ

از: سمیر چودھری (صحافی) دیوبند

اس دنیا میں ہر روز ہزاروں انسان آتے ہیں اور ہزاروں انسان یہاں سے رخصت ہوجاتے ہیں، ہزاروں سال سے یہ سلسلہ چل رہا ہے نہ تو ماضی کا سرا ہاتھ آتا ہے کہ یہ دنیا کب آباد ہوئی اور نہیں حتمی طریقہ پر کوئی یہ بتا سکتا کہ یہ دنیا اس روز آخری سانس لے گی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ علامتیں بتائیں اور کچھ نشانیوں سے آگاہ فرمایا جب ان کا مکمل ظہور ہوجائے گا تو سورج اور چاند کا توازن بگڑ جائے گا اور دنیا فنا کی آغوش میں سر رکھ دے گی، ظاہر ہے یہ دنیا انسانوں کے لیے بنائی گئی اور انسان ہی کو اللہ نے اشرف اور برتر بنایا پھر کروڑوں اور اربوں انسانوں میں کچھ نمائندہ اشخاص ،ممتاز شخصیات، سربرآوردہ افراد، گزرے زمانہ میں بھی تھے قریب کے زمانہ میں بھی رہے اور آج بھی موجود ہیں ایسے ہی نامور اور نیک نام شخصیت حضرت مولانا کامل صاحبؒ کی تھی جو کچھ ماہ پہلے تک اس عالمِ رنگ وبو میں اپنے علم ،اپنے فضل، اپنی خصوصیات اور اپنے تشخص کا احساس دلا رہی تھی؛ مگر جب وقت رخصت آیا تو ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہ ہوئی اور حضرت مولانا اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔

مولانا اپنے حلقہ اور اپنے علاقہ کے سرکردہ افراد میں سے تھے ان کی زندگی ایک نمونہ تھی اور جہد وعمل سے عبارت تھی ایسے لوگ کم ہوتے ہیں کہ زندگی کی ہر ساعت میں زندگی کو حقیقی زندگی کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے شب وروز محنت کرتے ہیں، ان کی خواہشات، ان کی ترجیحات اپنے علاقہ اور اپنے افراد کی علمی تربیت، پرورش اور ذہنی وفکری بالیدگی مقصدِ زندگی ہوتا ہے وہ اپنے لیے کچھ نہیں چاہتے، ان کے دامن میں جو کچھ ہوتا ہے وہ ملت اور قوم کے لیے وقف کرچکے ہوتے ہیں، مولانا نے بھی ایسی ہی زندگی گزاری، ان کا منشاء زندگی بھی دوسروں کے لیے چراغ جلانا تھا، ان راستوں پر ان چراغوں کو رکھنا تھا جہاں اندھیرے سانس لے رہے ہیں، اور جن کے درمیان سے سلامتی کے ساتھ گزر جانا ممکن نہیں ہوتا، مولانا نے علم کی روشنی سے ان اندھیروں کا

مقابلہ کیا اور ایک فرد سے افراد تک اور پھر بڑی جماعت تک علم کی روشنی پھیلائی۔ مولانا ان مثالی لوگوں میں سے تھے، علم کا جن کے ذہن وفکر اور عمل پر غلبہ ہوتا ہے علم کی سرفرازی بلندی وعظمت یہ ہے کہ صاحبِ علم وہی زندگی گزارے جو اہل علم سے مطلوب ہے، وہی علم نافع بھی ہے جو علم کے دائروں اور حدود میں رہتا ہے ان حدود کو پار نہیں کرتا اور ان دائروں سے باہر نہیں نکلتا۔ مولانا کی شخصیت بڑی پرُکشش اور متاثر کرنے والی تھی ان سے ملنے والا ان کے اخلاق، ان کے خندہ پیشانی، خندہ روئی، نرم گفتگو، خاک ساری سے بے حد متاثر ہوتا اور جس زاویہ سے مولانا کو دیکھتا وہ ممتاز نظر آتے۔

مدرسہ بدرالعلوم گڑھی دولت علاقہ کے معروف علمی اداروں میں سے ہے اور اس کو شہرت وناموری اور قبولیت کی منزلوں تک پہنچانے میں مولانا مرحوم کا بڑا ہاتھ ہے، مولانا کی زندگی، مدرسہ کی ترقی، اس کی علمی سربلندی، اس کی تعمیری ضرورتوں کی تکمیل بن گئی تھی، انھوں نے اوائلِ زندگی میں گڑھی دولت کے مدرسہ کی ذمہ داریوں کا سامنا کیا اور آخر لمحہ تک بڑی جدوجہد، محنت اور جاں فشانی کے ساتھ اس سلسلہ کو کامیابی کے ساتھ لے کر چلتے رہے، ان کا تعلق ہندوستانی مسلمانوں کی قدیم اور لائق تکریم جماعت جمعیۃ علمائے ہند سے تھا اور وہ جمعیۃ کے کاز اور اس کے مشن کو آگے بڑھانے والے لوگوں میں سے ایک تھے، مگر اپنی رائے کی انفرادیت اور بے لاگ طبیعت کی بناء پر مشہور بھی تھے اگر کوئی مرحلہ ایسا آتا کہ جب کہیں انھیں جمعیۃ کی کسی پالیسی سے یا کسی جزو سے اختلاف ہوتا یا وہ اس کو جماعت کے حق میں بہتر نہ سمجھتے تو اس کے برملا اظہار میں کوئی تامل نہ کرتے ان کی یہ ادا بھی ان کے مخلص اور وفادار ہونے کی علامت تھی، ورنہ خاموش رہ کر اپنی طبیعت کے خلاف کسی کام کو انجام دینا مولانا کا مزاج نہ تھا، جمعیۃ علماء کے پلیٹ فارم سے انھوں نے بڑی تندہی اور مستعدی کے ساتھ خدمات انجام دیں، یقینی طور پر جمعیۃ کی خدمات کے ذیل میں ان کا نام بھی لیا جاتا رہے گا اور صاحبِ نظر اس کا اعتراف کرتے رہیں گے۔

مولانا دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور یہاں کے ان اکابر کے دیکھنے والے اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے والے تھے جنھیں اہل علم وکمال نے تاریخ ساز افراد میں شامل کیا ہے۔ ان اکابر کی علمی خدمات اور زندگی کے نقوش مولانا کامل صاحب کی زندگی میں بھی واضح طور پر دیکھے جاسکتے تھے، مولانا ان خوش قسمت لوگوں میں سے تھے جنھیں بڑوں کی اور بزرگوں کی

صحبتیں نصیب ہوئی تھیں، اور یہ اللہ کا بڑا انعام ہے کہ وہ کسی انسان کو ان بزرگوں، عالموں اور ولیوں کے حلقوں میں پہنچا دے جہاں سے انسان، انسان بن کر نکلتے اور ان کے علم وفضل سے اپنی علمی پیاس بجھاتے بلاشبہ مولانا اس دورِ آخر کے ان لوگوں میں شمار کئے جائیں گے جن کی یادیں اور جن کی خدمات ہمیشہ زندہ اور تازہ رہتی ہیں ان کے اس دنیا سے جانے کے باوجود نسلیں ان کے نام کو نہیں بھلاتیں اور ان کے کارناموں کو اپنی مجلسوں اور اپنی کتابوں میں باقی رکھتی ہیں۔

خداوند عالم حضرت مولانا کامل صاحبؒ کی مغفرت فرمائے، ان کے ادارہ کو شب وروز ترقیات سے نوازے اور اولاد واحفاد کو ان کی علمی وراثت کو آگے بڑھانے توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین ثم آمین

☆......☆......☆

☆......☆

تھے وہ انبیاء والی صفات کے حامل

از: مولانا محمد داؤد صاحب
استاذ جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت

۱۵ ربیع الاول ۱۴۳۷ھ مطابق ۷ جنوری ۲۰۱۵ء بروز چہارشنبہ بعد نماز فجر جامعہ بدر العلوم سے بذریعہ واٹسپ وموبائل یہ ناگہانی اطلاع دی گئی کہ حامیٔ قرآن وسنت حضرت اقدس الحاج مولانا محمد کامل صاحبؒ اس دارِ فانی سے دارِ باقی کی طرف انتقال کر گئے ہیں، اس اچانک حادثہ نے فوراً دل ودماغ کو پاش پاش سا کر دیا، اکثر مدارس کی پوری فضا سوگوار ہوگئی، اور عوام وخواص ہر ایک کی زبان پر بے ساختہ إنا لله و إنا إليه راجعون کے کلمات جاری ہوگئے، قرب وجوار اور دور دراز سے جن کو اطلاع ملتی رہی، وہ پیادہ اور سواریوں سے کاندھلہ پہنچے۔ حضرت والا کے نورانی چہرہ کی اشکبار آنکھوں سے زیارت کی، ایسا لگ رہا تھا کہ آخرت کا یہ مسافر مزے کی نیند سو رہا ہے اور دنیا کے مختلف جھمیلوں سے دور چین وسکون کی آغوش نے انہیں سمولیا ہے۔ **أعلى الله درجته في دار السلام**

حضرت بڑے اصاف وفضائل کے حامل تھے، قرآن وسنت کے متبع تھے، انبیاء والی صفات کے حامل تھے، پیکر اخلاق تھے، عوام وخواص کے ملجا و نورِ نظر تھے، طالبان علوم نبوت کے لیے مینارۂ نور اور مربی تھے، مہمان نوازی، تواضع وانکساری آپ کا خاص وصف تھا، بہت سادہ زندگی گذار کر اپنے رب کریم کے حضور میں حاضر ہوگئے، کہتے ہیں کہ دنیا سے رخت سفر باندھنے والے کو اس کی خوبیوں اور اچھے اوصاف کے ساتھ یاد کرنا چاہئے اور کچھ قرآن پڑھ کر ایصال ثواب کرنا چاہئے، یہی پیغام ہمیں نبی کریم ﷺ کے پاک ارشاد **"اذکروا محاسن موتاکم"** اور **"اقرأوا علی موتاکم سورۃ یس"** سے ملتا ہے۔ (ابوداؤ)

راقم الحروف کا اس کا ہمیشہ افسوس رہے گا کہ جامعہ بدر العلوم میں حضرت کے زیر سایہ اور زیر اہتمام تعلیم وتعلم اور درس وتدریس کا موقع نہ مل سکا؛ کیوں کہ بندہ کا تقرر جامعہ ہذا میں ۱۶ شوال ۱۴۳۶ھ کو ہوا۔ لیکن بندہ مدرسہ مرادیہ مظفرنگر میں تدریس کے زمانے ہی سے حضرت کے پاس آمد ورفت رکھتا تھا، بندہ کی حضرت سے سب سے پہلی ملاقات ۱۴۳۱ھ میں جناب حضرت الحاج حافظ

محمد ساجد صاحب امام وخطیب حوض والی مسجد مظفر نگر خلیفہ ومجاز رئیس التفسیر حضرت اقدس مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب کی رفاقت میں آپ کی قیام گاہ پر ہوئی، علیک سلیک اور تعارف کے بعد بڑے نرم لہجے اور پیار بھرے انداز میں گفتگو فرمائی، حضرت کی خندہ پیشانی اور شیریں کلامی سے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ حضرت ہمیں برسوں سے جانتے پہچانتے ہیں، حالاں کہ یہ پہلی ملاقات تھی، اس وقت میں نے آپ کے اندر انبیاء والی صفات دیکھی جو قرآن وحدیث میں مصرح ہیں۔

(۱) مہمان نوازی، آپ نے ہمیں آتے ہیں فوراً ناشتہ کرایا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے یہاں مہمان فرشتوں کی آمد کے وقت فوراً بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت پیش کیا تھا، ﴿**فراغ إلى أهله فجاء بعجل سمين، فقربه إليهم فقال ألا تأكلون**﴾ (پ۲۶)، اور یہی حکم ہمیں نبی کریم ﷺ کے پاک ارشاد میں ملتا ہے: "**من كان يؤمن بالله و اليوم الآخر فليكرم ضيفه**" (مسلم ۱/۵۰) کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھے، اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کا (مہمان نوازی کر کے) اکرام کرے۔

(۲) نرم گوئی، آپ ایسی نرم گفتگو فرمایا کرتے تھے کہ ہر آنے والا یہ محسوس کرتا تھا کہ آپ مجھ ہی سے سب سے زیادہ محبت فرماتے ہیں، حدیث پاک میں آپ ﷺ کی بھی یہی صفت ذکر کی گئی ہے: "**و أصدق الناس لهجة، و ألينهم عريكة، و أكرمهم عشيرة**" (شمائل ترمذی ص:۱)۔

(۳) خندہ پیشانی سے پیش آنا کہ ہر آنے والا یہ محسوس کرتا تھا کہ آپ مجھے برسوں سے جانتے ہیں، آپ ﷺ کا بھی اپنے صحابہ کے ساتھ یہی معمول تھا، حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی فرماتے ہیں کہ آپ جب مجھے دیکھتے تو تبسم فرماتے، **عن جرير قال: ما حجبني رسول الله ﷺ منذ أسلمت و لا رآني إلا تبسم في وجهي** (ابن ماجہ ص:۱۵)

(۴) ہدیہ بالبدل، یعنی آنے والا اگر کچھ ہدیہ پیش کرتا تو آپ بھی اس کو کچھ ہدیہ پیش فرماتے، چناں چہ حافظ محمد ساجد صاحب نے حضرت کو کچھ ہدیہ پیش کیا تو آپ نے اس کے بدلے میں حافظ صاحب کو عطر کی ایک شیشی عنایت فرمائی، احادیث میں آپ ﷺ کا بھی یہی معمول نقل کیا گیا ہے، ایک صحابی زاہر بن حزام آپ ﷺ کے پاس گاؤں سے کچھ سبزیاں وغیرہ ہدیہ میں لاتے تھے، تو آپ اس کے بدلے میں ان کو کچھ شہر کا سامان مرحمت فرماتے تھے، اور فرماتے: "زاہر

ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں"، **عن أنس بن مالك: أن رجلا من أهل البادية كان اسمه زاهرا، وكان يهدى إلى النبى ﷺ هدية من البادية، فيجهزه النبى ﷺ إذا أراد أ يخرج، فقال النبى ﷺ: "إن زاهرا باديتنا و نحن حاضروه "** (شمائل ترمذی، ص:۱۶)

(۵) تواضع وانکساری، آپ ہمارے ساتھ بڑی تواضع وعاجزی سے پیش آئے، حافظ صاحب کو بالکل اپنے قریب بٹھایا اور ہر ایک سے الگ الگ خیرت معلوم کی، میں نے اپنی زندگی میں اس قبل اتنا متواضع بزرگ نہیں دیکھا، یہی تعلیم ہمیں رسول اللہ ﷺ کی مبارک احادیث میں ملتی ہے، چناں چہ ارشاد نبوی ہے: "**من تواضع لله رفعه الله** " (مشکوۃ ص:۴۳۴) کہ جو شخص اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالی اسے بلندی عطا فرماتے ہیں۔

(۶) اپنے پاس بیٹھنے والوں مہمانوں کو خوب بات کرنے کا موقع دینا اور ہر ایک کی بات سننا، ہم آپ کے پاس کافی دیر تک بیٹھے رہے، آپ نہ تو ہم سے بور ہوئے اور نہ ہی ہمیں جانے کے لیے کہا، کچھ دیر کے بعد ہم نے خود ہی جانے کی اجازت چاہی، حضور ﷺ کا بھی یہی معمول تھا، "**و يعطى كل جلسائه بنصيبه لا يحسب جليسه أن أحدا أكرم عليه منه، من جالسه أو فاوضه فى حاجة صابرة حتى يكون هو المنصرف**" (شمائل، ص:۲۳)

(۷) جب ہم رخصت ہونے لگے تو آپ کچھ دور تک ہمارے ساتھ تشریف لے گئے اور ان کلمات کے ساتھ ہمیں رخصت فرمایا: **استودع الله دينك و أمانتك و خواتيم عملك** حضور اقدس ﷺ کا بھی یہی معمول احادیث میں نقل کیا گیا ہے، چناں چہ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کو رخصت فرماتے تو اس کا ہاتھ پکڑتے اور یہی دعا دے کر رخصت فرماتے۔ (ترمذی ۲/۱۸۲)

بندہ کی حضرت سے آخری ملاقات انتقال سے تقریباً چار ماہ قبل ہوئی، اس وقت حضرت کی طبیعت کافی ناساز تھی، جس وقت انتقال کی خبر پہنچی، بندہ مدرسہ کاشف العلوم چرتھاول میں تدریسی خدمات انجام دے رہا تھا، حضرت الحاج مولانا محمد قاسم مہتمم مدرسہ کاشف العلوم چرتھاول کے ہمراہ جنازہ میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی، آپ کے عند اللہ مقبول ومحبوب ہونے کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی جنازہ کی نماز میں ہزاروں فرزندان توحید نے شرکت کی، جن میں معلوم

نہیں کیسے کیسے علماء، صلحاء، اتقیاء اور قابل قدر انسان ہوں گے، اتنا جم غفیر تھا کہ جنازہ قبر تک تقریباً دو گھنٹے میں پہنچا، راقم الحروف اس کو اپنے لیے بڑی سعادت سمجھتا ہے کہ حضرت تو قبر میں اتروانے میں شریک رہا، حضرت مولانا محمد عاقل صاحب شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت اور مولانا محمد ارشد صاحب صدر المدرسین جامعہ ہذا، مولانا محمد طاہر صاحب (برادر اصغر مولانا محمد عاقل صاحب) اور بندہ ناچیز اور کئی دیگر حضرات نے آپؒ کو قبر میں اتارا، اس وقت بندے نے قبر کے اردگرد کا منظر دیکھا تمام حضرات کے چہرے مغموم تھے، آنکھوں سے اشک جاری تھے، خاص طور سے مولانا محمد عاقل صاحب کی آنکھوں سے آنسو رکتے دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ **سقی اللہ ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ**

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ وہ اس گھر کی نگہبانی کرے

اللہ تعالیٰ حضرت کو جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمائے اور آپ کے خون وجگر سے سینچے ہوئے چمن جامعہ بدر العلوم کو ہمیشہ قائم ودائم رکھے اور اس کے فیض کو تا ابد جاری وساری رکھے۔ آمین

☆......☆......☆

☆......☆

مولانا محمد کاملؒ

شہید عشق جی جاتے ہیں جی سے کیا گذرتے ہیں

از: عبید اقبال عاصم
وادیٔ اسماعیل، دوہرہ معافی، علی گڑھ

مغربی اتر پردیش کے میرٹھ وسہارنپور کمشنری کے بیشتر قصبات ومواضعات ایسے ہیں جو ملتِ اسلامیہ ہند کی روحانی رہنمائی کے لئے مشہور ہیں۔ کاندھلہ، مظفرنگر، سہارنپور، جھنجھانہ، دیوبند، نانوتہ، گنگوہ، انبہٹہ، تھانہ بھون، کیرانہ وغیرہ ایسی بستیاں ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے نسلاً بعد نسلٍ ایسے بزرگانِ دین کو پیدا فرمایا جن کے باعث یہ علاقہ مردم خیز کہلایا جانے لگا اور یہ بزرگانِ کرام اپنی سادگیٔ طبع، منکسرالمزاجی، علم وعمل، خدمتِ خلق اور دوسرے اوصافِ عالیہ سے متصف ہونے کی بنا پر بجا طور پر اولیاء اللہ کہلانے کے مستحق ہوئے۔ اس دورِ قحط الرجال میں بھی ہم جیسے گناہگاروں نے اپنی چشم واسے ایسے اکابرین کو دیکھا ہے جو علم کے دریا اور عمل کے پہاڑ تھے، لیکن اُن کی کسی بھی ادا سے نہ حشم وخدم ظاہر ہوتا تھا اور نہ ہی جاہ وجلال۔ ایسے ہی ایک چلتے پھرتے ولی کی ڈیڑھ دوسال قبل تک زیارت کی توفیق ہوئی، جنہیں دنیا مولانا محمد کامل صاحب کے نام سے جانتی تھی، جن کا جسم کاندھلہ سے قریب گڑھی دولت میں رہتا تھا تو روح آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ کو پوری طرح اپنے اندر سمو لینے میں مضطرب وبے چین۔

غالباً کم وبیش دس بارہ سال قبل حضرت کو پہلی مرتبہ دیکھنے کا اتفاق اُس وقت ہوا، جب وہ علی گڑھ میں اپنے لائق وفاضل صاحبزادے، میرے مشفق ومحبت کرنے والے مولانا محمد فاضل قاسمی صاحب کے دولت کدے پر تشریف لائے۔ پہلی ملاقات میں ہی اتنی قربت کا احساس ہوا گویا ہماری شناسائی برسوں سے ہو۔ برسبیلِ تذکرہ معلوم ہوا کہ حضرت کا دیوبند میں تعلیمی زمانہ میرے محلے میں ہی گذرا۔ وہ مولانا عبدالواحد صاحبؒ سابق استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند کے ہر دل عزیز شاگردوں میں سے تھے، جن کا مکان میرے گھر سے بالکل متصل ہے۔ اس بنا پر وہ میرے والد محترم اور دادا

مرحوم سبھی سے واقف تھے۔ بالخصوص میرے تایا مرحوم حافظ اکرام الٰہی صاحب مرحوم (متوفی ۲۰۰۲ء) سے اُن کو بہت زیادہ تعلق تھا۔ حافظ اکرام الٰہی صاحب اور مولانا محمد کامل صاحب مرحومین میں بہت سی چیزیں مشترک تھیں۔ دورانِ طالب علمی دونوں ہی مولانا حسین احمد مدنیؒ کے چہیتے جاں نثاروں میں تھے۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ کے حکم کے مطابق حافظ اکرام الٰہی صاحب کی اقتداء میں کئی سال تک مولانا مدنی نے دیوبند کی مسجد محل میں نماز ادا کی تو یہ سعادت بعد میں مولانا محمد کامل صاحب کے حصے میں بھی آئی۔ جمعیۃ علماء ہند سے دونوں ہی وابستہ تھے لیکن اس کے باوجود دونوں کے ہی اندر جماعتی تنگ نظری نہیں تھی، دونوں کے اندر علمائے کرام سے عقیدت واحترام کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ دونوں نے ہی پوری زندگی نہایت سادگی کے ساتھ گذاری اور اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ اُن جگہوں پر بیٹھ کر علم کی شمع روشن کی جہاں اس سے قبل علم کا چراغ جلانے والا کوئی ذی نفس نہیں تھا۔ مولانا محمد کاملؒ نے ضلع مظفر نگر میں کاندھلہ سے ملحقہ گڑھی دولت کو میدانِ عمل بنایا تھا تو حافظ اکرام الٰہی صاحب مرحوم نے شیخ طریقت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے پر ضلع میرٹھ کی تحصیل موانہ کے دور افتادہ گاؤں ''سٹھلہ'' کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر دیا تھا۔ غرضیکہ دونوں کے اوصاف میں اشتراکیت ومماثلت کی بنا پر میری ''عقیدتِ کاملی'' پہلی ہی ملاقات میں بڑھتے بڑھتے ''کامل عقیدت'' کی شکل اختیار کر گئی۔

مولانا محمد کامل صاحبؒ اس دنیائے فانی میں تقریباً ۸۱-۸۲ ربرس رہے، ۱۹۳۳ء میں عالم آب وگل میں آنکھیں کھولنے والے مولانا محمد کامل کاندھلہ کے جس خانوادے سے تعلق رکھتے تھے اُس میں شاید علم دین کا پرچم پہلی مرتبہ انہوں نے ہی بلند کیا ہوگا کیوں کہ ان کا خاندان کاشت کاری کے پیشے سے وابستہ تھا۔ ان کے جدِّ امجد چودھری شمشیر علاقے کے بڑے زمین داروں میں سے تھے۔ چودھری شمشیر کے ایک بھائی چودھری عبدل تھے جن کی اولاد میں کیرانہ علاقے کی عرصہ تک پارلیمنٹ میں نمائندگی کرنے والے چودھری شفقت جنگ تھے۔ ایک بھائی کی اولاد میں سیاسی خدمت آئی تو اللہ تعالیٰ نے دوسرے بھائی کی نسل میں دینی خدمت کے جذبے سے معمور ایسا مخلص پیدا کیا کہ جس نے زمین داری کو زمین پر لاکر اپنے علمی وروحانی سفر کو زمین سے شروع کیا اور یہ ایسا پھل دار درخت بنا کہ جس کے متعلق قرآنی اصطلاح ''شجرۂ طیبہ'' صادق آتی ہے، جس کی بنیاد تو زمین میں جمی ہوئی، پائیدار مستحکم ہوتی ہے اور اس کی شاخیں آسمان کی بلندیوں

کو چھوتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔

مولانا محمد کامل صاحبؒ نے ابتدائی تعلیم کاندھلہ میں حاصل کی۔ یہ اُن کی خوش بختی تھی کہ انہیں برِصغیر کے معروف سیرت نگار حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی علیہ الرحمہ کی خدمت کا موقع ملا، وہ ایسے جوہری تھے جو ''جوہر'' کی قدر جانتے تھے۔ چنانچہ وہ انہیں دینی علوم کی تکمیل کے لئے دیوبند لے گئے جہاں پراُن کے ظاہر کی صفائی کے لئے دارالعلوم دیوبند میں رائج درسِ نظامی کی تکمیل کے لئے داخل کیا گیا اور ان کے باطنی اوصاف کی صیقلی شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی علیہ الرحمہ کے حصے میں آئی جو ہیروں کو تراشنے کا فن جانتے تھے۔ دورانِ تعلیم ہی مولانا مدنیؒ نے اپنے نوآموز شاگرد کی تربیت اوران پر خصوصی توجہ فرمانے کے لئے اپنی مسجد میں امامت دے کر ان کو شریعتِ اسلامیہ کی اتباع کرنے کا عہد بند کیا، جس پر وہ تاحیات کاربند رہے، جب تک حضرت مولانا مدنیؒ اس دنیائے فانی میں رہے اُن کا یہ جاں نثار شاگرد و معتقد اُن سے اکتسابِ فیض کرتا رہا اور جب حضرت مولانا مدنیؒ ربِّ ذوالجلال والاکرام سے جا ملے تو بھی آپ نے درِ مدنی سے عقیدت و وابستگی کو حسبِ دستور قائم رکھا اور اُن کے صاحبزادے مولانا اسعد مدنی سے اپنا روحانی تعلق قائم کرلیا جنھوں نے آپ کو خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی کے حلقۂ ادارت وعقیدت سے وابستہ رہ کر اکتسابِ فیض کرتے رہے۔

مولانا کامل صاحبؒ نے عوام وخواص کی دینی رہ نمائی کو اپنی زندگی کا مشن بنایا اور اُس کے لئے میدانِ عمل اپنے علاقہ کو ہی منتخب کیا۔ اساتذۂ کرام کے مشوروں سے آپ نے ضلع مظفرنگر کی تحصیل شاملی (جواب ضلع بن چکا ہے) کے قریبی گاؤں ٹپرانہ کو چنا، جہاں آپ منصبِ امامت اور درس وتدریس سے وابستہ ہوگئے۔ ٹپرانہ کو مرکزی مقام بنا کر آپ اردگرد کے مواضع میں دین کے پیغام کی اشاعت کی غرض سے سفر کرتے جن میں دوسرے بہت سے مقامات کے علاوہ موضع گڑھی دولت میں بھی تشریف لاتے۔ چوں کہ یہ موضع آپ کے وطن کاندھلہ سے قریب تھا، اس لئے اس گاؤں کے باشندوں اور آپ میں باہم موانست تھی۔ یہی موانست آپ کو اس گاؤں کے لئے اپنی زندگی قربان کرنے کی وجہ بنی۔ یہاں قائم مدرسہ بدرالعلوم کو آپ جیسے تجربہ کار اور مخلص داعی کی ضرورت تھی، ذمہ دارانِ مدرسہ اور باشندگانِ موضع کے مسلسل اصرار پر آپ نے اس خدمت کو قبول

فرمالیا۔اس طریقہ پر چودہ سال مسلسل کیرانہ میں امامت وتدریس کی ذمہ داری ادا کرنے کے بعد ۱۹۶۷ء میں گڑھی دولت تشریف لے آئے۔حالاں کہ ٹپرانہ والے بھی حضرت کو چھوڑنے کے لئے آمادہ نہیں تھے،لیکن آپ نے اُن سے قطع تعلق نہ کرنے کے وعدے پر گڑھی دولت کو اپنا مستقر بنا لیا۔شبانہ روز کی محنت و جدوجہد سے آپ نے گذشتہ ۴۶/۴۷ سال تک جس تندہی، محنت، دیانت،خلوص ولگن اور للّٰہیت کے ساتھ اس ادارے کو ترقی سے ہم کنار کیا اُس نے مدرسہ بدرالعلوم کو جامعہ بدرالعلوم میں تبدیل کردیا۔

آپ اپنی بےلوث خدمات کی بناپر صرف دینی امور میں ہی نہیں بلکہ ملی اور سیاسی طور پر بھی عوام وخواص میں مقبول رہے۔چوں کہ آپ دورِ طالب علمی سے ہی حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے مرید ومعتقد تھے،اس وجہ سے اس کے لئے آپ نے جمعیۃ علماء ہند کی آبیاری کرنے کو مشن بنا کر عوام وخواص کی ملی وسیاسی رہنمائی کرتے رہے۔آپ نے اپنی خدمات کو محض اس بنا پر ضلع مظفرنگر وشاملی تک محدود رکھا کہ کہیں آپ کی سرگرمیوں سے مدرسہ کی خدمات متاثر نہ ہوجائیں۔ خاموش انداز سے ملت کی بےلوث خدمت آپ کا شعار تھا، جسے آپ نے تاعمر نبھایا۔یکسوئی اور خاموش خدمت کے جذبے کے باوجود اکابرین جمعیۃ کے اصرار پر آپ کو دومرتبہ ضلع مظفرنگر کے عہدۂ صدارت کو قبول کرنا پڑا۔شاملی کے الگ ضلع بننے کے بعد بھی سب کی نظرِانتخاب آپ پر ہی پڑی، جس سے آپ انکار نہ کرسکے۔

بالآخر ملت کا یہ جاں باز فداکار مختلف عوارض سے مسلسل لڑتے ہوئے تھک ہار کر دہلی کے ایک اسپتال میں منتقل ہوگیا جہاں پر آپ کا علاج ہوا۔اگر بات مرض تک محدود ہوتی تو اس کا علاج تو ہوا بھی، ہو بھی رہا تھا اور مزید ہو بھی ہوسکتا تھا لیکن بات مرض سے آگے نکل کر موت کے بےرحم ہاتھوں تک پہنچ چکی تھی،جس کے پنجۂ استبداد سے دنیا کا کوئی بھی ذی نفس خواہ آدم زادہ ہو یا حیوان زادہ محفوظ نہیں رہ سکتا۔بالآخر مولانا نے بھی ہمت وحوصلہ کے باوجود یخ بستہ سردی کے موسم میں ۲۰۱۵ء کے آغاز کے ساتھ ہی ۷/جنوری ۲۰۱۵ء مطابق ۱۵/ربیع الاول ۱۴۳۶ھ کی علی الصبح ،اللہ کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے اپنی جان اُس جانِ آفریں کے سپرد کردی جس کی مرضی کے بغیر کوئی پتہ بھی اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرسکتا۔اسی دن بعد نماز ظہر ایک عظیم مجمع کے کاندھوں پر سوار ہوکر اپنے آخری سفر پر کاندھلہ کے اپنے خاندانی قبرستان میں جاکر ابدی نیند

سوکرفرمانِ باری تعالیٰ کل من علیها فان. و یبقٰی وجه ربک ذوالجلال والاکرام. کی جیتی جاگتی حقیقت کو پیش کر گئے۔ مولانا کی منکسرالمزاجی، کسرنفسی، سادگی، اخلاص، دینی و دنیاوی خدمات کے پیش نظر توقع کی جاتی ہے کہ انشاءاللہ العزیز مولانا مرحوم کو رب ذوالعرش العظیم نے اس طبقہ میں شمار کیا ہوگا، جس کے متعلق قرآن مجید میں "یاایتها النفس المطمئنة، ارجعی الٰی ربک راضیةً مرضیة. فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی" فرمایا گیا ہے۔

آج مولانا مرحوم ہمارے درمیان نہیں ہیں لیکن صحیح بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی جس مشن کے لئے وقف کی تھی وہ ہمارے سامنے قیامت تک باقی رہنے والا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس مشن سے وابستہ رہ کر ہم مولانا مرحوم کی زندگی کے اُن گوشوں کو اپنے لئے نمونہ بنائیں جن سے ہمارے اندر دین کی خدمت کا جذبہ بھی پیدا ہو اور بے سہارا دکھیاری ملت کی ہمدردی وغم گساری بھی۔

راقم الحروف کو اس بات کا احساس ہمیشہ رہے گا کہ باوجود خواہش وکوشش کے مولانا مرحوم سے ملاقات یا اکتسابِ فیض کا زیادہ موقع نہ مل سکا، اسے راقم کی جہالت، ناواقفیت ومحرومی سے ہی تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کم ملاقاتوں میں بھی مولانا مرحوم نے اپنی سادگی، اخلاص، للٰہیت اور خدا پرستی کے جونقوش چھوڑے وہ انمٹ نقوش ہیں۔ مولانا کی وفات کو ایک سال سے زیادہ کا عرصہ گذر جانے کے باوجود دل ودماغ اس بات پر یقین کرنے پر آمادہ نہیں کہ مولانا اس دنیا میں نہیں رہے۔ جب بھی اپنے مشفق ومحسن مولانا کے صلبی جانشین مولانا محمد فاضل صاحب سے ملتا ہوں میرے دل ودماغ میں مولانا کامل صاحب مرحوم کا سراپا گھوم جاتا ہے۔ اور مولانا کے عمل وخلوص کے خاکے مرتب کرتے ہوئے میں یہ شعر گنگنانے پر مجبور ہو جاتا ہوں ؎

تمہیں کہتا ہے مردہ کون تم زندوں میں زندہ ہو
تمہاری خوبیاں روشن، تمہاری نیکیاں باقی

اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام، پسماندگان کو صبر جمیل اور ملتِ اسلامیہ کو اُن کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل

از: مولانا بشیر احمد صاحب مفتاحی
مہتمم مدرسہ سبیل الہدیٰ سنہٹی، متصل کیرانہ

حضرت مولانا محمد کامل کاندھلوی ۱۹۳۳ء میں مغربی اتر پردیش کے ضلع شاملی میں واقع ایک معروف زبان زد خاص وعام مرکز العلماء والصلحاء قصبہ کاندھلہ کے محلّہ گوجران میں چودھری مشرف بن شمس الدین کے گھر پیدا ہوئے، یہ قصبہ عہد مغلیہ سے بھی پہلے علم ودانش اور اہل علم کی آماجگاہ رہا ہے، کتنے ہی علماء وصلحاء اور بزرگانِ دین نے اس کی رونق کو چار چاند لگائے ہیں۔ آپ کی والدہ جو نہایت نیک سیرت، صوم وصلاۃ کی پابند، نیک طبیعت، پاکباز ونیک طینت خاتون تھی، آپ کو تقریباً آٹھ سال کی عمر میں چھوڑ کر دارِ بقاء کی طرف رخصت ہوگئی۔

ابتدائی تعلیم گڑھواؤں والی مسجد میں حاصل کی، بعدہ مدرسہ نصرت الاسلام جامع مسجد کاندھلہ میں تعلیم حاصل کی، حفظ قرآن پاک اور عربی سوم تک پڑھنے کے بعد حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی کے ہمراہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۲ء تک دارالعلوم دیوبند کے ماہر اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل کیا، خصوصاً یگانۂ روزگار نمونۂ اسلاف، مجاہد ملت حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے زیر سایہ عاطفت رہ کر علوم ظاہرہ وباطنہ سے وافر حصہ حاصل کیا، زمانۂ طالب علمی ہی سے آپ صوفی کے لقب سے ملقب تھے۔

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ اپنے مشفق ومربی کرم فرما اساتذہ کے زیر مشورہ ضلع شاملی کے موضع ٹپرانہ میں منصب امامت وخطابت کے فرائض انجام دینے کے لیے وہاں جلوہ افروز ہوئے، اس سے قبل دورانِ تعلیم بھی آپ حضرت مدنی کی مسجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں، امامت کے دوران آپ قرآن کا درس بھی دیا کرتے تھے، حضرت ہمیشہ امت کی اصلاح کے غم میں متفکر رہتے، اور موضع ٹپرانہ کے اکناف وجوانب میں اصلاحی سفر بھی کرتے رہتے، میرے گاؤں بدھوپورہ اور مدرسہ اشرف العلوم موضع گوگوان میں میری تدریس کے زمانہ میں بارہا تشریف لاتے رہے، اور اپنے گراں قدر مشوروں سے نوازتے رہتے تھے، مسلسل ۱۴ ؍سال تک اہل

ٹپرانہ کواپنے اخلاقِ کریمانہ سے منور فرماتے رہے۔

ٹپرانہ کے زمانۂ قیام میں گاہے گاہے گڑھی دولت تشریف لاتے رہتے تھے،جس کی وجہ سے وہاں کے باشندے آپ کے اخلاق فاضلہ کے نہایت گرویدہ ہوگئے ،اور آپ سے مدرسہ کی ذمہ داری قبول کرنے کی استدعا کرنے لگے،آپ نے ان کی درخواست پر غور کیا،وہاں کی مٹی میں علم کی خوشبو محسوس کی ، چناں چہ منتظمین مدرسہ کے حد درجہ اصرار اور بابائے قوم حضرت مولانا زاہد حسن صاحب کے اشارے پر جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت میں تشریف لے آئے اوراہتمام کے اس خار دار منصب کو قبول کرلیا۔آپ نے اپنی تمام صلاحیتیں بروکار لاکراپنے ۴۷ر سالہ دوراہتمام میں ایک مکتب کوایسا لہلہاتا ہواگلشن اور چمن بنادیا کہ جس کی نظیر دورتک نہیں ملتی۔

اللہ تعالی نے حضرت ولی کامل،صوفیٔ وقت،نمونۂ اسلاف مولانا محمد کامل کو بے شماراوصاف و کمالات سے نوازا تھا،مرحوم بلاشبہ فکرونظر،علم وعمل کی نابغۂ روزگار شخصیت تھے،آپ کی وفات سے ایسا خلا پیدا ہوگیا جس کا پر ہونا مشکل نظر آتا ہے،دین کی نشرواشاعت اورترویج وترقی زندگی بھرآپ کا مشن رہا ہے،اپنے عظیم مقاصد کے پیش نظر کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، ہزاروں شاگردوں نے آپ سے فیض پایا،تربیت حاصل کی ، یہ ان کا صدقہ جاریہ ہے،منبرومحراب سے گونجنے والی آواز کے پسِ پردہ ان کا اخلاص شامل ہے،وہ شبانہ روز دین حنیف کی خدمت میں سرگرم عمل رہتے تھے،ان کی متواضع شخصیت،شریں گفتاری،اصلاح کا حکیمانہ اورنرالہ انداز اورمہمان نوازی ہرکسی کو اپنی طرف کھینچتی تھی،آپ کا شگفتہ اندازِ تخاطب دلوں میں گھر کرتا تھا،مرحوم معاشرے میں منکرات و بدعات کی وجہ سے پھیلی ہوئی ظلمتوں ، شادی بیاہ میں رسم ورواج کی بڑھتی ہوئی گندگیوں اور نوجوانوں میں پھیلی ہوئی نشہ کی وبا کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمہ وقت سینہ سپر رہتے تھے، بڑی حکمت ودانش مندی کے ساتھ گاؤں گاؤں،شہرشہر،محلّہ محلّہ گھوم پھر کر،چودھریوں اور ذمہ داروں سے مل کر، ان کی کمیٹیاں بنا کر، ان تمام خرافات پر مؤثر طریقہ سے بند لگایا، اوران سب بیماریوں کا قلع قمع کیا۔آج مرحوم کی ان کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ اکثر لوگ اپنی شادی بیاہ کوسادہ طریقہ سے کرنے پر مجبور ہیں۔آپ کامیاب مدرس ہونے کے ساتھ کامیاب منتظم بھی تھے،آپ کی زبان و بیان کی سادگی سامعین کو بات سمجھانے میں خاص مددگار ثابت ہوتی تھی۔

آپ کا وجود عجز ونیاز اورمحبت وشفقت کا پیکرتھا، چہرے پرطمانینت ،تبسم،خندہ پیشانی،منور

جبیں، محبوبیت خدا کا ثبوت پیش کرتی تھی، آپ ہمیشہ اپنے ماحول میں تبسم و مسکراہٹ بکھیرتے رہتے تھے، آپ کے صلاح وتقوی، اخلاص وللّٰہیت اوراخلاقِ حمیدہ کا گرویدہ ہوکر ہزاروں فرزندانِ توحیدنہیں ؛ بلکہ غیر مسلم بھی آپ کے دامن سے وابستہ رہتے تھے، ہرکوئی ایسا محسوس کرتا تھا کہ حضرت کی توجہ ونظرعنایت سب سے زیادہ مجھ ہی پر ہے، ہرنو وارد سے بڑی محبت وشفقت سے ملتے تھے، آپ سے ملنے کے بعد ہرکس وناکس اپنائیت محسوس کرتا تھا۔

دارالعلوم میں رہتے ہوئے آپ کوحضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کی خدمت کا خوب موقع ملا، اس لیے جمعیۃ علماء ہنداوراس کے کاموں سے قلبی تعلق پیدا ہوگیا، چناں چہ ضلع مظفر نگر کے دوٹرم تک صدر رہے، نیز وفات کے وقت ضلع شاملی کے عہدۂ صدارت پر فائز تھے، اپنی بےشمار بیماریوں اورتکالیف کےعلی الرغم جمعیۃ کی تمام سرگرمیوں سرگرم عمل رہتے تھے۔

بالآخرعلم وعمل کا یہ ماہتاب، روحانیت واخلاق کا سراپا مجسم وروشن چراغ اپنی آخری منزل کی طرف بروز بدھ ۱۵/ربیع الاول ۱۴۳۶ھ مطابق ۷/جنوری ۲۰۱۵ء میں اپنے مالک خالق حقیقی سے جاملا۔

ضلع شاملی ومظفرنگرمیں آج تک کسی جنازہ میں اتنا بڑا ہجوم نہیں دیکھا گیا، امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا تھا: ’’عنداللہ مقبولیت کا اندازہ ہمارے جنازوں سے ہوتا ہے۔‘‘ واقعی حضرت کا جنازہ مقبولیت عنداللہ کا عظیم مظہرتھا، جہاں لاکھوں مسلمان آپ کی مغفرت کی دعا کرتے ہوئے آپ کو خراج عقدیت پیش کررہے تھے، بہرحال عشاق کا ٹھاٹھیں مارتا ہواسمندرجلوس کی شکل میں عیدگاہ پہنچا، جہاں حضرت مولانا افتخارالحسن صاحب دامت برکاتہم نے نمازِ جنازہ پڑھائی، اور قصبہ کاندھلہ کےاندراپنے آبائی گورِغریباں میں آسودۂ خواب ہوگیا۔

خدارحمت کندایں عاشقانِ پاک طینت را

حضرت ولیؔ کامل حیات وخدمات کے آئینہ میں

از: مفتی محمود حسن صاحب قاسمی ماجروی
استاذ حدیث جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت

باقی رہنے والی ذات صرف اللہ کی ہے، یہ دنیا ایک سرائے فانی ہے، اس کا پورا نظام آمد ورفت کے محور پر گردش کن ہے، اس دنیا کی ہر شخصیت خواہ کتنی ہی دلکش، ہر دلعزیز اور مقبول خاص و عام ہو، اسے ایک نہ ایک دن اس دارِ فانی سے رخصت ہوکر عالم جاودانی میں پہنچنا ہے، کچھ لوگوں کی موت ایسی ہوتی ہے کہ سوائے چند عزیز وا قارب کے اس پر کوئی غم خوار واشک بار نہیں ہوتا؛ لیکن کچھ مقبول ومقتدر شخصیات ایسی ہوتی ہیں کہ جب وہ دنیا سے جاتی ہیں تو ان کی جدائی کے صدمہ میں ملک وعلاقے اشک بار ہوتے ہیں، ہر کوئی ان کے فیض سے محرومی پر سوگوار ہوتا ہے، زمین بھی آنسو بہاتی ہے، آسمان بھی مغموم ہوتا ہے۔ یقیناً ایسے لوگ دنیا سے ضرور چلے جاتے ہیں؛ مگر دلوں سے نہیں جاتے، وہ اوران کے کارنامے پسِ مرگ بھی درخشاں وتابندہ رہتے ہیں۔ انہی ستودہ صفات کی حامل مقدس ہستیوں میں سے ایک نمونۂ اسلاف ولی کامل عارف باللہ حضرت مولانا محمد کامل صاحب نور اللہ مرقدہ کی ہستی تھی، جو اپنی سادگیٔ طبع، سراپا تواضع، منکسر المزاجی، علم وعمل، ایثار وہمدردی اور دیگر اوصاف عالیہ سے آراستہ و پیراستہ ہونے کی وجہ سے بجا طور پر ''ولیؔ کامل'' کہلانے کی مستحق تھی۔

مت سہل جانو پھرتا ہے فلک برسوں ‏ ‏ ‏ ‏ تب خاک کے پردے سے انسان ابھرتا ہے

جائے پیدائش وابتدائی تعلیم:

حضرت کا وطن تو کاندھلہ ہے؛ مگر آپ کی ولادت باسعادت ۱۹۳۳ء میں محلّہ گوجران قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور میں اپنے نانا منشی میمن کے یہاں ہوئی۔

مولانا کے تایا ابا صوفی اشرف جنگ مرحوم (جو خاندان کے ایک نیک شریف الطبع شخص تھے، پورے قصبہ میں ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا) نے آپ کو مسجد گڑھواؤں والی میں حافظ عبد اللطیف کے یہاں تعلیم وتعلم کے لیے بٹھادیا، قاعدہ بغدادی مکمل ہونے کے بعد، آپ کے دادا شمس

الدین جنگ نے مدرسہ نصرت الاسلام جامع مسجد میں داخلہ کرادیا، وہاں آپ نے حافظ عبدالعزیز صاحب سے دو یا تین پارے اور باقی قرآن کریم حافظ شریف صاحب کے پاس حفظ کیا، اس زمانہ میں مدرسہ کا معمول یہ تھا کہ ایک یا دو پارے ناظرہ پڑھا کر حفظ شروع کرادیا جاتا تھا، چناں چہ آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا گیا۔ آپ کو ابتداء ہی سے پڑھنے کا بڑا شوق تھا، جمعرات کو استاذ محترم سے دوگنا سبق لے کر ہفتہ کو دو یوم کا سبق سنا دیا کرتے تھے، استاذ نے جب یہ شوق دیکھا تو مزید توجہ فرمائی جس کے نتیجہ میں آپ دس گیارہ سال کی عمر میں حافظ قرآن ہو گئے۔

فارسی وعربی تعلیم اور دارالعلوم دیوبند میں داخلہ:

حفظ کی تکمیل کے بعد مدرسہ نصرت الاسلام ہی میں حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب بستوی کے یہاں فارسی کی تعلیم شروع ہوئی، فارسی اور سال اول ودوم کی تقریباً سبھی کتابیں آپ نے مولانا بستوی سے پڑھیں۔ ان دونوں افتخار الاولیاء حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم مدرسہ میں شعبہ عربی میں اعزازی مدرس تھے، ایک مرتبہ مولانا بستوی طویل رخصت پر تشریف لے گئے، چھ سات ماہ بعد واپسی ہوئی، ان کی عدم موجودگی میں آپ نے مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی سے پنج گنج، نورالایضاح اور دیگر کتب پڑھیں۔

آپ کو اپنے اساتذہ وبزرگانِ دین کی خدمت کا بہت شوق تھا، برصغیر کے مشہور مفسر وسیرت نگار حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی استاذ دارالعلوم دیوبند سالانہ تعطیل میں کاندھلہ تشریف لایا کرتے تھے، اوائل شوال تک قیام فرما کر دارالعلوم تشریف لے جاتے تھے، آپ اس سنہرے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے حضرت کاندھلوی کی خدمت میں حاضر ہو جاتے، اور پوری عقیدت ومحبت اور خلوص کے ساتھ آپ کی جسمانی خدمت بھی کرتے اور بازار سے سامان خورد نوش لاکر گھر پہنچانے کی خدمت بھی انجام دیتے، یہی وجہ تھی کہ حضرت کاندھلوی بھی آپ پر نظر کرم فرمانے لگے۔ ایک موقع پر آپ نے اپنے رفیق درس مولانا صدیق صاحب کے ساتھ مولانا کاندھلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت! ہم دونوں آپ کی زیر سرپرستی دارالعلوم دیوبند میں تعلیم کرنے کے خواہش مند ہیں، حضرت نے مسکرا کر فرمایا: بہتر ہے، چناں چہ جب رمضان کے بعد مولانا ادریس صاحب اپنے اہل خانہ کے ساتھ دارالعلوم تشریف لے گئے، تو یہ دونوں حضرات بھی دیوبند پہنچ گئے، حضرت نے آپ کے ساتھ بڑے کرم کا معاملہ فرمایا، اور حضرت

کے توسط وسفارش سے دونوں حضرات کا دار العلوم دیو بند میں سال چہارم میں داخلہ ہو گیا، اس سال آپ نے شرح جامی، ترجمہ قرآن کنز الدقائق اور دیگر کتب پڑھیں۔ آپ دار العلوم میں پانچ سال رہے، ۱۹۵۲ء میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی۔

آپ نے دورہ کے سال بخاری شریف مکمل اور ترمذی اول شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی سے؛ مسلم شریف مکمل علامہ ابراہیم بلیاوی سے؛ ابوداؤد شریف مکمل، ترمذی ثانی اور شمائل ترمذی شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہوی سے؛ نسائی شریف مولانا فخر الحسن مرادآبادی سے؛ ابن ماجہ اور موطا مالک مولانا ظہور حسن دیوبندی سے؛ طحاوی شرف مفتی مہدی حسن شاہجہاں پوری سے اور موطا امام محمد مولانا عبدالجلیل صاحب کیرانوی سے پڑھی۔

حضرت شیخ الاسلام سے وابستگی:

آپ کو بچپن ہی سے اساتذہ کی خدمت اور بزرگان دین کی مجلس میں حاضری کا بڑا شوق تھا، دار العلوم کی پانچ سالہ زندگی میں اساتذہ کی خدمت اور ان کی مجالس میں حاضری کا سلسلہ جاری رکھا اور ان کی دل نواز صحبتوں سے مستفیض ہوتے رہے۔ آپ کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ جب بھی موقع ملتا تو کسی استاذ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ آپ کو اپنے اساتذہ میں سب سے زیادہ انسیت ومحبت حضرت شیخ الاسلام مدنی سے تھی، آپ بکثرت حضرت شیخ الاسلام کی مجلس میں شرکت کا شرف حاصل کرتے رہے، اس طرح آپ کو بہت جلد وہ نعمت میسر آگئی جس کو افادے واستفادے کی آخری منزل تصور کیا جاتا ہے، چناں چہ آپ دور طالب علمی ہی میں حضرت شیخ الاسلام کے درست حق پرست پر بیعت ہو گئے اور حضرت مدنی کے دامن بافیض سے وابستہ ہو کر تصوف وسلوک کی منازل طے کرنی شروع کر دی، حضرت مدنی نے خصوصی عنایت فرماتے ہوئے آپ کو اپنی مسجد ''مدنی مسجد'' میں امام ومؤذن متعین کر دیا۔ حضرت مدنی کی مسجد کی امامت ومؤذنی کے علاوہ آپ کو حضرت مدنی کے خادم خاص ہونے کا شرف بھی حاصل رہا۔

خدمتِ دین کا آغاز:

۱۹۵۲ء میں فراغت کے بعد آپ اپنے بعض اساتذہ کے مشورے سے موضع ٹپرانہ ضلع شاملی تشریف لا کر منصب امامت وتدریس سے وابستہ ہو گئے، امامت وتدریس کے ساتھ روزانہ جامع

مسجد میں قرآن کریم کی تفسیر فرما کر لوگوں کو فیض یاب فرماتے، قرب و جوار کے مواضعات میں دینی اصلاحی سفر فرماتے، آپ کو شروع ہی سے اصلاح معاشرہ اور شادی بیاہ میں ہونے والی بدعات و فضول رسومات کو ختم کرنے کی بڑی فکر تھی، ٹپرانہ میں رہتے ہوئے بھی اس میدان میں خوب محنت کی، گاؤں میں اس کے عمدہ نتائج ظاہر ہوئے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے　　پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

آپ مسلسل ۱۴؍ سال اہالیانِ ٹپرانہ کو اپنے چشمۂ علم و معرفت سے مستفید فرماتے رہے۔

جامعہ بدر العلوم میں بحیثیت مہتمم:

ٹپرانہ رہتے ہوئے بارہا گڑھی دولت بھی تشریف لائے، قرابت داری اور یہاں کے بعض حضرات سے خاندانی مراسم کی وجہ سے یہاں کے لوگ آپ سے خوب واقف ہوگئے تھے، اور آپ کے عمدہ خصائل و اخلاق و عادات اور ملنساری سے متاثر اور مانوس ہو چکے تھے، ادھر جامعہ بدر العلوم کو آپ جیسے تجربہ کار مخلص و متواضع داعی کی ضرورت تھی، اس لیے حضرت مولانا زاہد حسن صاحب قاسمی خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائپوری کے مشورہ سے ذمہ دارانِ مدرسہ نے آپ سے یہاں تشریف لانے کی درخواست کی، اولاً تواضعاً منع فرما دیا، ٹپرانہ والے بھی آپ کی برکتوں کو محسوس کر چکے تھے، اس لیے وہ کسی بھی طرح چھوڑنے پر آمادہ نہیں تھے: مگر گڑھی دولت والوں کے مسلسل اصرار کی وجہ سے آپ یہاں تشریف لے آئے، حضرت فرمایا کرتے تھے: ''ٹپرانہ والوں کی غایت محبت و عقیدت کو دیکھتے ہوئے طبیعت یہاں آنے کو آمادہ نہیں تھی؛ مگر ذہن میں یہ بات تھی کہ یہاں درس و تدریس اور خدمت دین کا زیادہ موقع ملے گا، اس لیے ٹپرانہ والوں کو بمشکل راضی کر کے توکلاً علی اللہ اس ذمہ داری کو قبول فرما لیا۔''

ان کا ادارہ ان کی بہترین یادگار:

آپ روزِ اول ہی سے مدرسہ کو پروان چڑھانے اور ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے عزم و استقلال و ثابت قدمی کے ساتھ مسلسل محنت کرتے رہے، اس کی تعمیر و ترقی میں اس قدر منہمک ہوئے کہ ہر وقت دل و دماغ پر صرف اور صرف مدرسہ ہی کی فکر سوار تھی، مالیات کی فراہمی، اچھے مدرسین کا انتظام، معیاری تعلیم، طلبہ کی تربیت اور وضع قطع پر خصوصی توجہ مبذول فرمائی، یہ وہ چیز تھی

جس کی وجہ سے مدرسہ رفتہ رفتہ بلندی کی طرف پرواز کرتا چلا گیا۔حضرت نے مدرسہ کے حوالے سے تاحیات تین باتوں پر خصوصی توجہ مرکوز فرمائی:

(۱) مالیات کی فراہمی، ابتدائی مراحل میں ذرائع آمدنی بالکل محدود تھے،اس لیے آپ کو اس وقت بڑی محنت کرنی پڑی، اس مقصد کے لیے کبھی پیدل علاقہ کا دورہ کرتے کبھی سائیکل سے، دن بھر دوڑ دھوپ کرتے، اپنے تعلقات اور اثر ورسوخ، خدداد عقل وفہم اور فطری ذکاوت کو کام میں لاتے۔ زندگی کے آخری دور میں جب پیرانہ سالی، ضعف اور کثرت امراض کی وجہ سے سفر کے قابل نہیں رہے تھے، ڈاکٹروں نے بھی سفر سے منع کر دیا تھا؛ لیکن اس وقت بھی ذہن ودماغ میں مدرسہ ہی کی فکر سوار تھی، اگر کوئی یہ کہہ دیتا کہ آپ کے جانے سے مدرسہ کا تعاون بھی ہوگا تو فوراً دعوت قبول فرمالیتے، اپنی کمزوری اور بیماری کا بالکل خیال نہ فرماتے، آپ سب سے زیادہ محنت مدرسہ کے سالانہ جلسے کے موقع پر کرتے، مدرسہ کے تعاون کے لیے قریہ قریہ، قصبہ قصبہ، شہر شہر گھومتے؛ کیوں کہ مدرسہ کا سالانہ جلسہ ہی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ تھا۔قابل ذکر بات یہ ہے کہ آپ آمدنی کے حوالے سے ہمیشہ اپنے ملک بالخصوص علاقے کے چندے پر ہی بھروسہ کرتے بیرونی امداد کے حصول کی طرف کبھی توجہ نہ فرماتے، یہی وجہ ہے کہ جامعہ ہذا کے جملہ اخراجات عموماً اپنے ملک بالخصوص علاقوں والوں کے تعاون سے ہی پورے ہورہے ہیں۔

(۲) اچھے قابل اساتذہ کا انتظام، آپ ہمیشہ معیاری تعلیم کے خواہش منداور اس کے لیے کوشاں رہے، اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب اساتذہ صلاح وتقوی اور استعداد وصلاحیت سے مزین ہوں، اس لیے آپ باصلاحیت افراد ہی کو ترجیح دیتے تھے، اور یہی حضرت کے یہاں تقرر کا اصل معیار تھا، اس باب میں برادری یا علاقہ کی طرف آپ کوئی توجہ نہیں دیتے تھے، خدا کا شکر ہے کہ آج بھی جامعہ اس حسین روایت کو قائم رکھے ہوئے ہے۔

(۳) طلبہ کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ: آپ فرمایا کرتے تھے کہ: طلبہ قوم کی امانت ہیں، ان کو عمدہ تعلیم دینا، ان کی تربیت پر توجہ دینا، ان کی اخلاقی نگرانی کرنا مدرسہ کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے حضرت خود بھی ان کی تعلیم وتربیت کی مکمل نگرانی فرماتے، ان کے اخلاق واعمال، نقل وحرکت اور نشت وبرخاست پر نظر رکھتے، جب تک صحت وقوت رہی صبح اذان کے وقت کاندھلہ سے مدرسہ پہنچ جاتے، بچوں کو بیدار کرتے، مسجد جلد پہنچ کر صفِ اول کا اہتمام کرنے کی تاکید فرماتے، غفلت

کی صورت میں مناسب تنبیہ کرنے سے گریز نہ کرتے، گاہے گاہے طلبہ کو بلا کر ان کا سبق سنتے، کچھ خامی محسوس کرتے تو عمدہ انداز میں متعلقہ استاذ کو اس طرف متوجہ کرتے، ہر استاذ کے بارے میں پوری واقفیت رکھتے کہ طلبہ ان کی تدریس سے مطمئن ہیں یا نہیں؟ تعلیم وتعلم اور اصلاح وتربیت کے نظام کو مستحکم کرنے کے معاملہ میں آپ بہت حساس تھے۔ اللہ تعالی نے آپ کو اصلاح وتربیت کے ایسے عمدہ اور مؤثر انداز سے نوازا تھا کہ آپ اصلاح بھی فرمادیتے اور مخاطب کو گراں بھی نہیں گذرتا تھا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ موسم سرما میں جامعہ کے اساتذہ دھوپ میں لیٹے ہوئے تھے، حضرت کا ادھر سے گذر ہوا، آپ نے سلام کیا، اساتذہ نے سلام کا جواب دیا، ایک استاذ صاحب کے سر کے بال بڑھے ہوئے تھے، آپ نے اپنی عادت کے موافق اصلاح کا یہ حسین انداز اختیار کیا کہ "لا تنظروا إليَّ ؛ بل انظروا إلى رؤوسكم" فرما کر آگے تشریف لے گئے، وہ صاحب سمجھ گئے، چناں چہ وہ فوراً جا کر بال کٹا کے آئے، اسی دن یا اگلے دن وہ صاحب آپ کے پاس سے سلام کر کے گذرے تو آپ نے مسکرا کر سلام کا جواب دیا اور کچھ دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے۔ آپ کے ان عمدہ اخلاق، محبانہ برتاؤ، مخلصانہ کوشش اور جہد مسلسل کا ہی کرشمہ ہے کہ جو مدرسہ ایک معمولی پودے کی شکل میں تھا وہ تناور درخت اور شجرۂ طوبی بن گیا، جس میں ابتدائی ومتوسطات سے لے کر دورۂ حدیث تک معیاری تعلیم ہو رہی ہے، مقامی و بیرونی طلبہ کی ایک بڑی تعداد یہاں علم حاصل کرنے میں مشغول ہے۔ کبھی کبھی آپ مدرسہ کے در و دیوار کو محبت بھری نگاہ سے دیکھ کر یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

پھلا پھولا رہے یارب چمن میری امیدوں کا ــــــ جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

جمعیۃ العلماء کی سرگرمیوں میں مخلصانہ رول:

چوں کہ شیخ الاسلام حضرت مدنی کی خدمت کا موقع ملا، ان کو قریب سے دیکھا، تو جمعیۃ علماء ہند اور اس کے کاموں سے قلبی تعلق پیدا ہو گیا، اس لیے مدرسہ کی مصروفیات کے ساتھ آپ نے جمعیۃ علماء ہند کی تمام تحریکات (مثلاً: ملک وملت بچاؤ تحریک، ریزرویشن کے حق میں دستخطی مہم، مدارس اسلامیہ پر دہشت گردی کے الزام کی تردید میں اجتماعات وغیرہ) میں مخلصانہ رول ادا کیا، ضلع مظفر نگر وشاملی کے عہدۂ صدارت پر فائز رہتے ہوئے جمعیۃ کے پلیٹ فارم سے قومی وملی مسائل کے سلسلے میں پیہم کوشش کرتے رہے، مظفر نگر کے فسادات میں سرفروشانہ خدمات انجام دیں۔

اصلاح معاشرہ کی تحریک:

امت کی تڑپ، لوگوں کی اصلاح کی فکر آپ پر ہمہ وقت سوار رہتی تھی، بدعات وخرافات کو مٹانے اوران کی بیخ کنی کے لیے آپ نے جد جہد فرمائی، اصلاح معاشرہ کے سلسلے میں آپ کی خدمات بے حد تابناک اورآب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں، آپ نے قریہ قریہ، بستی بستی، شہر شہر اصلاح معاشرہ کی تحریک چلائی، اصلاح معاشرہ کے نام پر مختلف مواضعات میں کمیٹیاں تشکیل دیں، اوران کمیٹیوں کی خودسر پرستی فرمائی، اصلاحی جلسے منعقد کیے، تعلیمی بیداری کے لیے مکاتب و مدارس کے قیام پر زور دیا، علاقے کے مسلمانوں میں شادی کے موقع پر مختلف جاہلانہ ہندوانہ رسومات و بدعات پائی جاتی ہیں، مثلاً: بھات، منڈھا، دان، بارات، بری، بذریعہ حجام لال خط ارسال کرنے کا التزام اوراس کے بعد مٹھائی کی تقسیم، لڑکی والوں کی طرف سے عمومی دعوت وغیرہ، آپ نے ان سب رسومات کے خلاف کامیاب تحریک چلائی، خاص طور پر شادی کے رسم ورواج اور اس میں نام ونمود کے لیے اسراف وفضول خرچی اور شراب ونشہ جیسی مہلک بیماریوں کے خاتمہ کے لیے اورشریعت وسنت کی ترویج واشاعت کے لیے مختلف اصلاحی کمیٹیاں بناکر، اصلاحی جلسے منعقد کراکراس سلسلے میں بڑا کارنامہ انجام دیا، بہت سی رکاوٹیں بھی سامنے آئیں، آپ نے سب کا مردانہ وار مقابلہ کیا، اوراپنے اس مبارک مشن پر ڈٹے رہے۔ اللہ تعالی نے آپ کی اصلاحی معاشرہ کی تحریک کوکامیابی سے ہمکنار کیا، چناں چہ علاقے سے ان تمام رسومِ بد کا تقریباً صفایا ہوگیا۔

حضرت فدائے ملت سے بیعت وخلافت:

آپ زمانۂ طالب علمی میں ہی حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کے دست مبارک پر بیعت ہوگئے تھے، اوران کی رہ نمائی میں سلوک وتصوف کی منازل طے فرماتے رہے، ۱۳۷۷ھ میں حضرت مدنی کے سانحۂ ارتحال کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہوگیا، پھر حضرت فدائے ملتؒ سے رجوع فرمایا اور بقیہ منازلِ سلوک ان کی نگرانی میں طے فرمائی، اور فدائے ملت علیہ الرحمہ نے بہت جلد خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا، اور مولانا ان کے ممتاز خلفاء میں شمار کیے جانے لگے۔

چند ممتاز صفات وکمالات:

(۱) بے مثال خاکساری ومنکسرالمزاجی: ارشادنبوی ہے: ”من تواضع لله رفعه الله

"، اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ حضرت اس حدیث کا مصداق تھے، تواضع وانکساری آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، ہمیشہ اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کرتے، ہر قسم کے نام ونمود سے کوسوں دور رہتے۔ایک مرتبہ بندہ کی استاذ محترم حضرت مولانا عبدالخالق صاحب مدراسی دامت برکاتہم کی خدمت میں حاضری ہوئی، مولانا رحمہ اللہ کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا مدراسی صاحب نے فرمایا کہ "مولانا کامل صاحب رمضان میں حضرت فدائے ملت کے یہاں تشریف لایا کرتے تھے، میں نے اتنی تواضع وانکساری کے ساتھ کسی اور کو فدائے ملت سے ملاقات کرتے ہوئے نہیں دیکھا، مولانا سراپا مجسم تواضع تھے۔" حقیقت بھی یہی ہے کہ تواضع وانکساری آپ کے رگ وریشہ میں پیوست تھی۔

(۲) مہمان نوازی: حدیث میں ہے:"من کان یؤمن باللہ و الیوم الآخر فلیکرم ضیفہ" ،مولانا کا اس حدیث پر پورے طور پر عمل تھا، آپ طبعی طور پر مہمان نواز تھے، وہ چاہتے تھے کہ جب بھی کوئی مہمان آئے خواہ وہ کہیں کا بھی ہو، کیسا بھی ہو، اس کی ضیافت ضرور ہونی چاہیے۔ آپ روزانہ گھر تشریف لے جاتے وہاں بھی صبح کی نماز کے فوراً بعد ملاقات کرنے والوں کی آمد ورفت شروع ہوجاتی، سب کے واسطے حسب وسعت ناشتہ کا انتظام ہوتا؛ لیکن آپ "أنزلوا الناس منازلھم" کو بھی مدنظر رکھتے تھے، اگر عام مہمان ہوتا تو ضیافت اس کے لحاظ سے ہوتی، اور اگر خاص مہمان ہوتا تو پرتکلف ضیافت فرماتے۔آپ مہمانوں کی آمد پر خوشی کا اظہار فرماتے، ہمیشہ بشاشت قلبی اور انبساط سے ملاقات فرماتے تھے۔

(۳) چھوٹوں پر شفقت اور ان کی حوصلہ افزائی: بڑے اگر چھوٹوں پر شفقت کریں اور ان کی ہمت افزائی کریں تو اکثر اوقات بہت عمدہ نتائج وفوائد حاصل ہوتے ہیں، آپ اس کو خوب اچھی طرح سمجھتے تھے، چناں چہ یہی وجہ تھی کہ آپ تلامذہ اور اہل تعلق کے ساتھ شفقت کا معاملہ فرماتے، سب کی حوصلہ افزائی فرماتے، ہمت بڑھاتے، آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کا عزم وحوصلہ عنایت فرماتے، حضرت کا یہ بھی امتیاز تھا کہ آپ چھوٹوں کی کامیابی، کامرانی وترقی سے بہت خوش ہوتے؛ کیوں کہ ان کی کامیابی کو وہ اپنی کامیابی تصور کرتے۔آپ اکثر اسفار میں اپنے ہمراہ کسی نہ کسی استاذ کو ضرور لے جاتے، تقریر وبیان کے لیے آگے بڑھاتے، تقریر کے بعد عوام کے سامنے حوصلہ افزائی کرتے، یہ آپ کے مخلص مربی ومشفق ہونے کی ایک ٹھوس شہادت ہے۔

(۴) **بدگوئی سے احتراز:** اسلامی معاشرہ میں غیبت ایک خطرناک ومہلک بیماری ہے، عوام تو عوام خواص بھی بکثرت اس میں مبتلا ہیں؛ لیکن اہل اللہ کی شان ہی نرالی ہے، وہ ہر قسم کے گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں، آپ نہ کبھی غیبت کرتے، نہ غیبت سننا پسند کرتے، اگر کوئی آپ کی مجلس میں کسی کی بدگوئی کرتا تو صراحتاً منع فرمادیتے اور فرماتے کہ "بھائی! میں تو ان کو خود سے بہتر سمجھتا ہوں"، آپ کی مجلس علم وحیا اور صبر امانت سے لبریز ہوتی تھی۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ آپ ﷺ کی مجلس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "**مجلسه مجلس علم و حياء و صبر وأمانة ...... و لا توبنُ فيه الحرم**"، آپ کی مجلس میں مجلس نبوی کا پورا اہتمام تھا۔

(۵) **اختلافی معاملات میں اعتدال:** نظریاتی اختلافات خیر القرون سے ہوتے چلے آرہے ہیں؛ مگر اختلاف کے باوجود ان حضرات کا اعتدال اور مدمقابل کا احترام واکرام بھی اظہر من الشمس ہے، ہمارے مشائخ وعلمائے دیوبند کا طرۂ امتیاز یہی اعتدال ہے، ہمارے مولانا حضرات اکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تاحیات راہ اعتدال سے سرمو منحرف نہیں ہوئے، ہمیشہ اسی کو مشعلِ راہ سمجھا، اور اسی پر کاربندر ہے، جمعیۃ کے قضیہ میں عوام وخواص سب نے افراط وتفریط سے گریز نہ کیا؛ مگر احقر نے اس دوران ان کے طرز عمل کو بہت قریب سے دیکھا، آپ نے ایک جانب ہونے کے باوجود جانبین کے اکابر کا حد درجہ ادب واحترام ملحوظ رکھا، فریقین میں سے کسی کی بھی شان میں نازیبا کلمات نہیں کہے، اور نہ ان کی شان میں ادنی گستاخی کا کلمہ سننا گوارا کیا، اور اگر کوئی اختلاف کا تذکرہ کرتا تو فوراً منع فرمادیتے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فریقین کے یہاں آپ کو بڑی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ آپ تاحیات اس قابل تعریف صفت حمیدہ پر مضبوطی سے قائم رہے۔

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ   پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ

(۶) **خاص وعام میں محبوبیت ومقبولیت:** حضرت ابو ہریرہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ: "اللہ تعالی جب کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو جبرئیل سے فرمادیتے ہیں کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں، پھر حضرت جبرئیل ملائکہ میں اعلان کردیتے ہیں کہ فلاں بندہ اللہ کا محبوب ہے، تم بھی اس سے محبت کرو، پھر دنیا والوں کے قلوب میں بھی اس کی محبت ڈال دی جاتی ہے۔"

حضرت والا میں یہ وصف بدرجۂ اتم موجود تھا، آپ پورے علاقے کے لیے مرکزِ توجہ تھے، ہر شخص آپ سے حد درجہ محبت کرتا تھا، جو آپ سے ملتا وہ آپ کا گرویدہ ہوجاتا، اہل علاقہ کی حضرت کی تئیں جو

محبت و وارفتگی دیکھی اس کو حدیث کے مصداق و مظہر کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا، واقعہ یہ ہے کہ حضرت کی صفات عالیہ اور کریمانہ اخلاق نے آپ کو انسانوں کی آنکھوں کا نور اور دلوں کا سرور بنا رکھا تھا، جدھر بھی حضرت کی آمد ہوتی، لوگ دیوانہ وار ٹوٹ پڑتے، ہجوم ہر طرف سے زیارت، سلام و مصافحہ کے لیے امڈ پڑتا، گھر تشریف لے جاتے تو وہاں محبین و متوسلین پہنچ جاتے، مدرسہ میں جلوہ افروز ہوتے، تو یہاں بھی عجیب سماں ہوتا، از صبح تا شام عوام و علماء و صلحاء کی آمد و رفت کا ایک طویل سلسلہ جاری رہتا۔ جب آپ اس دینی علمی چمن میں تشریف فرما ہوتے، تو ایسا محسوس ہوتا گویا ہر طرف سے رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے اپنے اشعار میں اسی پرنور ماحول کی منظر کشی کی ہے:

یہاں اک نگار ہے خیمہ زن یہ حریم حسن نگار ہے
یہاں محو جلوۂ سرمدی وہ ہزار رشک بہار ہے
یہاں قدسیوں کا نزول ہے یہ دلیل حسن قبول ہے
کہ نَفَس نَفَس کو جو ہے سکون تو نظر نظر کو قرار ہے

حقیقت یہ ہے کہ ان کی رحلت کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ رحمتیں برکتیں بھی حضرت کے ہمراہ رختِ سفر باندھ کر رخصت ہو گئیں۔

انتقال پر ملال:

"کلُّ نفسٍ ذائقةُ الموتِ" (ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے) بھی برحق ہے، قوم و ملت کا یہ مخلص خادم، مقبول خاص و عام، نیک ذات، نیک صفت، تواضع و انکساری کا پیکر، ولیٔ کامل اپنی زندگی کی ۸۲؍ بہاریں دیکھ کر ۱۵؍ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ مطابق ۷؍ جنوری ۲۰۱۵ء بروز بدھ اس دارِ فانی سے رخصت ہو کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔

مولانا محمد کامل صاحبؒ ایک نمونہ ایک مثال

از: مولانا محمد ہارون صاحب قاسمی
مہتمم مدرسہ سبیل الرشاد سنولی خودر، پانی پت

راقم سطور کی یہ بڑی کمزوری ہے کہ اس کے لئے دنیا سے رخصت ہو جانے والے اساتذہ و بزرگوں پر کچھ لکھنا جوئے شیر لانا ہے؛ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ یہ اولین موقع ہے کہ آج پہلی مرتبہ کسی بزرگ پر کچھ لکھنے کی کوشش کرر ہا ہوں۔

بندہ کا آغازِ تعلیم کا دور ۱۹۶۷ء سے گاؤں کے مکتب سے شروع ہوا، ۱۹۶۹ء میں مدرسہ قادریہ ناشر العلوم گڑھی جلال پور میں پڑھتے ہوئے حضرت مولانا کے نام مبارک سے آشنائی ہونے لگی تھی۔ ۱۹۷۱ء میں بندہ کو جامعہ بدر العلوم میں داخل ہو کر حضرت کے سایۂ شفقت میں پلنے بڑھنے کا موقع ملا۔ حضرت والا طلبہ سے ایسی والہانہ شفقت اور محبت فرماتے تھے کہ اس زمانے کا ایک غیر معمولی واقعہ جب یاد آجاتا ہے تو حیرت واستعجاب کے ساتھ یہ جملہ زبان زد ہو جاتا ہے۔

"رفتید ولے نہ از دلِ ما"

مدرسہ کا شروع زمانہ تھا، مقامی و بیرونی بچوں میں کوئی بات ہوگئی، مقامی بچے کو ہم میں سے کسی نے ہلکا بہت مار دیا تو وہ گاؤں سے اپنے کسی بڑے کو بلا کر لایا، اوران کے بڑے نے آکر بچے کو مار دیا، حضرت والا کو معلوم ہوا تو دوڑے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا یہ باہر کے بچے ہیں ان کی قدر کرو، ان سے ہمیشہ محبت کا معاملہ کیا کرو، اور مارنا ضروری سمجھو تو کامل کے بچے ہیں عاقل، فاضل، ان کو مار لیا کرو، ان کا باپ میں یہاں موجود ہوں؛ مگر ان باہر کے بچوں کو ہرگز نہ مارنا؛ بلکہ ان سے بیحد محبت کرو، ان کی خاطر مدارات کیا کرو بہت فائدہ ہوگا۔

بزرگوں کے پاس جانے والوں کا تجربہ عام طور پر لوگوں کو تلخ ہوتا ہے، کچھ ان کے یہاں روک ٹوک، کچھ ان کی بے توجہی، کسی کا خیال، کسی کی بے اعتنائی، کسی کی سخت کلامی، کسی سے نرم روی، اس میں دخل بزرگوں کے مزاج کا نہیں حالات کا ہوتا ہے۔ شیخ کے معمولات کا ہوتا ہے، لوگوں کی وقت بے وقت حاضری کا ہوتا ہے؛ لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ حاضر ہونے والا تو صرف یہ سوچ کر آتا ہے کہ فقیر کا در ہے ہر وقت کھلا ہوگا اور خالی بیٹھا اسی کا انتظار کر رہا ہوگا۔

ہم نے دیکھا بہت سے اللہ کے بندے پریشان صبح اور شام یہاں تک کہ دوپہر کے آرام کے وقت بھی حاضر ہو ہو کر اپنی پریشانیاں اور دکھڑا سناتے ہوئے ملتے اور حضرت سے دعاء تعویذ لیتے ہوئے بامراد اور پرسکون لہجے میں واپس ہوتے ، ہم نے اکثر و بیشتر دیکھا کہ حضرت نے آنے والے متعلقین ، متوسلین بلکہ عام واردین صادرین کو کبھی ملاقات اور ملنے سے نہیں روکا؛ بلکہ پوری پوری دوپہر دیکھا کہ آنے والوں کے لئے ہمہ وقت بارگاہ ایزدی میں دست بدعاء ہوتے تھے۔

ایک دفعہ یہ ناکارہ اپنے رفیق خاص حافظ محمد یعقوب صاحب کی معیت میں دوپہر میں حاضر ہوا، حضرت والا کی طبیعت ان دنوں کافی علیل چل رہی تھی اور آنے والے، دعائیں چاہنے والے لوگوں کا بڑا ہجوم تھا، میں نے عرض کیا حضرت یہ وقت تو آرام کا ہے ایک بجا چاہتا ہے، طبیعت کی ناسازی کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ کو آرام فرمانا چاہئے یہ حضرات انتظار کر لیں گے بعد ظہر ان کی درخواست سن کر دعائیں دے کر رخصت فرمادیں، فرمایا، ’’ہاں بھائی مولوی صاحب! کبھی کبھی اپنی تکلیف اور اعذار کے سبب خیال تو مجھے بھی آتا ہے کہ اب آرام کر لوں، مگر معاً یہ خیال ہوتا ہے کہ آنے والے حضرات یوں کہیں گے کہ بھائی بن کے دکھاوے ہم کہاں کہاں سے چل کر آئے اور یہ آرام کر رہا ہے‘‘۔

دل گلستاں میں تھا تو ہر شئ سے ٹپکتی تھی بہار ۔۔۔ یہ بیاباں جب ہوا عالم بیاباں ہو گیا

حضرت والا کے سفر حج میں بندہ کو یہ سعادت حاصل رہی کہ پورے طور پر معیت نصیب ہوئی اور ہر موقع پر ساتھ رہنے کی وجہ سے جو اس مبارک سفر کا کیف و سرور حاصل ہوا وہ بھی بجائے خود ایک یادگار ہے، اس مبارک موقع پر تقدیر الٰہی کہ گھر کے افراد میں سے صاحبزادگان حضرات میں سے کوئی ساتھ نہیں ہو سکا تھا ، البتہ ہم دونوں بھائی خدمت بابرکت میں رہتے ہوئے جتنی بھی خدمت کر پائے کرتے رہے، حضرت والا کی طبیعت بھی انتہائی درجہ ناساز رہی ، غدود کی وجہ سے پیشاب کی کثرت اور اس قدر پریشانی کہ دیکھی نہیں جاتی تھی ، بڑے بھائی حافظ احمد حسن مدظلہ نے تو بیحد خدمت کی ، ہر وقت کے حاضر باش خادم بڑی ہی سعادت اور نیک بختی کہ حضرت والا کی دعائیں ان مبارک مقامات پر قدم قدم پر وصول اور حاصل کرتے رہے، بندہ سے تو کما حقہ جو ایک شاگرد کی حیثیت سے حق بھی تھا اس درجہ میں نہیں ہو سکی؛ لیکن بھائی صاحب نے الحمد للہ کسر نہ چھوڑی ، حضرت والا وصال تک سفر مبارک کی یاد آنے پر ضرور بھائی صاحب کو خاص دعاؤں سے

نوازتے ہی رہتے تھے، یہ حضرت والا کی انتہائی درجہ شفقت اور دل داری کی بات رہی۔

سفر حج میں قیام چوں کہ مجاہد حرم حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی یادگار دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں حضرت مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی کے واسطے سے ہو گیا تھا، وہاں بہت آرام رہتا، ماشا اللہ حرم کے قریب ترین جگہ تھی، حضرت مدرسہ کی مسجد میں ضعف اور کمزوری میں اکثر آرام فرماتے اور ہم لوگ دباتے رہتے اور حضرت دعاؤں سے نوازتے رہتے، کبھی کبھی حاجی دلشاد احمد خاں صاحب ٹپرانوی دل بہلانے کے طور پر پرانی یادیں، باتیں، ٹپرانہ کے زمانۂ قیام کے کچھ چھوٹے موٹے واقعات وغیرہ سے دل جوئی کراتے ہوئے ملتے۔

مدرسہ صولتیہ میں ہندو پاک کے بڑے بڑے علماء صلحاء اور ذمہ داران قیام فرماتے، جمع رہتے عام حجاج اپنی مختلف ضروریات پوری کرنے کے لئے، مسائل معلوم کرنے کے لئے، قربانی کی رقومات جمع کرنے کے لئے آتے رہتے، ان سب اور ان کے علاوہ اور بہت ساری باتوں کے باوجود بندہ کے بیحد کرم فرما حضرت مولانا محمد شمیم صاحبؒ حضرت موصوف کو بار بار آ کر معلوم فرماتے: مولوی ہارون! بتاؤ مولانا کامل صاحبؒ کی طبیعت کیسی ہے پھر مولانا سے کئی بار مزاحیہ انداز میں کچھ باتیں فرماتے اور حضرت مولانا سے بیحد محبت فرماتے، ایک دفعہ فرمایا مولانا کامل صاحب آج آپ نماز میرے ساتھ پڑھیں گے، چوں کہ اکثر و بیشتر مدرسہ کی مسجد اذان کے معاً بعد نمازیوں سے بھر جاتی، پھر نماز مدرسہ کی عمارتوں کے چوک میں بھی ہوتی اور دوسری جگہوں پر بھی جماعت کی جاتی رہتی تھی، حضرت مولانا محمد شمیم صاحبؒ نے حضرت کو بلایا، بندہ اور بھائی صاحب و دیگر دو چار حضرات بھی تھے، مولانا نے فرمایا مولوی کامل صاحب دیکھو یہ دیوان خانہ ہے۔ یہاں پر حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نماز پڑھتے تھے، آج اس جگہ آپ امامت فرمائیں گے، ہم لوگ مقتدی ہوں گے، حضرت نے حضرت مولانا محمد شمیم صاحبؒ کے حکم پر بہت عاجزی اور انکساری کے ساتھ نہایت ہی خوش بختانہ انداز میں نماز پڑھائی جو تا زندگی یادگار بنی رہے گی۔ اللہ کا وہ بندہ تو ایسا پرندہ تھا جو پرواز ہی کرتا رہا، ہم لوگ ان کی پرواز اور مقام کو نہ جان سکے۔

کہنے کو تو کیا کیا نہ دل زار میں آئے   ہر بات کیا قالب اظہار میں آئے

سفر حج کا ایک واقعہ:

حج کی ادائیگی ہو چکی تھی، مدینہ منورہ میں حاضری کے تذکرے اور تیاریاں تھی، حضرت نے

فرمایا کہ: مولوی ہارون حج سے فارغ ہو گئے، اگر کوئی صاحب خیر متوجہ ہو جائے تو مدرسہ کے سلسلے میں کسی سے ملاقات کو جی چاہتا ہے، کر لی جائے، ''باب عبدالعزیز'' پر ایک کتابوں کی دکان مولانا رضوان صاحب قاسمی بہرائچی کی تھی، وہ کچھ حضرات کو خطوط کے ذریعہ رہنمائی فرما کر متوجہ فرما دیا کرتے تھے، ہم ان کے پاس گئے، انھوں نے حضرت مولانا کو ایک خط الحاج حافظ محمد یوسف دہلوی کے نام لکھ کر دے دیا، جن کی دکان حرم شریف سے نکلتے ہوئے ''باب العمرۃ'' پر تھی، حاجی صاحب کے مزاج میں مدرسوں سے متعلق؛ بلکہ خدام مدرسہ سے متعلق تنقیدی پہلو ہوتا تھا، اس لئے مدرسوں والے ان سے ملنے سے کتراتے یا پرہیز کرنے میں ہی عافیت خیال کرتے تھے، حضرت والا نے بعد نماز عشاء قیام گاہ کے لئے ''باب العمرہ'' سے نکلتے ہوئے فرمایا بھائی مولوی صاحب آج حاجی محمد یوسف صاحب سے ملاقات کر لیں ہوسکتا ہے اللہ پاک کچھ مدرسہ کا کام کرا دیں، بندہ نے حضرت کی رہنمائی کرتے ہوئے مولانا رضوان صاحب کا تعارفی خط حاجی صاحب کو دے دیا، انہوں نے فرمایا آیئے مولانا آیئے، کیسے آئے کیا بات ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ کاندھلہ کے پاس ایک گاؤں گڑھی دولت میں مدرسہ ہے، اس کے تعاون کے لئے حاضری ہوئی، حاجی صاحب نے فرمایا کہ مولانا کچھ پڑھائی وڑھائی بھی کراتے ہو یا یوں ہی وقت گزاری کر رہے ہو؟ حضرت نے فرمایا کہ جی ہاں، کوشش تو کرتے ہیں، کہنے لگے کہ اگر میں آپ سے کچھ پوچھ لوں اور سن لوں تو برا تو نہیں مانو گے؟ حضرت نے فرمایا نہیں نہیں! جو فرمائیں گے میں حاضر ہوں، کہنے لگے سورہ بقرہ کا آخری رکوع سناؤ؟ وہاں عموماً دکانوں پر بیٹھنے کے لئے کوئی کرسی، بینچ یا اسٹول وغیرہ نہیں ہوتے، حضرت نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی کچھ بیٹھنے کا ہو تو اس پر آرام سے بیٹھ کر تلاوت کی جائے، حاجی صاحب نے اپنا چھوٹا سا اسٹول جس پر وہ بیٹھا کرتے تھے حضرت کو پیش کیا، حضرت نے بیٹھ کر جو تلاوت شروع کی تو کیف وسرور کا وہ سماں بندھا کہ حاجی صاحب جو کبھی کسی مدرسہ والے کے قائل ہوتے دیکھے سنے نہ گئے تھے، الحمدللہ قائل ہو گئے، حضرت اس عجیب خوش الحانی سے تلاوت فرما رہے تھے کہ حاجی صاحب کے بیٹے الحاج محمد یونس صاحب تو گرویدہ ہو گئے، پھر حاجی صاحب کہنے لگے اچھا ترجمہ اور مطلب بھی بتا سکتے ہیں یا نہیں؟ حضرت فرمانے لگے جی جی کوشش کروں گا اور معاً ترجمہ وخلاصہ بیان فرما دیا، حاجی صاحب تکتے اور دیکھتے رہ گئے اور خوش ہو کر مدرسہ کے لئے غالباً دو ہزار ریال کی رقم پیش کی اور حضرت کے طفیل بندہ کو بھی مدرسہ سنولی کے لئے یک صد ریال

عنایت فرمائے، جب ہم وہاں سے رخصت ہونے لگے تو حاجی جی کے صاحب زادے بھائی یونس صاحب پیچھے سے آئے اور کہنے لگے کہ مولانا کل بعد عشاء مجھ سے ملتے ہوئے چلے جایئے گا، میں بھی کچھ پیش کرنا چاہتا ہوں، اگلے دن انہوں نے جہاں تک مجھے یاد ہے بارہ سو ریال کی رقم بہ شکل ڈالر پیش کی، میں نے مولانا سے عرض کیا کہ حضرت یہ تو خالص آپ کی کرامت ہے کہ جامعہ کی خدمت ایک ہی گھر سے بڑی مقدار میں کرادی یہ تو سو دو سو ریال سے زیادہ دیتے دیکھے گئے اور نہ سنے گئے، حضرت نے فرمایا: بھائی یہ کرامت ورامت کچھ نہیں، یہ اللہ کا کرم ہے کہ اللہ پاک نے دیکھا اس کامل کی ایک تمنا ہے اس کو ایک ہی جگہ سے پورا کردوں یہ بیمار آدمی کہاں کہاں جائے گا اور بھائی ہارون سچ جانو یہ سب کچھ اس سفید داڑھی کی لاج رکھنے کی بات ہے نہ میں کچھ ہوں نہ میرے پاس کچھ ہے۔

سفرِ حج کا ایک آخری چھوٹا سا واقعہ جو ہمیشہ یاد رہے گا:

حضرت کا سفرِ حج پرائیویٹ ٹور آپریٹر کے ذریعہ ہوا تھا، تقریباً ۴۰-۴۲ دن سفر کے پورے ہونے والے تھے، حضرت فرمانے لگے کہ بھائی ہارون ایک بات کہنے کو جی تو چاہتا ہے ہمت نہیں پڑتی، کہ اب ماشاءاللہ مکہ خالی ہوا جارہا ہے، حرم شریف میں بھی بہت موقع ملتا ہے جی چاہتا ہے کہ کچھ لے کے جائیں، کچھ وصول کرلیں، پھر موقع ملے نہ ملے، بھائی دیکھ لو اگر بشاشت اور سہولت سے ہوسکتا ہے تو ٹھیک ہے، بندہ نے حاجی دلشاد احمد مرحوم پڑانہ سے مشورہ کر کے طے کرلیا کہ کم از کم دس بارہ روز اور قیام کریں گے، باقی رفقاءِ سفر کو تاریخ معینہ پر بھائی حاجی احمد حسن کی معیت میں ائیرپورٹ رخصت کرآیا، پھر ان ایام مبارکہ میں خوب حرم شریف کی حاضری، طواف، بیت اللہ شریف کی مسلسل زیارت، حجرِ اسود کے بوسے، حرم میں تلاوتِ قرآنی اس قدر یاوری رہی کہ بس وہ سفر اس قدر بارآور اور حصولِ خیر کا ذریعہ بنا کہ بس خوب سیرابی ہوئی اور ساقی کے میخانے پر پڑے رہنے کا فائدہ اور لطف کافی حد تک حاصل ہوگیا اور یہ مصرع زباں زد ہوگیا:

ع: اچھا گزر گیا موسمِ حج بادۂ خوار کا

تقریباً ایک عشرہ کے بعد جب خوب تسلی ہوگئی اور دل کی مراد مانگ کر ربِ جلیل سے لو لگا لگا کر یک گونہ تشفی ہوگئی تو ایک روز حضرت نے فرمایا کہ بھائی مولوی صاحب اب واپسی کا دیکھ لو، اب تو مکہ میں شاید بیرون کے لوگوں میں سے ہم ہی باقی رہ گئے، تو میں دو تین ایجنٹوں کے پاس

واپسی کی سیٹ کے لئے گیا؛ مگر ہمیں نہیں معلوم تھا کہ ان دنوں میں ملازمین کی چھٹیاں ہونے کی وجہ سے مہینوں بھی سیٹ نہیں ملتی، بہت کوشش اور معاوضے کی پیش کش کے باوجود سیٹ ایک عشرہ تک نہ مل سکی، بندہ نے حاضر ہوکر صورت حال بتائی، ہم تینوں رفقاء سفر یہ بات کر ہی رہے تھے کہ حضرت مولانا محمد مسعود شمیم صاحب اپنے خاص خوش نما اور محبت سے بھرپور لہجے میں آواز لگاتے ہوئے دکھائی دیئے اور فرمانے لگے کہ مولوی ہارون کیا بات ہے، مولانا کامل صاحب کو کچھ فکر مند دیکھ رہا ہوں، طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟ میں نے عرض کیا کہ جی حضرت طبیعت تو الحمد للہ بالکل ٹھیک ہے واپسی کی ترتیب بنا رہے تھے: مگر واپسی کی سیٹ نہیں ہو رہی ہے، مولانا نے فرمایا: ارے بھائی مولانا محمد کامل صاحب کیا جلدی ہے، یہ ایام اور یہ مواقع روز روز ملنے والے نہیں، اس لئے جتنا وصول کر سکو کرلو، حضرت نے فرمایا کہ جی مولانا یقیناً آپ کا فرمان حق اور سچ ہے اور عنایتیں بھی بے شمار ہیں، مشورہ بھی بے حد نیک ہے: مگر ہم نے یہ سنا ہے کہ آدمی گھر میں ہو اور اس کا دل بیت اللہ میں ہو یہ بہتر ہے اس سے کہ آدمی بیت اللہ میں ہو اور اس کا دل گھر میں ہو، تو مولانا نے بے ساختہ فرمایا :اچھا بچے یاد آگئے ہیں، چلئے ہم آپ کی واپسی کا انتظام کرتے ہیں بتاؤ کل جانا چاہتے ہو یا پرسوں؟ حضرت نے فرمایا دونوں میں سے جو ہو جائے وہی ٹھیک ہے، مولانا شمیم صاحب نے (اللہ غریق رحمت فرمائے) بندہ سے فرمایا مولوی ہارون جاؤ ''جبل حرا'' کے پاس فلاں نام کے ایک صاحب ہیں، پاسپورٹ ٹکٹ لے کر جاؤ اور تینوں کی پرسوں کی واپسی کر کے آؤ، میرا حوالہ دے دینا، میں نے عرض کیا حضرت وہاں تو میں ہو کر آیا ہوں، فرمایا تم جاؤ تو سہی، بندہ دوبارہ وہاں گیا اور تیسرے دن کی تینوں سیٹیں حضرت مولانا محمد شمیم صاحب مرحوم ومغفور کی خصوصی توجہات سے طے ہو گئیں اور پھر ہندوستان واپسی ہوئی۔

ایک دفعہ والد محترم الحاج حکیم عبدالمجید صاحبؒ نے حضرت کے ساتھ دیرینہ مراسم کی بنیاد پر رائے بریلی کے رہنے والے مرحوم حاجی عثمان غنی جو دارالعلوم ندوۃ العلماء کے چندہ کے لئے تشریف لایا کرتے تھے ان کو بھائی صاحب کی رہبری میں کیرانہ، جہان پورا، بھوراو غیرہ مواضع کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا کی خدمت میں پڑانہ بھی بھیجا، وہاں کے خان صاحبان نے حضرت مولانا کے کہنے پر اپنی آن شان کے مطابق خوب تعاون فرمایا اور حضرت والا نے مذکورہ حضرات کی بڑی مہمان نوازی اور دلداری فرمائی۔

ایک دفعہ میرے مخلص دوست حافظ یعقوب صاحب نے ایک خواب کی تصدیق چاہی جو ہم دونوں نے جناب ماسٹر محمد کامل صاحب چکوالی سے سنا تھا، کہ ایک دفعہ حضرت مولانا محمد کامل صاحب حکیم نھوں میاںؒ کے یہاں گنگوہ حاضر ہوئے تو حکیم صاحبؒ نے معلوم کیا کہ مولانا آپ نے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا تھا وہ بتاؤ کہ کس طرح تھا، حضرت مولانا نے عرض کیا کہ حضرت یہ دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گنا چوستے ہوئے گنے کی پوری کا ایک حصہ دہن مبارک سے توڑ کر مجھے عنایت فرمایا اور میں نے اسے چوسا، حکیم صاحب نے فرمایا کہ بس مولانا آپ اور کیا چاہتے ہو لوگوں کو اپنا جھوٹا کھلایا کرو، بہت فیض ہوگا۔

مولانا نے بندہ سے فرمایا: ہاں بھائی اب تو پتا نہیں لوگوں نے کتنا نمک مرچ لگا رکھا ہوگا، ہم لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت بس اتنا ہی سنا ہے، فرمایا ہاں اتنا تو صحیح ہے اور اسی مجلس میں حضرت نے حافظ صاحب کو اپنی بچی ہوئی چائے عنایت فرمائی اور انہوں نے نوش فرمائی۔

ایک دفعہ ایک واقعہ اپنے مرشد واستاذ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کی حلم و بردباری کا سنایا فرمایا: بھائی میں مدنی مسجد کے اندر زمانۂ طالب علمی میں حضرت مدنیؒ کی غایت مہربانی سے امام ہوگیا، حضرت شیخ الاسلام پگڑی پہنتے تھے، ایک دفعہ میں سجدہ سے اٹھ رہا تھا اور حضرت سجدہ میں ہی تھے کہ پگڑی میرے پاؤں سے دب کر سجدہ کی جگہ پر رہ گئی، جیسا کہ عام طور پر ہوجاتا ہے، فرماتے تھے کہ بس بھائی شرم اور ڈر کے مارے پانی پانی ہوگیا اور میں سوچ رہا تھا کہ اب دیکھو نماز کے بعد حضرت کیا فرمائیں گے، مگر قربان جایئے اس مرد باہمت پر کہ ایک لفظ بھی سخت وسست نہ کہا بلکہ محسوس کر کے فرمایا کہ مولوی صاحب ایسا تو ہوجاتا ہے۔

بندہ جب بھی زیارت وملاقات کو حاضر ہوتا تو اکثر فارسی کے اشعار زبان مبارک پر جاری رہتے، جو مجھے اپنے حافظے کی کمزوری کے سبب یاد نہیں رہے ہاں یہ اشعار تو اکثر زبان مبارک پر رواں اور جاری دیکھے سنے گئے۔

بادشاہا جرم مارا در گزار — ما گنہگاریم و تو آمرز گار
تو نکو کاری وما بد کردہ ایم — جرم بے اندازہ وبے حد کردہ ایم

ایک دفعہ مدرسہ کے سفیر جناب حاجی عمر دین صاحب جو حضرت والا کے بے حد عاشق اور تابع وفرمانبردار تھے، حافظ محمد یعقوب صاحب کے تنخواہ سے متعلق معلوم کرنے پر کہنے لگے کہ حافظ

جی کئی مرتبہ گھر کے حالات ایسے پیش آئے کہ میں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ اب مدرسہ کی خدمت چھوڑ دوں گا حضرت سے تذکرہ کیا حضرت نے کس درد اور بے چینی سے کیا کیا فرمایا کچھ تنخواہ کا اضافہ کیا اور مخصوص دعائیں دیں جن سے تمام مسائل الحمدللہ حل ہوگئے اور ہر طرح فراخی ہوتی نظر آئی

الٰہی کیا بھرا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں جلا سکتی ہے شمع کشتی کو موج نفس ان کی
ید بیضاء لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو

صوفی مرحوم نے اپنے انتقال سے پہلے ایک واسطے سے فرمایا کہ حضرت مولانا خواب میں بہت آتے ہیں ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مولانا یاد فرمارہے ہیں اور بلا رہے ہیں اس کے چند دن کے بعد وہ عاشق صادق بھی اللہ کے حضور جا پہنچا۔

حضرت والا کی خلافت کا واقعہ:

غالباً ۱۹۷۹ء کا واقعہ ہے کہ مدنی مسجد میں فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کے مبارک حلقہ معتکفین میں حضرت والا بھی معتکف تھے حسب معمول ہر سال اخیر اعتکاف میں جن لوگوں کو اجازت اور خلافت سے نوازا جاتا تھا ان کا اعلان کیا جاتا تھا ان کا اعلان کیا گیا تو حضرت والا کے نام کا بھی اعلان ہوا حضرت مسجد کے بائیں طرف درمیان میں تشریف رکھتے تھے یک دم ہچکیاں مار مار کر رونے لگے اور کافی دیر تک روتے رہے، اور یہ بھی سنا فرمایا کہ میرے بارے میں شاید حضرت کو مغالطہ ہوگیا یا خوش فہمی ہوگئی، یا کسر نفسی کا کوئی اور جملہ ارشاد فرمایا۔

حضرت والا سے ہم نے فارسی، مالا بدمنہ اور ترجمہ قرآن شریف سورہ بقرہ خاص طور پر پڑھی ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ حضرت والا کو کروٹ کروٹ چین وسکون نصیب فرمائے، اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے، اور ہم سب کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق ارزانی کرے۔

سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
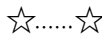
موت اُس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس

از: مفتی محمد سلیم مظاہری
استاذ جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت

اس عالم دنیا میں ہر روز نا معلوم کتنے انسان پیدا ہوتے ہیں، اور کتنے ہی افراد آخرت کے سفر پر روانہ ہوتے ہیں اور خاکِ ارض ان کو ہضم کر جاتی ہے؛ اس لیے اس دنیا میں انسانوں کا مرنا اور جینا کوئی انوکھی بات نہیں ﴿کلُّ نفسٍ ذائقةُ الموتِ﴾ کے تحت ہمارا ایمان ہے کہ ہر شخص کو ایک نہ ایک دن اس عالم سے رخت سفر باندھنا اور اس دارِ فانی کو خیر باد کہہ دینا ہے، یہ ایک ایسی مجبوری ہے کہ جس سے کسی کو رستگاری نہیں، یہاں نہ کسی پیغمبر کو دوام ہے اور نہ کسی بڑے سے بڑے قطب اور ولی کو استمرار، باقی رہنے والی ذات فقط خدا کی ذات ہے؛ ﴿کل من علیها فان، و یبقی وجه ربک ذو الجلال و الإکرام﴾ ؛لیکن ان جانے والوں میں کچھ انسان ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی موت پر کوئی ایک خاندان، قبیلہ یا ایک بستی آنسو بہاتی ہے اور بس!

اور بعض ایسی عظیم المرتبت شخصیات بھی ہوتی ہیں کہ جب ان میں سے کوئی برگزیدہ شخصیت اس دارِ فانی سے کوچ کر کے عالم جاودانی میں پہنچتی ہے، تو اس کی وفات ہزاروں انسانوں کو سوگوار بنا دیتی ہے اور ایک پورا علاقہ اس کے فراق کے باعث آہ و بکاء میں مشغول نظر آتا ہے اور ہر آنکھ آنسو بہاتی ہے، کسی شاعر نے سچ کہا ہے: ؎

کڑے سفر کا تھکا مسافر تھکا ہے ایسا کہ سو گیا ہے
خود اپنی آنکھیں تو بند کر لیں ہر ایک آنکھ لیکن بھگو گیا ہے

اور یہ بات اس شخصیت کے لیے ہوتی ہے کہ جو خدمت قوم وملت اور حفاظت دین و مذہب کا جذبہ رکھتا ہو، جس نے اپنی زندگی میں امت کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھا ہو، جس نے اپنی حیات مستعار کو دین و مذہب کی حفاظت کے لیے وقف کیا ہو، اور اس عظیم راہ میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کی ہوں، ایسے لوگوں کی زندگی کا ستارہ طلوع ہو کر غروب تو ہو جاتا ہے؛ مگر اس کی روشنی باقی رہتی ہے، پوری قوم اس روشنی سے فائدہ اٹھاتی ہے۔

ایسے ہی باعظمت، جامع کمالات، خوش نصیب اور صاحب سعادت افراد میں سے ایک اہم فرد ”

ولیٔ کامل حضرت اقدس الحاج مولانا محمد کامل صاحب رحمۃ اللہ علیہ'' خلیفہ ومجاز فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ وسابق مہتمم جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت بھی ہیں جو ۷/جنوری ۲۰۱۵ء مطابق ۱۵/ربیع الاول ۱۴۳۶ھ کو ہمیشہ ہمیش کے لیے اس دارِفانی سے رخصت ہو گئے۔

راقم الحروف کو بفضل خدا تقریباً چار سال حضرت نور اللہ مرقدہ کے زیر اہتمام درس وتدریس میں مشغولیت کا موقع ملا، اس چار سالہ صحبت سے جو تاثر دل ودماغ پر قائم ہوا وہ یہ ہے کہ آپ متنوع کمالات وفضائل کے حامل انسان اور اس آخری دور انحطاط وقحط الرجال میں اکابر واسلاف کی نشانی تھے، اللہ نے آپ کو امتیازی خصوصیات سے نوازا تھا، علم وعمل، زہد وتقوی، نظم وضبط، تواضع وانکساری، تدبر وفراست، معاملہ فہمی اور اصلاح امت کی فکر جیسے اوصاف حسنہ سے آپ متصف تھے، حضرت والا کو اللہ نے ان ساری ظاہری خوبیوں وکمالات کے ساتھ باطنی کمالات سے اور ظاہری علوم کے ساتھ باطنی علوم سے بھی نوازا تھا؛ اس لیے آپ تقوی وطہارت، عبادت وریاضت، خشوع وانابت، خوف وخشیت عبدیت وفنائیت، تعلق مع اللہ واعتماد علی اللہ جیسی عظیم خصوصیات وکمالات کے حامل تھے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ تمام ظاہری علوم وفنون کے باوجود جب تک آدمی کو معرفت خداوندی ومحبت الٰہی اور تعلق مع اللہ کی دولت میسر نہ ہو اور آہ سحر گاہی وفغان نیم شبی کا لذت شناس نہ ہو، اسے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ علامہ اقبال نے کیا ہی خوب کہا ہے:

عطار ہو، رومی ، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

حضرت والا اخلاق نبوت کے مظہر تھے، شیخ وقت اور مرشد کامل مولانا حسین احمد مدنی کی تربیت اور شیخ التفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ کی نظر کیمیا ساز نے آپ کو نبوی اخلاق سے آراستہ کر دیا تھا، حضرت والا عبادات ہی میں نہیں؛ معاملات، اخلاقیات اور عام زندگی کے برتاؤ اور لین دین میں اتباع سنت اور اسوۂ رسول ﷺ پر عامل وکاربند تھے، اور اسی تربیت نے آپ کو فرشتہ صفت اور صحابہ کرام کی چلتی پھرتی اور جیتی جاگتی تصویر بنا دیا تھا، یہ مخلوق کی زبان زد تھا کہ آپ کو دیکھ کر اللہ یاد آجاتا ہے، اور آپ کے ساتھ چند لمحے گزار کر ایمان تازہ اور عمل صالح کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے، جو بھی کہیں آپ سے ملاقات کر لیتا، وہ سمجھنے لگتا کہ سب سے زیادہ محبت آپ مجھ ہی سے کرتے ہیں۔ یہاں جامعہ کے اساتذہ میں سے ہر ایک یہ سمجھتا کہ حضرت مجھ سے سب سے

زیادہ محبت کرتے ہیں، آپ کا معاملہ ہر ایک مدرس وملازم مدرسہ کے ساتھ برابر کا ہوتا تھا، اگر کسی مدرس وملازم سے ملاقات ہوئے چند دن گزر جاتے، تو حضرت اس کو یاد فرماتے تھے، راقم الحروف کو بھی جب کبھی حضرت والا کے پاس جانے میں تاخیر ہو جاتی، تو آپ یاد فرماتے اور خیر خیریت معلوم کرتے۔

آپ تمام اساتذۂ جامعہ کو آپس میں اتحاد واتفاق کے ساتھ رہنے کی تاکید فرماتے رہتے اور ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر فرماتے کہ بھائی آپس میں ایسے رہو؛ کیوں کہ آپ کا اتحاد واتفاق بہت ہی اہم چیز ہے۔

وقتاً فوقتاً حوصلہ افزائی بھی فرماتے رہتے، راقم الحروف جب اپنی تالیف ''درس سیرت'' کا مسودہ لے کر حاضر خدمت ہوا تاکہ حضرت والا اپنے دعائیہ کلمات تحریر فرمادیں تو مسودہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور معلوم کیا کہ بھائی اس کی کمپیوزنگ میں کیا خرچ ہوا ہے؟ میں نے عرض کر دیا، تو حضرت نے فوراً اتنی ہی رقم نکال کر مرحمت فرمائی (فجزاہ اللہ أحسن الجزاء)، اشاعت کے بعد جب کتاب مذکور کا نسخہ لے کر حاضر ہوا، تو کتاب کو چوما اور احقر کے سر پر دست شفقت رکھ کر فرمایا کہ بیٹے لگے رہو۔

آپ کے منجملہ کمالات کے ایک کمال یہ تھا کہ آپ میں غایت درجہ تواضع وانکساری تھی، اور کیوں نہ ہو جب کہ حقیقت یہ ہے کہ انسان کا اصلی کمال یہی ہے۔ چناں چہ اسی عاجزی وانکساری کی وجہ سے آپ نے کبھی اپنے لیے کوئی خاص وضع مقرر نہیں کی، نہ رہن سہن میں، نہ کھانے پینے میں، نہ لباس وپوشاک میں، اور اسی وصف کی وجہ سے آپ کا مزاج بے تکلفی وسادگی کا تھا، کسی سے کوئی تکلف نہیں فرماتے تھے۔

حضرت والا کو اللہ تبارک وتعالی نے عوام وخواص میں بڑی مقبولیت عطا فرمائی تھی، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جب خود اللہ تعالی کسی بندے سے محبت کرتا ہے، تو اہل دنیا بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''جب اللہ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے، تو جبرئیل سے فرما دیتا ہے کہ میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو، چناں چہ جبرئیل اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر جبرئیل علیہ السلام بحکم خداوندی آسمان میں اعلان کرتے ہیں کہ فلاں انسان سے اللہ پاک محبت کرتے ہیں،

تم بھی اس سے محبت کرو، تو سارے آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر اس بندہ کی قبولیت زمین میں رکھ دی جاتی ہے؛ چناں چہ تمام زمین والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں‘‘۔ (مسلم شریف)

حضرت رحمۃ اللہ علیہ بلا شبہ اس مقام پر فائز تھے، تمام زمین والوں کے دل میں حضرت والا کی محبت رکھ دی گئی تھی؛ چناں چہ اپنے بے مثال دعوتی واصلاحی جذبے، سلف صالحین کے اعلی اقدار، سادگی، اتباع سنت، بلا امتیاز خدمت خلق کی تڑپ اور بے چینی کی بناء پر مسلم وغیر مسلم، قرب وجوار، اطراف واکناف کے سارے لوگ آپ سے عقیدت ومحبت رکھتے تھے، چھوٹے بڑے، اہل علم وغیر اہل علم سب کے درمیان آپ کو یکساں محبوبیت ومقبولیت حاصل تھی، جس کا اندازہ اس سے ہوتا تھا کہ روزانہ مدرسہ میں آپ سے ملنے کے لیے کافی تعداد میں حاضر ہوتے تھے، اور بدھ کے دن جو حضرت کی ملاقات کے لیے متعین تھا، اس تعداد میں اوراضافہ ہوجاتا تھا، حضرت کے پاس حاضرین کے ہجوم سے اندازہ ہوجاتا تھا کہ آج بدھ کا دن ہے، اسی طرح جب حضرت والا علاقہ واطراف میں کسی جگہ تشریف لے جاتے تو آپ کا وعظ سننے کے لیے لوگ ایک اعلان پر ہی جمع ہوجاتے اور نہایت اطمینان وغور خوض کے ساتھ آپ کا وعظ سنتے، آپ کا وعظ گرچہ نہایت سادہ ہوتا تھا؛ مگر بڑا موٴثر ہوا کرتا تھا، آپ اپنے وعظ میں معاصی سے اجتناب اور اعمال صالحہ کی ترغیب نہایت دل سوزی کے ساتھ فرماتے، آپ کے وعظوں سے بہت سے لوگوں کی اصلاح ہوگئی، بہت سے لوگ رسومات فاسدہ اور بدعات سے تائب ہوئے، بالخصوص کاندھلہ، کیرانہ وگنگوہ وغیرہ کے علاقہ میں معاشرہ کے اندر شادی بیاہ کے موقع پر جو غلط رسومات رواج پذیر ہوگئی تھیں؛ مثلاً منڈھا، بارات وغیرہ کی رسم، ان کو ختم کرنے میں حضرت نے بڑی جد وجہد کی، اور کافی حد تک آپ اس میں کامیاب بھی ہوئے، اسی طرح آپ کے وعظ سے کتنے ہی لوگوں کے معاملات واخلاقیات درست ہوئے اور کتنوں میں حسن معاشرت کا سلیقہ آیا، آپ کا فیضان ماشاءاللہ دور دور تک پہنچا۔

اور بالآخر مردہ دلوں میں روح پھونکنے کے بعد اپنی حیات مستعار پوری کر کے، ہمیشہ ہمیش کے لیے اپنے رب کے حضور پہنچ گئے۔ إنا لله و إنا إليه راجعون، آپ کے انتقال پر ملال کی خبر پھیلتے ہی، تھوڑی ہی دیر میں کاندھلہ کی سرزمین پر انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا ایک سمندر نظر

آ رہا تھا، جوجوق درجوق حضرت کے دولت کدہ کی طرف پہنچ رہا تھا، ہر شخص ملت اسلامیہ کے اس فرزند کا آخری دیدار کرنے اور آپ کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے اپنے جذبات کا اظہار کر رہا تھا، بندہ بھی اپنے چند رفقاء کے ساتھ، مدرسہ سے حضرت مفتی محمد جاوید صاحب استاذ حدیث جامعہ ہذا کی گاڑی سے حضرت کے آخری دیدار کے لیے حضرت کے دولت کدہ پر پہنچا، ہجوم بہت زیادہ تھا، حضرت کی آخری زیارت کرنا ایک کارمشکل تھا؛ لیکن بڑی کڑی محنت کے بعد آخری زیارت کا موقع ملا، جیسے ہی حضرت کے چہرہ پر نظر پڑی تو فارسی کا ایک شعر یاد آیا جس کے حضرت مصداق نظر آرہے تھے، شعر

یاد داری کہ وقت زادن تو ہمہ خنداں تو گریاں
چناں زیں کہ وقت مردن تو ہمہ گریاں تو خنداں

ترجمہ: تجھے یاد ہونا چاہئے کہ جب تو پیدا ہوا خانداں کے سب لوگ خوشی منارہے تھے اور تو رورہا تھا، اور اب تیرے مرنے کے وقت سب رورہے ہیں اور تو ہنس رہا ہے۔

واقعۃً حضرت نے اپنی ایسی ہی زندگی گزاری کہ آج حضرت مسکرارہے تھے اور باقی سب لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، لوگوں کے جم غفیر میں جس پر بھی نظر پڑتی، اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکتے نظر آرہے تھے، ہر ایک انسان انتہائی غمناک نظر آرہا تھا، اسی غمناک حالت میں آپ کو آخری غسل دیا گیا اور کاندھلہ کی عیدگاہ میں حضرت مفتی افتخار الحسن کاندھلوی مدظلہ العالی نے نماز جنازہ پڑھائی، اور آپ کے آبائی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سب ہی آئے ہیں مرنے کے لیے

☆......☆......☆
☆......☆

اٹھ گیا علم وعمل کا آفتاب

از: مفتی محمد رفیق صاحب
استاذ حدیث مدرسہ مسیح العلوم بنگلور

کاندھلہ علماء، صلحاء، مفسرین، محدثین، صوفیا اور اولیاء کی ایسی زرخیز زمین رہی ہے جس نے پوری دنیا کو اپنی علمی وعملی خدمات سے متأثر کیا ہے، ان حضرات کو اللہ تعالی نے جو دینی تفقہ عطا فرمایا تھا، اس میں بڑا رسوخ اور وثوق تھا، ان میں جس نے جو بھی علمی واصلاحی کارنامہ انجام دیا تھا وہ قابل رشک اور لائق تحسین رہا۔

کاندھلہ میں اللہ تعالی نے جن ہستیوں کو وجود بخشا ہے، ان کی فہرست بہت طویل ہے، ان ہستیوں میں راقم سطور کے محسن، مربی، مشفق، استاذ گرامی حضرت مولانا محمد کامل صاحب نور اللہ مرقدہ و برد مضجعہ کا نام نامی بھی ہے۔

حضرت اقدسؒ کی ولادت اور تعلیم وتربیت اپنے آبائی وطن کاندھلہ کے محلّہ "گوجران" ۱۹۳۳ء میں ہوئی، حضرت کی والدہ ماجدہ ایک نیک برگزیدہ خاتون تھی حضرت کی تعلیم وتربیت میں خاص دلچسپی رکھتی تھی، ابتدائی تعلیم حفظ قرآن مجید سے لے کر درجہ سوم تک قصبہ کاندھلہ کی مشہور جامع مسجد کے مدرسہ نصرت الاسلام میں حاصل کی، اس کے بعد مفسر قرآن حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی سابق شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند کے مشورہ سے برصغیر کی مشہور دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، آپ کے اساتذہ میں حضرت علامہ ابراہیم صاحب بلیاویؒ شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علیؒ، شیخ العرب والعجم شیخ الاسلام حسین احمد مدنیؒ بطور خاص ہیں، حضرت مدنیؒ ہی کے حکم پر مدنی مسجد میں طالب علمی کے زمانہ میں امامت فرمائی۔

بیعت واجازت:

علوم ظاہری سے فراغت کے بعد علوم باطنی کے حصول کے لیے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے وابستہ ہو کر راہ سلوک طے فرماتے رہے، حضرت الاستاذ کو حضرت مدنیؒ سے عقیدت ومحبت اپنے انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی، راقم سطور بارہا سفر وحضر کا مشاہد ہے، حضرت مدنیؒ کا

نام بڑی عقیدت ومحبت سے لیتے تھے، گھنٹوں اپنے شیخ کے واقعات عجیبہ سناتے جاتے تھے بارہا دیکھا گیا حضرت مدنیؒ کے واقعات کو سناتے وقت آنکھیں اشکبار ہو جاتی تھیں، ادھر شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کو بھی اپنے ہونہار شاگرد پر اعتماد تھا، جیسا کہ منقول ہے کہ شیخ الاسلام نے اپنے شاگرد سے متعلق کئی مجلسوں میں فرمایا کہ یہ کامل (حضرت مولانا کامل صاحب) نام اور کام دونوں سے کامل یعنی اسم با مسمیٰ ہے، راہ سلوک وطریقت طے فرمارہے تھے، شیخ الاسلام دار فانی سے تشریف لے گئے، اس کے بعد آپ نے اپنا اصلاحی تعلق شیخ الاسلام کے جانشین فدائے ملت، مرد آہن، مجاھد عظیم، حضرت مولانا اسعد مدنیؒ سے قائم فرما کر تکمیل کے مراحل کو پہونچے حضرت مولانا کامل صاحب کو اجازت وخلافت فدائے ملت اور اپنے استاذ گرامی حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلویؒ ہر دو سے حاصل ہے۔

امتیازی اوصاف:

حضرت مولانا کامل صاحبؒ کی پاکیزہ شخصیت کے گوناگوں پہلوؤں میں تقوی وطہارت اور کتاب وسنت کی تعلیمات پر مداومت واستقامت، دین کا علم راسخ اور اس کا حفظ واتقان کامل و مکمل، عقائد صحیحہ پر ایمان ویقین اور ان کی حفاظت واشاعت کے لیے فکر ودل سوزی اور علاقائی بدعات وخرافات کو ختم کرنے کے لیے فراست ایمانی، ذاتی وجماعتی اصلاح وتزکیہ کے لیے کوشاں، تعلق باللہ اور آخرت کی فکر، بھر پور اشاعت دین اور اعمال صالحہ پر ابھارنے کے لیے سیدھا سادھا طریقہ، منکرات کی اصلاح کے لیے حکیمانہ اسلوب کہ سنگ دل انسان بھی انقلاب وتبدیلی پر آمادہ ہو جائے، عام وخاص اپنے اور پرایہ کے نزدیک بیک وقت مقبول جیسی نمایاں صفات آپ کی فطرت میں بطور ودیعت تھی۔

جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت:

قصبہ کاندھلہ سے چار کلو میٹر پر ایک بستی ہے جس کو گڑھی دولت کہا جاتا ہے بستی کی اکثریت گوجر برادری سے تعلق رکھتی ہے حضرت بھی گوجر برادری سے تعلق رکھتے ہیں اور آپ کی رشتہ داریاں بھی اس بستی میں ہے آپ کی تحریک وترغیب پر لوگوں نے مکتب شروع کیا حضرت کی انتھک کوششوں سے مکتب سے مدرسہ، مدرسہ سے اس وقت ایک جامعہ تک پہنچ چکا ہے مکتب کی

تعلیم سے لے کر دورہ حدیث شریف تک جامعہ میں تعلیم ہورہی ہے، اس وقت جامعہ میں سات سو سے زائد طلبہ قیام وطعام کے ساتھ زیرِ تعلیم ہیں، آمد ورفت کرنے والوں کی تعداد اس کے علاوہ ہے، یہ سب حضرت کی بے پناہ محنت اور کاوشوں اور مسلسل نامساعد حالات میں بھی استقامت کے ساتھ قائم رہنے کا نتیجہ تھا کہ آپ نے ادارہ کو عروج تک پہنچایا اخلاص کا لفظ بارہا سنا لیکن حضرت کے یہاں اس کے حقیقی معنی سمجھ میں آتے تھے آپ کی شخصیت اسقدر جامع تھی کہ اطراف واکناف کے غیر مسلم بھی آپ کو عقیدت کی نظر سے دیکھتے تھے۔

باقیات صالحات:

آپ نے بے شمار مکاتب و مدارس قائم کیے، ان گنت ادارے آپ کی سرپرستی میں چل رہے ہیں، جہاں ہزاروں کی تعداد میں امت کا نونہال طبقہ دین سے شناوری حاصل کررہا ہے اور قیامت تک یہ ادارے باقی رہیں گے اس کا ثواب اور صدقہ جاریہ آپ کے نامہ اعمال میں مرقوم ہوتا رہے گا آپ کی بقایات میں پانچ صاحبزادے ہیں، ماشاءاللہ سب کے سب حافظ قرآن اور عالم دین ہیں، آپ کے بڑے صاحبزادے (جن کے مجھ پر بے پناہ احسانات ہیں وہ میرے استاذ بھی ہیں اور میرے لیے بہت کچھ ہیں) حضرت مولانا عاقل صاحب حضرتؒ کے خلف الرشید ہیں، اوراس وقت ادارے کے ذمہ دار بھی ہیں اللہ عزاسمہ ''**الولد سر لابیہ**''کا مصداق بنائے، ہرقسم کے شرور وفتن سے محفوظ فرمائے، راقم سطور کا تعلق اس گھر سے طالب علمی کے زمانہ سے رہا اور بارہا حضرت نے راقم سطور سے بے پناہ شفقت کا اظہار فرمایا۔نومبر/۱۴/۲۰۱۰ء میں احقر حضرت اقدس مولانا مفتی شعیب اللہ خان صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ جامعہ بدرالعلوم پہنچا جس میں مولانا یاسین صاحب اور تنویر شریف صاحب بھی تھے حضرت مولانا کامل صاحب نے فرمایا آپ تمام میرے مہمان ہیں، آپ کا استقبال کرتا ہوں، اھلاً وسھلا مرحبا کہتا ہوں، احقر کے متعلق سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا یہ میرا بچہ ہے اور بے شمار دعاؤں سے نوازا، آپؒ کا یہ خصوصی امتیاز رہا ہے کہ جو کوئی بھی آتا ہر کسی کو بڑے ہی اہتمام سے دعاؤں سے نوازتے تھے۔

کل نفس ذائقة الموت:

حضرت اقدسؒ کافی عرصہ سے علیل تھے درس وتدریس کا سلسلہ بھی منقطع فرمادیا تھا البتہ

اصلاحی مجالس میں تشریف لے جاتے تھے اور مدرسہ میں واردین وصادرین کا تسلسل رہتا تھا، ان کو کچھ نہ کچھ دین کی باتیں گوش گذار کرتے تھے۔ راقم سطور کو آخری ملاقات کے موقع پر بے شمار نصائح اور دعاؤں سے نوازا اور نمناک آنکھوں سے فرمایا: خاتمہ بالخیر کے واسطے دعا کرو، بالآخر اکابرین کے نقشہ قدم پر چلتے ہوئے اتباع سنت کے ساتھ ۸۲ بہاریں دیکھ کر ۴۷ سال اہتمام فرما کر ۱۵/ ربیع الاول/ ۱۴۳۶ھ مطابق، ۷/ جنوری/ ۲۰۱۵ء بروز بدھ مالک حقیقی سے جا ملے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون .**

نماز جنازہ:

اولیاء اللہ اور اہل حق کی یہ پہچان رہی ہے کہ ان کی نماز جنازہ میں شرفاء وصالحین کی کثرت و ازدحام رہا ہے، حضرت مولانا کی نماز جنازہ میں دو لاکھ سے زائد کا مجمع تھا جس میں دیوبند و سہارنپور کے علماء اور شیوخ شریک رہے، نماز حضرتؒ کے استاذ گرامی اور حضرت کے شیخ حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی دام اقبالہ نے پڑھائی اور کاندھلہ ہی میں سپرد خاک کیے گئے۔

حسرت بر وفات ولیٔ کاملؒ

از: مولانا محمد دلشاد رشیدی اریٹی
استاذ جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت

اللہ تعالی نے ہر دور، ہر زمانے و ہر خطے میں اپنے کچھ ایسے مخصوص بندوں کو پیدا فرمایا جنھوں نے اپنی خدا داد علمی لیاقت وصلاحیت کی بدولت ایسے بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں، جن کی وجہ سے ان کے نام ہمیشہ ادب واحترام کے ساتھ لئے جائیں گے، انھیں شخصیتوں میں سے استاذِ محترم حضرت مولانا محمد کامل صاحب رحمہ اللہ کی ذاتِ گرامی ہے۔

آپ ایک سنجیدہ اور باوقار رہ نما تھے، اللہ تعالی نے آپ کو گونا گوں صفات اور بہترین صلاحیتوں سے نوزا تھا، دنیا کی عظیم دینی درسگاہ ''دارالعلوم دیوبند'' سے فارغ تھے، فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے۔ جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت کے تقریباً ۴۷ سال مہتمم رہے، تمام امور بحسن وخوبی دے کر جامعہ کو بام عروج تک پہنچایا، اہتمام کے فرائض اور تعلیمی خدمات کے ساتھ قوم کی برابر اصلاح فرماتے رہے۔ عبادت وریاضت، تقوی وطہارت ،تواضع وانکساری میں آپ اپنی مثال آپ تھے۔

آپ نے تحصیلِ علوم دینیہ سے فراغت کے بعد اپنی زندگی بطور معلم شروع کی تھی، جو تمام مشاغل میں بہترین مشغلہ ہے؛ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ''إِنّما بُعِثْتُ مُعَلِّمًا''، میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں؛ چناں چہ زندگی کے اکثر حصہ تک یہ فریضہ انجام دیتے رہے، فارسی، عربی میں مختلف فنون کی کتابیں پڑھائی، بے حد کامیاب اور مقبول استاذ تھے، بڑے انہماک اور نہایت شوق وذوق سے پڑھاتے تھے، اتباعِ سنت اور اسوۂ رسول اکرم ﷺ پر عامل وکاربند تھے، اپنے وقت کے کامل ترین انسان، عالمِ ربانی اور بے مثال رہبر ورہنمائے کامل تھے، اور بہت سی خوبیوں سے مالا مال تھے؛ اسی بناء پر لوگ آپ سے عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔

آپ نے اپنی تمام زندگی اصلاح وتبلیغ، وعظ وتذکیر میں گذاردی، آپ کا وعظ وبیان نہایت سادہ؛ مگر مؤثر ہوا کرتا تھا، آپ اپنے وعظ میں معاصی سے اجتناب اور اعمالِ صالحہ کی ترغیب

نہایت دل سوزی کے ساتھ مؤثر انداز میں بیان فرماتے، آپ کے وعظوں سے بہتوں کی اصلاح ہوئی، بہت سے لوگ رسوماتِ فاسدہ اور بدعات سے تائب ہوئے، کتنوں کے معاملات واخلاق درست ہوئے اور کتنوں میں حسنِ معاشرت کا سلیقہ آ گیا، کاش حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ قلم بند کرنے کا اہتمام کیا گیا ہوتا، تو آج قوم کی اصلاح کے لیے ایک بہت بڑا ذخیرہ تیار ہو گیا ہوتا۔

افسوس ہے کہ اب حضرت ہم میں نہیں رہے، اور بتاریخ ۱۵/ربیع الاول ۱۴۳۶ھ مطابق ۷/جنوری ۲۰۱۵ء بروز بدھ بوقت صبح ساڑھے چھ بجے اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کو منتقل ہو گئے۔ آپ کچھ عرصہ سے علیل تھے، یہ علالت آخر میں بڑھتی چلی گئی، بالآخر آپ ہم سب سے جدا ہو گئے۔

مرنا سب کو ہے جو آتا ہے جانے کے لیے آتا ہے؛ لیکن بعض لوگ محفل سے اس طرح اچانک اٹھ کر چلے جاتے ہیں کہ بیٹھے رہ جانے والے حیران و پریشان اس خالی جگہ کو تکتے رہ جاتے ہیں جو کسی کے دفعۃً چلے جانے سے پیدا ہوتی ہے، لائق وممتاز استاذِ محترم حضرت مولانا محمد کامل صاحب اسی طرح اچانک چلے گئے اور اپنے پیچھے واقف کاروں کو اداس اور غمگین چھوڑ گئے۔

اللہ تعالیٰ حضرت کو غریق رحمت فرمائے، آپ کی جملہ خدمات کو قبول فرمائے اور ہمیں بھی دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ہائے وہ ماہِ درخشاں آج محوِ خواب ہے
جن کی صورت کے لیے چشم جہاں بیتاب ہے

معیت یک شب بہمراہی ولیٔ کاملؒ

از: مولانا محمد فرقان صاحب
استاذ مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور

آج سے تقریباً ۱۹/۲۰ برس پہلے (ربیع الاول ۱۴۱۷ھ) بندہ کو خدمت دین کے لیے جگہ کی تلاش تھی، حضرتؒ سے جامع مسجد بس اڈہ شاملی کیرانہ میں صلاۃ الوسطیٰ (عصر) میں شرفِ لقاء حاصل ہوا، قبل ازیں رابطہ ہو چکا تھا (جگہ بلکہ حلِّ مصیبت کے لیے)، فرمایا: ''حافظ جی کوٹڑے والے، آؤ انتظام ہو گیا''، ۱۹۹۳ء میں ایک شب مذکور گاؤں میں آپ نے ایک تراویح اس آورہ کے پیچھے پڑھ کر حوصلہ افزائی فرمائی تھی، بس یہ ابتداء ہے تعلق کی، ہمیشہ یہی جملہ مذکورہ ہر جگہ وجہِ شناخت وتعارف ہوتا، صدیق مکرم مولوی محمد عمران صاحب زید لطفہ واحسانہ کے مدرسہ تعلیم القرآن کھجور والی مسجد میں اکثر (خصوصاً رمضان میں) اسی سابقہ تعلق کی تجدید کا موقع زریں ملتا رہا۔ بہرکیف اس خاکسار کو بدر العلوم لے کر گئے، گاؤں میں تالاب کے کنارے والی مسجد میں مغرب میں مولانا کلیم صاحب کا پروگرام تھا، موصوف کو لے کر مدرسہ آئے، مولانا اپنے قافلہ کے ساتھ چند منٹ ہی ٹھہرے، کھڑے کھڑے کچھ دعائیہ کلمات کہہ کر رخصت ہو گئے، تب پتہ چلا کہ انہی کی وجہ سے آئے تھے، اس کے بعد اس ناکارہ کو کہا: ''اب فرصت ہے چلیں''، اور اپنی کھلی جیپ کار میں ایسے وقت گاؤں علی پور جامع مسجد پہنچے کہ لوگ عشاء پڑھ کر نکل رہے تھے، آخری تین بوڑھے نمازی بھی گیٹ میں نکلنے کو تھے کہ اچانک جیپ دیکھ کر رک گئے، اور شدہ شدہ جنگل کی آگ کی طرح پورے گاؤں میں حضرت کی آمد کی اطلاع پہنچ گئی، کہ خود زحمت سفر گوارا کی اس لیے اہم بات ہونی ہے اور پھر جب تک امام اور ایک مقتدی عشاء سے فارغ ہوئے تو پندرہ بیس آدمی آ چکے تھے، اس نوآموز متوقع امام نے نہ بیمار مجموعۂ امراض مقتدی کی رعایت کی اور نہ ہی نزاکت وقت کا احساس کیا، متبسمانہ ظریفانہ لہجے میں (جوان کا خصوصی اندازِ تربیت تھا) فرمایا: ''بھائی! شاید میں نے لمبی نماز پڑھائی ہے، جب کہ ہم ہی تھے آں جناب اور حقیر، تو چلا کر پڑھنے کی ضرورت ہے؟'' احقر مارے حیا کے زمین میں گڑ گیا کہ خوامخواہ حضور کے مزاج کو زحمت دی، ممکن ہے تحت الشعور میں یہ مقصد ہو کہ گاؤں والے نومتوقع امام کی قراءت سے متاثر ہو جائیں اور راہ کھل جائے، خیر حضرت نے کہا: ''اب سب آرام کریں، فجر میں انشاء اللہ

العزیز بات ہوگی‘‘، اہل مسجد کا جو وارفتگانہ عاشقانہ تعلق جناب والاؒ سے تھا، اس کے پیش نظر ممکن ہی کہاں تھا کہ جلدی آرام ہو جاتا، اس لیے طرح طرح کے لوگ اور نت نئی ان کی پریشانیاں اور حضرت کی طرف سے ان کا تدارک وحل، آپ کی ذات تو مجسم خانقاہ تھی، گئے رات تک یہ سلسلہ روحانی ونورانی وعرفانی چلا، اور دو، ڈھائی گھنٹہ آرام فرما کر دبے پاؤں سہ پہر رات کو اٹھ کر اپنے مولی کے حضور مسجد تشریف لے گئے، اور پھر بس نہ پوچھئے وہ پرکیف نظارۂ گریہ وبکاء، وہ پرسوز تلاوتِ آیات، وہ حسین لمحۂ ادائے تہجد، وہ روح پرور مراقبہ ومحاسبۂ نفس اور وہ راحت افزاء باعث صد تسکین موقعۂ دعا ومناجات مولیٰ اور وہ رقت انگیز ذکر وفکر۔ ہائے کیا ہی حسین وخوبصورت شب تھی، شب قدر سے کیا کم، اس کورہ بخت کو بھی جو خدمت کے لیے دبے پاؤں آ گیا تھا ان پرکیف نظاروں کی شرکت کی سعادت دی گئی تھی۔ **فالحمد لله علی ذلک! هم القوم لا يشقى جليسهم** کے مسلمہ قانون کے تحت یہ آس تو صدفی صد ہے کہ ایک ولی کے ساتھ گذری یہ شب حشر کی سختیوں میں ضرور ایک خزانہ مکنونہ بن سببِ سعادت عظیم ہوگی۔ انشاءاللہ العزیز

فجر کی امامت حسبِ توقع وبعدہ تقریر احقر سے کرائی اور پھر خود چند اصلاحی کلمات ارشاد فرما کر اصل مقصد پر آئے اور کہا:

’’آپ لوگوں کا عرصہ سے اصرار تھا کہ مناسب ہو، یہ صاحب نو فارغ ماشاءاللہ نوجوان عالمِ دین ہیں نیک صالح بھی ہیں اور تقریر تو تم خود بھی سن چکے ہو، امید ہے کہ گاؤں والوں کی امیدیں ان سے پوری ہوں گی، ان سے اپنا طے کر لو اور خدا کا شکر ادا کرو‘‘۔

آں جناب کے ان کلمات کے بعد پوری مسجد گویا سکتہ میں آ گئی، ایک سناٹا سا طاری ہو گیا، اور کوئی بھی تو بول کر نہیں دیا، تقریباً پانچ منٹ یہ منظر رہا، تب اندر کے حصہ کی تیسری صف میں سے آخری دائیں کونے سے ایک بوڑھے بولے: ’’اجی حضرت جی! باتیں تو ساری ٹھیک ہی ہیں؛ مگر یہ تو (احقر امام متوقع) لونڈا سا ہے‘‘، اس پر حضرت کو غصہ آ گیا، سب حیران کہ مولانا اور غصہ؟ ان کا حلم مشہور تھا، بگڑ کر فرمایا: ’’پھر مجھے رکھ لو، بڈھا ہوں‘‘۔ یہ کہہ کر اٹھ کر چل دیئے اور پھر مجھ سے کہا: ’’اٹھو مولوی صاحب، تمہارے لیے خدا اس سے بہتر جگہ کا انتظام کر دیں گے انشاءاللہ، گھبراؤ نہیں، یہ عجیب سوچ کے لوگ ہیں‘‘۔

حیرانی اس پر ہوئی کہ یہ سب کچھ ہونے کے بعد بھی اہل بستی نہ سنبھلے، نہ سمجھے، حالاں کہ انہی کے شدید تقاضے، تعلق، قربت، ضرورت کی بنیاد پر باوجود کثرتِ مشاغل وامراض کے خود تشریف

لائے اور ہر طرح تسلی دی، ضمانت لی، وکالت کی اور اپنا قیمتی وقت قربان کیا، بیشک اہل قریہ ''علی پور'' سے تعلق خصوصی وذاتی رہا ہوگا؛ لیکن اصل تو دینی نسبت ہے اور ہر بستی سے ہے اور اسی لیے اس غیر متوقع خوف ناک وحیرت ناک رویہ ومعاملہ کے بعد بھی وہ تعلق قائم رکھا، صرف اس وقت اتنا کہا: ''آئندہ مجھ سے اس سلسلے میں بات نہ کرنا''۔ اور پھر کئی جگہ کئی آدمیوں کی خواہش پر اپنے آرام وراحت کو تج کر اپنے کو پریشانی میں ڈال کر، ان کے پرتکلف ناشتوں میں شرکت کر کے ان کی دل جوئی فرمائی اور وراثت نبوت کا ایک روشن اسوہ قائم کر گئے۔

اللہ اللہ! ایک آوارہ وناکارہ پر اس قدر نوازشات، محبتیں، عنایتیں کہ اپنی سب ضروریات کو کنارے لگا کر بہ نفس نفیس بڑھاپے میں اعذارِ شدیدہ میں اتنی تکلیف اٹھائی، اور کس کے لیے، جو نہ مرید، نہ شاگرد، نہ رشتہ دار، جس سے صرف ایک وقتی وعارضی شناسائی تھی، بہر حال اپنے آپ میں یہ نرالہ البیلا آں حضرت والا کی ہمہ جہت خوبیوں کو ظاہر کرنے والا عجیب واقعہ ہے اور اس عاجز کی گردن پر ایک احسان عظیم کا مرقع وآئینہ، امکانی حد تک حیران کن کوشش میں کوئی کسر نہ چھوڑی، اس میں آپ کی تواضع وعاجزی کا نمونہ ہے، اس میں اپنے چھوٹے بہت چھوٹے پر شفقت کا بے مثال نمونہ ہے، اس میں دوسروں کی راحت کے لیے ان کی خوشی کے لیے خود کو مصیبت میں، تنگی میں اور تکلیف میں ڈالنے کا داعیہ عظیم ہے، اس میں صبر ہے، ضبط ہے، بستی والوں کی کج روی، بے وفائی، بے اعتنائی اور پھر بھی حرف شکایت زبان پر نہ لانا، یہ اتباعِ رسول کی ایک نادر مثال ہے، یہی کام کسی سے بھی کرا سکتے تھے، رقعہ لکھ سکتے تھے، فون بھی کر سکتے تھے، اور کسی کے ساتھ بھیج بھی سکتے تھے، اور یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ خود چلے جاؤ اور بات کرلو؛ لیکن پیرانہ سالی میں اپنے ان اوصافِ عالیہ، اخلاقِ فاضلہ اور کمالاتِ عملیہ کا ایک نمونہ اپنے اخلاف کے لیے چھوڑ گئے اور عملاً بتا گئے کہ یوں ہی کوئی ''کامل'' نہیں بنتا، جو جتنا اخلاقِ نبوی سے خود کو مزین کرے گا وہ اسی اعتبار سے وراثتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلی اور جائز مستحق وحق دار ہوگا، اور حقیقت واقعہ یہی ہے کہ آں جنابؒ اس کے بہترین مصداق تھے۔

اللہ تعالی ہم سب کو اپنی رضا سے سرفراز فرمائے۔ آمین

مدت کے بعد کہیں پیدا ہوتے ہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں دیر سے جن کے نشان کبھی

قوم وملت کے بے مثال رہبر

از: مفتی عبدالخالق قاسمی ماجروی

استاذ مدرسہ کنزالعلوم ٹڈولی، ضلع سہارنپور

حضرت مولانا محمد کامل صاحبؒ کا رہ گزر آخرت ہوجانا نہ کوئی نئی بات ہے اور نہ غیر متوقع حادثہ، ﴿وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِکَ الْخُلْدَ﴾؛ مگر دلوں کی بستیوں اور یادوں کے عالم سے ان کا نقش جمیل مٹ جانا بہت مشکل ہے، ان کی پاکیزہ زندگی، دلِ دردمند کو کون بھلا سکتا ہے، علوم ومعارف کے اس شناور پر، قوم وملت کے اس بے مثال رہبر پر، الطافِ یزدانی وانوارِ ربانی لاثانی تھے، وہ بے شمار محاسن ومکارم، مناقب ومحامد سے مزین تھے، نرم طبیعت، حلم وبردباری سے معمور سیرت، معاملات ومعاشرت میں صاف ستھرا کریکٹر، غیر متصادم مزاج، حرکت وفعالیت ان کا مشغلہ؛ مگر اختصاص سے کوسوں دور، خود بینی وخودنمائی سے شدید رنجور مگر متبسم با اخلاق، شاید کسی کو ان سے کبھی شکایت کا موقع نہ ملا ہو۔ آہ! اس ولیٔ کامل کی کس کس خوبی کو بیان کیا جائے، اخلاقِ نبوت ﷺ ان کے طرزِ زندگی سے آشکارا ہوتے تھے، زندگی میں جو ایک بار ان کا ملاقی ہوا تو تاعمر قید محبت ہوگیا؛ لیکن ۱۵/۳/۱۴۳۶ء بروز بدھ کی طلوع فجر کے ساتھ ساتھ وہ وقت آپہنچا جب ہر فون سے آواز آنے لگی: ''الشیخُ کاملٌ لیس فِیْنَا'' کہ شیخ کامل ہم سے رخصت ہوگئے اور سامع کی زبان پر بے ساختہ ہموم وغموم سے ڈوبی آواز میں ''إنا للّٰہ وإنّا إلیہ راجعون'' جاری ہوجاتا۔

یہ حادثہ غیر متوقع نہ صحیح؛ مگر تھا بڑا کرب ناک، جوں جوں صبح کی روشنی بڑھتی تھی آدم زادوں کا سیلاب کاندھلہ کی جانب بڑھا جاتا تھا، تاکہ اپنے اس عظیم قائد کا آخری دیدار کرسکیں، نہ لوٹنے والے رب کے اس مسافر کی بلائیں لے سکیں، دعائیں اس کو دے سکیں، تھوڑی ہی دیر میں عشاق کا ایسا جم غفیر جمع ہوگیا کہ جس طرف نظر اٹھائیے تو ابن آدم کا ٹھاٹھے مارتا سمندر دکھائی دیتا تھا، گویا زمین وآسمان حیرت سے کہہ رہے تھے کہ: ''الٰہی! جنازہ تیرے عاشق کا دھوم سے نکلا''، اپنے رب کا ملاقی یہ کہتے ہوئے اپنے مولیٰ کی رحمت میں جابسا: ؎

سچ پوچھو تو رہنے کی جگہ پاپی سنسار نہیں جاناں
لیکن تیری مرضی ہے تو ہمیں کوئی انکار نہیں جاناں

خوگر عیش وطرب اب آہ اپنا دل نہیں
دور ہو اے شادمانی میں تیرے قابل نہیں
جلوہ گر نور بقاء میں صورت سیماب ہے
اے تماشا گاہِ عالم بس تجھے آداب ہے

نَزَلْنَا سَاعَةً ثُمَّ ارْتَحَلْنَا   كَذَا الدُّنْيَا رَحَالٌ فَارْتَحَلْنَا

کچھ دیر کے لیے ہم نے پڑاؤ کیا پھر چل پڑے ☆ ایسے ہی ساری دنیا کوچ کر رہی ہے؛ لہٰذا ہم بھی کوچ کر گئے

بندۂ مومن اس قدیم کے قدیم فیصلہ پر راضی برضا اور تسلیم کا خوگر ہے، لِلّٰهِ مَا أَعْطٰى وَ مَا أَخَذَ کے اسوہ پر جازم و مستقیم رہے، یہی مومن کا کمالِ عبدیت و مقتضائے ایمان ہے، "غَايَةُ الذُّلِّ وَ الْخُشُوعِ هِيَ غَايَةُ الْحُبِّ".

یقیناً شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ دارِ آخرت کی کل نعمتیں یہاں کی تمام نعمتوں وراحتوں سے کروڑ ہا درجہ بہتر ہیں، یہ دنیا باطل الحقیقت اور فانی ہے، فناء پر جب فناء طاری ہو تو نتیجہ بقاء ہوگا، وہ ہم سے دور؛ مگر اللہ سے قریب ہو گئے۔

ہے موت میں ضرور کوئی راز دل نشیں
سب کچھ کے بعد کچھ بھی نہیں یہ تو کچھ نہیں

مگر فراقِ احبار و اکابر اور اس پر بے قراری یہ بھی فطرت ہے، حضرت ابن عمرؓ نے اپنے بھائی کے انتقال پر فرمایا تھا:

فَلَيْتَ الْمَنَايَا كُنَّ خَلَفْنَ عَاصِمًا   فَعِشْنَا جَمِيْعًا أَوْ ذَهَبْنَ بِنَا مَعًا

کیا اچھا ہوتا موتیں کسی کو عاصم کا خلیفہ بنا دیتیں ☆ تو ہم ایک ساتھ زندگی گزارتے یا ہماری روحیں ایک ساتھ قبض کر لیتیں

یہ حادثۂ فراق کسی ایک فرد کا نہیں، کسی ایک گھر یا ایک خاندان کا نہیں؛ بلکہ پوری قوم وملت

کا ہے، رونا صرف جامعہ بدرالعلوم کا نہیں؛ بلکہ علاقہ کے تمام مکاتب ومدارس کا ہے، غم صرف نسبی اولاد کا نہیں؛ یہ کوہِ گراں تمام روحانی اولاد پر گرا ہے، فیصلہ بڑا مشکل ہے کہ کون کس کو تعزیت پیش کرے۔ یہ عاجز ان کے حقیقی جانشین جناب حضرت مولانا محمد عاقل صاحب شیخ الحدیث جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت اوران کی تمام نسبی وروحانی اولاد اور ہر اس شخص کی خدمت میں جس کا ہمارے حضرتؒ سے کسی بھی طرح کا رشتہ یا تعلق ہواور خود اپنے آپ کو، تعزیتِ مسنونہ میں یہ شعر پیش خدمت کرتا ہے جو ایک دیہاتی نے حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں حضرت عباسؓ کی وفات پر کہا تھا:

خَيْرٌ مِنَ الْعَبَّاسِ أَجْرُکَ بَعْدَه وَاللّٰهُ خَيْرٌ مِنْکَ لِلْعَبَّاسِ

تیرے صبر کا اجر حضرت عباسؓ کی وفات کے بعد عباسؓ سے بہتر ہے☆ اور اللہ رب العزت عباسؓ کے لیے تجھ سے بہتر ہے۔

اللہ تعالی ہم تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، اور ہمیں توفیق دے کہ ہم ان کے لیے ''الباقیات الصالحات'' ثابت ہوں۔ آمین

☆......☆......☆

☆......☆

میرے استاذ میرے مرشد

از: مولانا محمد تحسین صاحب رفیق جامعہ ہذا

میرے استاذ ومرشد، میرے محسن ومربی حضرت اقدس مولانا محمد کامل صاحب کی شخصیت میرے لیے سب سے زیادہ مانوس رہی، طالب علمانہ وخادمانہ دونوں مدتوں کو ملا کر ۱۸/سال یہ عاجز حضرت کی خدمت میں رہا، اور اتنے قریب سے آپ کی زندگی کو دیکھنے کا موقع ملا کہ شاید ہی میرے دیگر ساتھیوں کو یہ موقع میسر آیا ہو، احقر نے آپ کی زندگی کے تمام گوشوں کو دیکھا، آپ کی خوبیاں اتنی زیادہ ہیں کہ ان کو چند صفحات میں سمیٹنا دشوار ہے، چند غیر مرتب باتیں سپردِ قرطاس کرتا ہوں، حضرت کا پرمحبت سایہ ہم خدام کے لیے گاڑھی چھاؤں سے زیادہ سکون کا باعث تھا، ان کا وجود سراپا رحمت، ان کی آغوشِ محبت ماں کی گود کی طرح لطف وکرم سے بھری ہوئی تھی، ان کی یادیں ہمارے ذہنوں میں آج بھی ایسی تر وتازہ ہیں کہ جدا ہوئے ایک سال سے زائد بیت گیا؛ مگر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے وہ ابھی بھی ہمارے درمیان موجود ہیں، اور نقل وحرکت پر کبھی اصلاح تو کبھی حوصلہ افزائی فرما رہے ہیں۔

تعلیم:

آپ کی ابتدائی تعلیم ''گڑھواؤں والی مسجد'' قصبہ کاندھلہ، بعدہ مدرسہ نصرت الاسلام جامع مسجد کاندھلہ ضلع شاملی (یوپی) میں ہوئی۔ کاندھلہ میں آپ نے مولانا عبدالجلیل صاحب بستوی اور حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب کاندھلوی مدظلہ سے بھی عربی وفارسی کی کچھ کتابیں پڑھی ہیں۔ پھر تعلیم کی تکمیل کے لیے حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی کی معیت میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۲ء تک پانچ سال دارالعلوم میں تعلیم حاصل کی۔

دارالعلوم دیوبند کے زمانۂ طالب علمی میں حضرت مولانا نصیر احمد خاں صاحب نور اللہ مرقدہ سے نفحۃ الادب، کنز الدقائق اور شرح جامی؛ حضرت مولانا قاری سعید صاحب صاحب زادہ حضرت مولانا مبارک علی صاحب نائب مہتمم سے شرح وقایہ اور سراجی؛ حضرت مولانا محمد علی کیرانوی سے

ترجمہ قرآن کریم، قطبی، میر قطبی، دروس البلاغہ، اصول الشاشی، شرح نخبۃ الفکر اور مشکوۃ شریف؛ مولانا سعید احمد گنگوہی عرف بھائی جی سے شرح تہذیب؛ مولانا عبد الاحد صاحب سے سلم العلوم، مقامات حریری، مختصر المعانی، جلالین شریف، الفوز الکبیر اور ملا حسن؛ مولانا اختر شاہ صاحب سے ہدایہ اولین، نور الانوار اور میبذی؛ مولانا فخر الحسن صاحب سے دیوان متنبّی اور نسائی شریف؛ مولانا معراج الحسن صاحب سے شرح عقائد، مولانا ظہور حسن صاحب سے حسامی، موطا امام مالک اور موطا امام محمد؛ حضرت علامہ ابراہیم صاحب بلیاوی سے مسلم شریف، شیخ الادب حضرت مولانا اعجاز علی صاحب سے ابوداؤد شریف، ترمذی شریف شمائل ترمذی اور ابن ماجہ شریف؛ مولانا مفتی مہدی حسن صاحب سے طحاوی شریف اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ سے بخاری شریف پڑھی۔

دوران تعلیم شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی کی مسجد میں امامت و مؤذنی کے فرائض انجام دیئے اور اسی دوران حضرت سے بیعت ہوئے، اور حضرت کی وفات تک حضرت سے فیض حاصل کرتے رہے، ۱۳۷۷ھ میں حضرت مدنی کے سانحہ ارتحال کے بعد فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی سے رجوع فرمایا، منازل سلوک طے کرنے بعد خلافت سے سرفراز ہوئے۔

اصلاح امت کی فکر:

آپ کے اندر اصلاح امت کی ایک کڑھن اور فکر تھی گویا امت کے لیے نبوی تڑپ اور درد کا کچھ حصہ آپ کو نصیب ہوا تھا، اس لیے آپ اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس اہم کام میں صرف کرنا چاہتے تھے، چناں چہ بیماریوں اور کمزوریوں کے باوجود آپ دوپہر میں شدید گرمی میں، اور شدید سردی میں، سفر میں تشریف لے جاتے، ڈاکٹروں کے منع کرنے کے باوجود سفر کر لیا کرتے تھے، اگرچہ آپ کو بہت پریشانی ہوتی تھی، اس کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔

اسپتالوں میں نرسوں سے خدمت نہیں لیتے تھے، اکثر مولانا محمد عاقل صاحب، مولانا محمد ارشد صاحب، قاری محمد واصل صاحب، مولانا محمد طیب صاحب، مولانا محمد فاضل صاحب، مولانا محمد طاہر صاحب، حافظ محمد دلشاد صاحب، مولانا محمد واصف صاحب یا احقر کو ترتیب بنا کر موقع بموقع خدمت کے لیے مامور فرما دیتے تھے تاکہ نرسوں سے زیادہ کام نہ لیا جائے، آپ اس کو اچھا بھی نہیں سمجھتے تھے، ان کی خدمت سے آپ کو بہت گرانی ہوتی تھی، حتی الامکان بچنے کی کوشش کرتے تھے۔

غیبت سے پرہیز:

آپ کی زندگی کا ایک نمایاں وصف یہ بھی تھا کہ آپ برائی کے ساتھ نہ کسی فرد یا جماعت یا ادارہ کا ذکر کرتے اور نہ سنتے تھے، اس بارے میں حضرت کے یہاں کسی کی رعایت نہ ہوتی تھی، بعض اوقات حاضرین میں کوئی غیبت کرنا شروع کرتا، تو اس کو فوراً منع فرمادیتے، آپ اپنے اہل تعلق کو بھی اسی کی تلقین فرماتے تھے۔

تواضع وانکساری:

آپ کے اندر تواضع وانکساری کا وصف بھی بدرجۂ اتم موجود تھا، اپنی ہر خوبی کو اپنے بڑوں کی جانب منسوب کرنا، اپنے اوصاف وکمالات کی نفی کرنا آپ کا مزاج تھا، کبھی کوئی تعریف کرتا تو فرماتے: بھائی! میں تو کچھ بھی نہیں ہوں اور میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا، آپ کا یہ صرف حسن ظن ہے۔ آپ سادہ اور سادگی پسند تھے، لمبے چوڑے تعارف اور القاب وآداب کو بالکل پسند نہ فرماتے تھے، مسجد میں وعظ فرمانے کے لیے خود ہی کرسی یا منبر پر تشریف لے جاتے، کسی کے اعلان کا بھی انتظار نہ فرماتے۔

عمدہ قرآن کریم پڑھنے والوں سے خاص محبت:

قرآن کریم پڑھنے والوں سے محبت اللہ تعالی سے محبت کی علامت ہے، جسے اللہ تعالی سے محبت ہوگی اسے کلام اللہ سے بھی محبت ہونا ضروری ہے، حضرت والا کو قرآن کریم سے بڑا شغف اور تعلق تھا، جو طلبہ قرآن کریم عمدہ پڑھتے تھے، آپ ان پر خاص شفقت فرماتے، اور مزید یہ کہ آنے والے مہمانوں کو ان طلبہ سے قرآن کریم پڑھوا کر سنواتے، انعام سے نوازتے اور دعائیں دیتے تھے، اور کبھی کبھی خود بھی قرآن کریم پڑھ کر خدام کو سناتے اور اس طرح پڑھنے کی طرف متوجہ کرتے تھے۔ اچھی تحریر پر بھی حضرت خاص توجہ فرماتے اور اچھا لکھنے والوں کو اپنے پاس سے انعام سے نوازتے اور بہت خوشی کا اظہار فرماتے۔

اتباعِ سنت:

حضرت والا کی زندگی کے ہر ہر پہلو میں اتباعِ سنت کا رنگ نمایاں تھا، احقر نے اپنے دورِ

طالب علمی میں اور بعد میں بھی اس کا بارہا مشاہدہ کیا کہ حضرت والا چھوٹی سے چھوٹی اور معمولی باتوں میں بھی اس کا اہتمام فرماتے کہ حضور ﷺ کا اس موقع پر کیا طرزِ عمل تھا؟ کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، اوڑھنے پہننے، چلنے پھرنے اور خوشی وغم وغیرہ کے ہر موقع پر، اپنے ہر عمل میں طریقۂ سنت کی اتباع شدت کے ساتھ فرماتے، اور اپنے متعلقین کو بھی اس کی تاکید فرماتے تھے۔

سلام کو رواج دینے پر حضرت والا خاص زور دیتے، طلبہ کو کثرت سے سلام کا عادی بناتے اور مدرسہ کی مسجد میں اس کا بار بار ذکر فرماتے تھے، اساتذہ کرام کو بھی اس کی تلقین فرماتے تھے، گفتگو اور تقریر میں آپ اتباع سنت کا لحاظ رکھتے تھے، گفتگو اور تقریر کا اسلوب وانداز صاف ستھرا ہوتا تھا، اتباع سنت کا جذبہ آپ کے رگ وریشہ میں پیوست تھا۔

نظم وضبط اور سلیقہ:

ہر کام میں سلیقہ، صفائی اور نظم وضبط ان کی خاص علامت تھی، تعمیرا مور ہوں یا تعلیمی سرگرمیاں، تحریری کام ہوں یا تدریسی ذمہ داریاں وہ ہر قدم پر نظم وضبط کا پورا خیال رکھتے تھے، اور یہی سلیقہ وشعور اپنے ماتحتوں: طلبہ واساتذہ اور خدام ومتعلقین میں بھی دیکھنا چاہتے تھے۔

معاملات کی صفائی:

حضرت والا ایک صاف ذہن، صاف قلب اور صاف گو ہونے کے ساتھ، صاف معاملہ بھی تھے، کبھی احقر نے ان کو کسی کے ساتھ بدمعاملگی کرتے ہوئے نہیں دیکھا، اور ان سے وابستہ حضرات سچے دل سے ان کے معترف رہے، اولاً تو کسی سے قرض نہ لیتے اور اگر کبھی ضرورت پیش آنے پر لے لیتے، تو اس کو بہت جلد واپس فرمادیتے۔

عالمانہ وقار:

حضرت والا باوقار اور صاحب وجاہت عالم تھے، آپ کی زندگی کے تمام شعبے عالمانہ وقار کے آئینہ دار تھے، آپ طرزِ زندگی، معاشرت، معاملات، آپسی روابط، گفتگو، تقریر، درس اور نشست وبرخاست حتی کہ چال ڈھال ورفتار سب میں باوقار تھے، آپ کا گذر جن محلوں، بستیوں اور گلیوں سے ہوتا، علمی وقار اور بارعب چہرہ دیکھ کر ہر گذرنے والا مرد وعورت راستہ سے کنارہ

ہو جاتا، گلیوں سے شور وغل اور گانے بجانے کی آواز بند ہو جاتی، حتی کہ غیر مسلم بھی آپ کے احترام وعظمت میں کھڑے ہو جاتے۔

حلم و بردباری:

حضرت بہت حلیم اور بردبار تھے، بہت سی دفعہ ایسی باتیں پیش آجاتی تھیں جو حد درجہ طبیعت کے خلاف ہوتی؛ مگر آپ برداشت فرما لیتے تھے اور ناگواری کا اظہار تک نہ ہونے دیتے، اگر کسی نے آپ کو تکلیف پہنچائی تو اس سے کبھی انتقام نہ لیتے، اور نہ ہی دوسروں کو انتقام لینے کی اجازت دیتے تھے۔ صبر وتحمل کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ خواج پورہ کے ایک شخص نے آپ کی جمعرات کے دن دعوت کی، آپ وعدہ کے مطابق بس سے سفر کر کے کیرٹو پہنچے، وہاں سے دوسری سواری کا انتظام کر کے خواج پورہ تشریف لے گئے، وہاں جا کر معلوم ہوا کہ داعی گھر پر نہیں ہے، اس کو اطلاع دی گئی، وہ کھیت سے آیا اور بڑی ندامت کے ساتھ کہنے لگا: حضرت! بہت بڑی بھول ہو گئی، مجھے دعوت یاد ہی نہیں رہی، حضرت کو کسی مجبوری کی وجہ سے واپس آنا تھا، اس لیے فرمایا: بھائی! کوئی بات نہیں، جو بھی گھر پر ماحضر ہو، لے آؤ، اس نے بھینس کا دودھ نکالا، حضرت وہی کچا دودھ اور ماحضر تناول فرما کر واپس تشریف لے آئے، اس کے سامنے کسی ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا؛ بلکہ اس کی تعریف کی، اور خوشی خوشی وہاں سے آ گئے۔

حضرت کی اللہ کے یہاں مقبولیت:

بھورہ میں بارش نہیں ہو رہی تھی، لوگ جمع ہوئے، پریشان تھے کہ کسی طرح بارش ہو جائے، کھیتیاں سوکھ رہی تھیں، کچھ لوگ حضرت کے پاس آئے اور گاؤں میں تشریف لانے کی دعوت دی حضرت والا تشریف لے گئے، تمام گاؤں والے عیدگاہ میں اکھٹے ہوئے، حضرت نے کچھ نصیحت فرمائی اور بارش کے لیے دعاء کی، موسم بالکل صاف تھا، دھوپ نکلی ہوئی تھی، حضرت کے دعاء کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہی بادل آیا اور چند لمحہ بعد آپ کی دعاء کی برکت سے بارش شروع ہو گئی۔

اسی طرح ہمارے گاؤں چونترہ میں برسات کے موسم میں جمنا کا پانی گاؤں کی طرف سے تیزی سے بڑھ رہا تھا، لوگ پریشان تھے، اور سرکاری افسران نے بھی جواب دیدیا کہ پانی زیادہ ہے، سردست اس کا ہم کوئی انتظام نہیں کر سکتے، اپنے کسی عالم کو بلوا کر دعاء کرا لو، لوگ حضرت کے

پاس آئے اور پوری صورتِ حال بتائی، آپ نے جا کر کڑے کے قریب کھڑے ہو کر تمام لوگوں کے سامنے اللہ سے دعاء کی، فوراً جمنا کا پانی دوسری طرف رخ کر گیا، اور اس طرح حضرت کی دعاء کی برکت سے ایک بہت بڑی پریشانی دور ہوگئی۔ اسی طرح کا واقعہ گاؤں دولت پور کا بھی ہے، وہاں بھی ایسا ہوا حضرت نے دعاء کی اور جمنا کا پانی دوسری طرف چلا گیا۔

اسی طرح بڑوت کے ایک غیر مسلم کے گم شدہ لڑکے کے لیے دعاء کی، وہ کافی دن سے غائب تھا، آپ سے دعاء کرا کے وہ غیر مسلم مدرسہ سے نکلا ہی تھا کہ فوراً اس کے بچے کا فون آگیا، وہ بڑا خوش ہوا۔ آپ کے اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں۔

آپ کا طریقۂ تربیت مثالی تھا:

آپ اکابر کی روشن زندگی کا پرتو تھے، خدا نے آپ کی ذات میں کچھ ایسی خوبیاں سمو دی تھیں کہ جو آپ ہی کی ذات کا حصہ تھیں۔ آپ نے اپنی زندگی کو بنانے اور اپنی خواہشات مٹانے میں خوب ہمت اور صبر وتحمل سے کام لیا، آپ بہت سی علمی، عملی، اصلاحی خوبیوں سے آراستہ ہونے کے ساتھ، اللہ کی طرف سے وہبی علوم سے بھی نوازے گئے تھے، بارہا سفر وحضر، خوشی وغمی کے بہت سے مواقع میں خود اس سیاہ کار نے مشاہدہ کیا کہ حضرت جو ترتیب، پلان، اصلاحی اقدام یا کوئی بھی کام لے کر اٹھتے اس میں کامیابی اور فضل الٰہی کا مشاہدہ ہوتا تھا، عملی واصلاحی امور میں بسا اوقات دشواری اور مشکل پیش آتی؛ مگر حضرت کے یہاں آسانی سے اس کا حل نکل جاتا، دوسرے اہل علم کے لیے خود وہ قابل رشک اور مشعل راہ ثابت ہوتا، اللہ نے آپ کو بڑا باہمت بنایا تھا، بیک وقت بہت سارے کام کرتے ہوئے تکان اور گرانی قریب نہیں آتی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو افراد سازی کی خصوصی صلاحیت عطا فرمائی تھی، وہ کھوٹے کھرے کی انتہائی ماہرانہ تمیز رکھتے تھے، آپ کے اندر یہ خاص صفت تھی کہ آپ لوگوں کو پہچان لیتے تھے اور صرف پہچانتے ہی نہیں تھے؛ بلکہ حسب لیاقت اس سے کام بھی لیتے تھے، ایک ماہر جوہر شناس کی طرح ہیرے کو پرکھ کر اسے تراشتے تھے، ایک حاذق طبیب کے مانند مریض کے مرض کا ازالہ کر کے، اندر باہر سے صاف شفاف کر کے اس میں چار چاند لگا دیتے تھے، حضرت کی مردم شناسی اور افراد سازی کا کچھ اندازہ کرنے کے لیے بطور نمونہ کے دو حضرات کا ذکر کافی ہوگا، یہ دونوں آپ کے مایہ ناز شاگرد، تربیت یافتہ مرید اور اجازت یافتہ خلیفہ، آپ کے اشاروں کنایوں کو پرکھ کر عمل کرنے

والے اور بے انتہاء محنت کرنے والے ہیں، ان میں سے ایک آپ کے سچے جانشین، مخصوص محبوب، مزاج شناس، ہمہ وقت حاضر باش، آپ کے تعلیمی وتربیتی اور اصلاحی ودعوتی منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے والے، میرے استاذ ومرشد، حضرت کے بڑے فرزند حضرت مولانا اقدس الحاج مولانا محمد عاقل صاحب دامت برکاتہم شیخ الحدیث ومہتمم جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت ہیں۔

اور دوسرے حضرت مولانا محمد ارشد صاحب صدر المدرسین واستاذ حدیث جامعہ بدر العلوم ہیں۔

جمعیۃ علمائے ہند سے وابستگی:

دار العلوم دیو بند میں رہتے ہوئے چوں کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کی خدمت میں رہنے کا موقع ملا، تو جمعیۃ علماء ہند اور اس کے کاموں سے قلبی تعلق پیدا ہوگیا، اس لیے آپ جمعیۃ علماء ہند کی تمام تحریکات میں سرفہرست رہے، اور جمعیۃ علماء ضلع مظفر نگر کے دوٹرم تک صدر رہے اور اس کے بعد جمعیۃ علماء ضلع شاملی کے عہدۂ صدارت پر رہتے ہوئے انتقال فرمایا۔

اصلاح معاشرہ:

آپ اصلاحِ معاشرہ کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے، خصوصًا نشہ اور دیگر خلاف شرع کاموں کے لیے تحریک چلائی اور بیداریٔ تعلیم کے لیے مکاتب، مدارس کے قیام پر زور دیا، خاص طور پر شادیوں میں رسم ورواج کے خلاف تحریک کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا۔

سانحۂ وفات:

۱۵/ربیع الاول ۱۴۳۶ھ مطابق ۷/جنوری ۲۰۱۵ء بروز بدھ، بوقت صبح علم وعمل وروحانیت کا یہ پیکر ہمیشہ کے لیے اپنی آخری منزل کی طرف روانہ ہوگیا۔ کاندھلہ میں اپنے خاندانی قبرستان میں ہمیشہ کے لیے آسودہ خواب ہے۔

اللہ تعالی حضرت کی تمام مخلصانہ کاوشوں کو قبول فرمائے، کروٹ کروٹ چین وسکون نصیب فرمائیں اور اعلی علیین میں مقام عطا فرمائے۔ آمین

اللہ والوں کی پیشانی کا نور — کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور
نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی — بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

مولانا محمد کامل صاحبؒ مجموعۂ کمالات تھے

از: مولانا شوکت علی صاحب
مدرسہ اشرف المدارس، گڑھی عبداللہ خاں، تھانہ بھون

جو اقوام اپنا ماضی یاد نہیں رکھتیں، وہ صفحۂ ہستی سے مٹ جایا کرتی ہیں، ماضی ایسا چراغ ہے جس سے جماعتیں، افراد و اقوام اپنا مستقبل روشن و تابناک کرتی ہیں اور مستقبل میں ترقی کی شاہ راہ پر گامزن ہوتی ہیں، ماضی کیا ہے؟ ماضی یہی ہے کہ اپنے بڑوں اور بزرگوں کی زندگی، ان کی جہد مسلسل اور علمی و روحانی چشمہ سے سیرابی حاصل کی جائے، اس طرح بہت سی الجھنوں کا انسداد ہوجاتا ہے، یہ خداوند قدوس کا اس امت پر بڑا فضل و احسان ہے کہ اس نے اس امت کے آغاز سے لے کر حال تک علمی، عملی، فکری تسلسل قائم رکھا، جو اس امت کی امتیازی شان ہے، خود ہندوستان میں اس کی ایسی تابناک مثالیں ہیں جن کا اعتراف ہر چہار سو کیا گیا، اسلامی تاریخ میں ایسے افراد ملتے ہیں جنھوں نے وقت کے دھارے کو تنِ تنہا اس طرح موڑ دیا جس کی مثال دیگر اقوام میں ناممکن ہے، انھی تابندہ نفوس میں ایک معتبر و معتمد نام نمونۂ اسلاف الحاج حضرت اقدس مولانا محمد کامل صاحب نور اللہ مرقدہ کا ہے، آپ کی شمع حیات ابھی ماضی قریب میں گل ہوئی؛ لیکن وہ اہل اسلام کی نگاہوں میں جگمگاتے رہیں گے، یادوں کی شمعیں کبھی گل نہیں ہوتی، آپ کی شخصیت خلوص و شفقت، عظمت و وقار، حلم وعفو، عزم و ہمت، عجز و فروتنی، صبر و استقلال کی حامل تھی، غرض یہ کہ آپ کی ذات والا صفات اس آخری دور میں اپنے اسلاف کرام کی طرح مجموعۂ کمالات تھی، اس ابر شفقت سے ہر طالب تحقیق بقدر استعداد فیض یاب اور تشنہ کام معرفت بقدر ظرف و پیمانہ سیراب و شاداب ہوتا تھا؛ لیکن حضرت والا کی تواضع و فروتنی، انکساری و خاکساری، سادگی و بے نفسی ان سارے کمالات کے لیے پردہ پوش بن کر ظاہری نگاہوں کو دھوکہ میں ڈالے رکھتی تھی۔

مرد حقانی کی پیشانی کا نور
کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

حضرت علیہ الرحمۃ کے انتہائی خلوص کی ایسی برکتیں تھیں کہ آپ کی سیدھی سادی باتیں بھی ہزاروں پر رقت طاری کر دیا کرتی تھیں، دل کے نہا خانوں میں پیوست ہو جاتی تھیں، یہ انسان کے خلوص کی کھلی دلیل ہے، اور انسان کے علم وعمل کا سب سے بڑا کمال یہی ہے کہ اس کا اثر دوسروں تک پہنچے، یعنی ایک آفتاب علم وعمل بن کر اپنی شعاؤں سے دوسروں کو بھی منور کر دے، اس کا مدار اس کی اپنی روحانیت پر ہے، جب اپنے صحیح علم وعمل سے خود اس کے قلب میں روحانیت کا چراغ روشن ہو جاتا ہے تو پھر اس کا عکس مقابل پر پڑے بغیر نہیں رہتا، یہی عنداللہ مقبولیت کی دلیل بھی ہے، آج حضرت والا ہمارے درمیان نہیں رہے تو ان کی محبتیں، شفقتیں یاد آ کر قلوب کو رنجیدہ اور آنکھوں کو نمدیدہ کر رہی ہیں۔

اللہ رب العزت درجات بلند فرمائے، اور پوری امت کو صبر جمیل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

☆......☆......☆

☆......☆
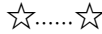
آہ! مولانا محمد کامل صاحبؒ اخلاص وللٰہیت کے پیکر

از: مولانا محمد شمشیر قاسمی

ناظم جامعہ دعوت الحق چررہو، ضلع سہارنپور

قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ﴿کل نفس ذائقة الموت﴾ (ہر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے)، کوئی اس سے فرار اختیار نہیں کرسکتا، اس عالم رنگ وبو میں جو بھی متنفس آیا ہے وہ جانے کے لئے آیا ہے، لاکھوں سال گزر گئے، موت وحیات کا یہ سلسلہ جاری ہے، اور رہتی دنیا تک جاری رہے گا، ہر شئے فانی ہے، باقی رہنے والی ذات صرف رب ذوالجلال والاکرم کی ہے، اگر موت کا یہ سلسلہ اللہ رب العزت قائم نہ فرماتے، تو اس روئے زمین پر چلنا پھرنا دشوار ہوجاتا، الغرض دنیا میں آنا جانا لگا رہتا ہے، چند یوم عزیز واقارب، دوست واحباب جدائی کے غم میں نوحہ خوانی کرکے بیٹھ جاتے ہیں، لیکن کچھ نقوش قدسیہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی وفات دنیا میں شور برپا کردیتی ہے، ہزاروں آنکھیں اشک بار ہوجاتی ہیں، اور قلب مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتے ہیں، عرصۂ دراز تک یہ غم تروتازہ رہتا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جن کی زندگی مینارۂ نور ہوتی ہے، وہ اپنے کارناموں، تعلیمات، ارشادات اور جاں سوزی، دیدہ وری کے ایسے نقوش ثبت کرجاتے ہیں کہ وہ مرکر بھی لوگوں کے دلوں میں زندہ رہتے ہیں، بیشک ان کی موت سے ہر طرف تاریکی محسوس ہونے لگتی ہے اور قوم کی بنیادیں ہلنے لگتی ہیں، انھیں نقوش قدسیہ میں نمونۂ اسلاف حضرت مولانا محمد کامل صاحبؒ سابق مہتمم جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت کاندھلہ کی ذاتِ گرامی تھی۔ بلاشبہ حضرت مولانا محمد کامل صاحبؒ کا سانحۂ وفات امت مسلمہ کے لئے بہت عظیم سانحہ اور قریبی دور کا بڑا نقصان ہے۔ آپ کی حیثیت امت کے مشفق والد کی طرح تھی جو ہر وقت اپنی اولاد کی بہترائی کی فکر میں رہتا ہے، اور جس کے گھنے سائے میں اولاد کے لئے ترقی اور کامیابی کی راہیں کھلی رہتی ہیں، آپ کی ذاتِ مقدسہ عالم اسلام کے لئے بہت دھارس تھی، آپ کی مجلسیں فیضانِ حکمت سے لبریز ہوتیں، اور آپ کی زبانِ مبارکہ سے نکلنے والے الفاظ دعوتِ الی الخیر کے حقیقی مصداق ہوتے، آپ کی صحبتِ طیبہ سے ہدایت کے چشمے پھوٹ پڑتے، کوتاہی و غفلت کے پڑے ہوئے پردے خود بخود ہٹتے چلے جاتے، آپ کی قد وقامت اور نورانی چہرے کو

دیکھ کر خدا یاد آجاتا۔

آپ کی ولادت ملک کے تاریخی شہر کاندھلہ میں محمد مشرف ولد شمس الدین کے یہاں ۱۹۳۲ء کو ہوئی، جو پیشے سے شاملی شوگر مل میں ملازم تھے، کاندھلہ کا جنگ خاندان سیاسی وسماجی خدمات کی وجہ سے بہت مقبول تھا، اس سے کہیں زیادہ دین سے کوسوں دور تھا، ایسے پر آشوب حالات میں اللہ رب العزت نے فرشتہ صفت انسان کو پیدا فرمایا، جہاں دینی اعتبار سے تاریکی تھی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم مقامی ادارہ نصرت الاسلام جامع مسجد میں ہوئی، اللہ رب العزت نے آپ کو بچپن ہی میں علم دین کی ایسی دیوانگی عطاء کی تھی، جو ناسازگار حالات میں بھی رغبت دین کی طرف مائل کرتی رہی، چونکہ والدین کا رجحان عصری علوم کی طرف زیادہ تھا، اس لئے دشواریوں بھری راہ علوم دینیہ کا انتخاب حضرت مولاناؒ کی بچپن کی فہم وفراست کو آشکارا کرتا ہے، آپ کی عمر جب چھ سال کی ہوئی تو والدہ کے سایۂ عاطفت سے محروم ہوگئے۔ قضاء وقدر کے فیصلہ کو کوئی ٹال نہیں سکتا، حضرتؒ غموں کا پہاڑ لئے ہوئے متواتر تعلیم میں مصروف رہے۔ عام طور پر بچوں کی پرورش اور شخصیت سازی میں والد کے بالمقابل والدہ کا کردار زیادہ ہوتا ہے، آپ اس سایہ دار شجر سے محروم ہوگئے۔ ۸؍سال کی عمر تھی، جب آپ نے قرآنِ پاک اپنے سینے کے اندر محفوظ کرلیا تھا، بچپن سے ہی حضرتؒ کو اساتذہ کی خدمت کا بڑا شوق اور جذبہ تھا، حفظ قرآن کے بعد آپ نے کچھ ابتدائی کتابیں کاندھلہ میں ہی پڑھی تھیں، اور معروف بزرگ حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ کے ایماء پر ۱۹۴۸ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، دورانِ تعلیم آپ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے کتابیں پڑھیں اور آپ کے حکم پر مدنی مسجد میں امامت بھی فرمائی۔ حضرت مولانا محمد کامل صاحبؒ کو علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی سے فیض یاب ہونے کے لیے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی سے روحانی رشتہ قائم کیا، آپ کی وفات کے بعد آپ کے خلف الرشید فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کے دست مبارک پر بیعت کی اور حضرت فدائے ملت ہی کے مجاز ہوئے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے متعلق ہم نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ وہ اپنے ہونہار شاگرد کو معتمد سمجھتے، کئی مجلسوں میں آپ نے فرمایا کہ یہ کامل (حضرت مولانا محمد کامل صاحب) نام اور کام دونوں سے کامل یعنی اسم با مسمیٰ ہے، دارالعلوم دیوبند میں ۴؍سالہ قیام کے دوران کبھی آپ کے اساتذہ کو آپ سے کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ ۱۹۵۲ء میں دارالعلوم دیوبند سے

فارغ ہونے کے بعد اپنے اکابرین خصوصاً اساتذہ کے مشورہ سے موضع ٹپرانہ ضلع شاملی میں بغرض امامت تشریف لے گئے، ۱۴؍سال تک وہیں دین متین کی خدمت انجام دیتے رہے، بعدۂ ۱۹۶۷ء میں اہل علاقہ کے اصرار اور مصلح الامت حضرت مولانا زاہد حسن صاحبؒ سابق ممبر اسمبلی سرساوہ کے حکم پر مدرسہ بدرالعلوم گڑھی دولت میں تشریف لے گئے، جو اس وقت مکتب کی شکل میں تھا، آج الحمدللہ حضرت والاؒ کی جدوجہد اور خلوص کی وجہ سے ملک کے مایہ ناز دینی اداروں میں اس کا شمار ہوتا ہے، دورۂ حدیث تک معیاری تعلیم کا یہ مثالی ادارہ ہے، جو حضرتؒ کی مبارک دعاؤں کا ثمرہ ہے۔

خصوصیات:

یوں تو حضرت مولانا کامل صاحبؒ صفاتِ کمالیہ کے جامع تھے، وہ بڑے عالم بھی، مرشد بھی، داعی بھی، سخی بھی تھے، لیکن راقم السطور کی نظر میں ان کے تمام کمالات کی بنیاد، تین چیزیں تھیں:

(۱) ایمان باللہ و عمل صالح (۲) تواضع وانکساری (۳) اخلاص وللّٰہیت

قرآنِ کریم میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: ﴿إن الذی آمنوا و عملوا الصالحات سیجعل لھم الرحمن ودا﴾ (بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اعمال صالحہ کئے، اللہ ان کیلئے محبت پیدا کردے گا)۔ دوسری چیز تواضع وانکساری کی تاثیر حدیث نبوی ﷺ میں یہ بیان کی گئی جو کوئی اللہ کی رضاء کیلئے تواضع اور انکساری اختیار کرتا ہے، اسے اللہ تعالیٰ بلندی اور عظمت عطاء فرمادیتے ہیں۔ (ترمذی)

آیت شریفہ کے ضمن میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ راقم طراز ہیں: ایمان اور عمل صالح دو چیزیں نہیں، بلکہ دو رخ یا دو پہلو ہیں، ایک ظاہر کا اور ایک باطن کا، یا یوں کہہ لیجئے دو محل ہیں ایک قلب اور ایک قالب، ایمان کا محل قلب ہے، اور اعمال صالحہ کا محل قالب یعنی انسان، انسانی جسم اور اس کے اعضاء، ایمان نام ہے کسی چیز کو ماننے اور اسے ۱۰۰؍فیصد صحیح سمجھنے کا، اور اس ماننے اور صحیح سمجھنے پر ہاتھ پاؤں کو آمادہ کرنے کا نام عمل صالح ہے، واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد کامل صاحبؒ نے اپنی زندگی اسی سانچے میں ڈھال لی تھی، ان کا یقین قرآن وسنت میں بیان کردہ حقائق پر ایسا مضبوط تھا کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل سکتا ہے لیکن جو باتیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی ہیں، ان میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہوسکتا، تواضع مولاناؒ کی عادت ثانیہ بن چکی تھی، ہر چھوٹے بڑے کا ادب فرماتے، اور منکرات پر نکیر میں

بھی حضرتؒ دل شکنی سے پرہیز فرماتے، حقیر کی بدنصیبی رہی کہ حضرتؒ کی خدمت کا زیادہ موقع بسبب غفلت میسر نہ ہوسکا، البتہ خاندان کے قریبی تعلقات کی وجہ سے کبھی والد محترم مدظلہ کی معیت میں حاضر خدمت ہوا، تو نہایت مشفقانہ معاملہ فرمایا، ناچیز کے تائے ابا حاجی شاہ نظر صاحبؒ حضرت والا کے خلفاء میں سے ہوئے۔

(۳) تیسری چیز آپ کی شخصیت کا ایک خاص جوہر بے پناہ اخلاص تھا، کوئی کام نام ونمود کے لئے کرنا ناممکن تھا، ہر کام میں اخلاص وللّٰہیت آپ کا اصول زندگی تھا، جب کبھی اس پر حرف آیا، آپ نے اس کام کو فوراً چھوڑ دیا، ا،خلاص کا لفظ کثرت استعمال کا لفظ ایک بے معنیٰ لفظ بن کر رہ گیا، ہر شخص کی زبان پر چڑھا ہوا ہے لیکن اس کی حقیقی روح بہت کم دکھائی دیتی ہے، اپنی تعریف سے خوش ہونا انسانی فطرت ہے، لیکن نمود ونمائش اور اخلاص میں اتنا باریک فرق ہے کہ دونوں میں کبھی کبھی امتیاز کرنا مشکل ہوجاتا ہے، یہ فرق اللہ والوں کے یہاں واضح ہوکر سامنے آتا ہے، ان کا ہر کام رضائے الٰہی کیلئے ہوتا ہے، جہاں اس میں نفس کی تسکین اور فرحت کا دخل ہوگیا، وہیں اس کام کو ترک کردیا۔ اخلاص اور نفس کے تقاضہ میں یہی فرق ہے، ایک کارِ ثواب اور دوسرا مذموم اور ناپسندیدہ۔ حضرت نمونۂ اسلافؒ کی زندگی میں بھی یہ فرق صاف نظر آتا ہے۔

الغرض!...... حضرت مولاناؒ کی ذاتِ گرامی علم اور عمل کی جامع تھی، عمل میں یکتا ہونے کے ساتھ ریاضات ومجاہدات اور تقویٰ وطہارت میں بے نظیر تھے، عمر کی ۸۲/بہاریں دیکھ کر اخلاص وللّٰہیت کا یہ پیکر ۷/جنوری ۲۰۱۵ء بروز بدھ مطابق ۱۵/ربیع الاول ۱۴۳۶ھ کو بوقت صبح ہمیشہ ہمیش کیلئے اپنے مالکِ حقیقی سے جاملا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**

حضرتؒ کے پسماندگان میں ۵/بیٹے اور ۲/بیٹیاں ہیں، جن میں سے ایک بیٹی کا انتقال ہوچکا ہے، باقی سب حیات ہیں۔ آپ کی ساری اولاد ماشاء اللہ لائق وفائق ہے، سرفہرست جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عاقل صاحب جو علم اور عمل میں حضرت مولاناؒ کے عکس جمیل ہیں، دعاء ہے کہ ربِ کریم حضرت مولانا کامل صاحبؒ کو اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ آمین

ایک بافیض شخصیت کی رحلت

از: مفتی سخاوت قمرالحسینی
امام وخطیب شاہی نورانی مسجد گھونڈہ، دھلی

اس جہانِ فانی میں کس کو دوام ہے اور کون یہاں باقی رہنے کے لیے آیا ہے ﴿**کل من علیها فان**﴾، یہاں جو کچھ بھی ہے سب فنا ہو جائے گا، ﴿**و یبقی وجه ربک ذو الجلال و الإکرام**﴾، باقی رہنے والی ذات صرف اور صرف اللہ تعالی کی ہے، اس دنیا میں تو سبھی کا وجود بساطِ عالم پر ایک چراغِ شب کی مانند ہے جو اپنی طبعی سحر ہونے تک ٹمٹما تا رہتا ہے، پھر اپنی طبیعت سے گل نہیں ہوتا؛ بلکہ قدرت کے ہاتھوں گل کر دیا جاتا ہے۔

اے شمع تیری عمر طبیعی ہے ایک رات
اسے ہنس کر گزار یا روکر گزار دے

تاہم کوئی کوئی چراغ ایسا بجھتا ہے کہ اس سے اٹھتا ہوا دھواں اس کے سوزِ دروں کی علامت ہو جاتا ہے اور باطن کے متوالے اپنے شوقِ جنوں کو مہمیز کرنے کی اس سے راہ پا جاتے ہیں، نمونۂ اسلاف الحاج حضرت مولانا محمد کامل صاحب نور اللہ مرقدہ بھی ایسے ہی چراغ تھے، آج وہ چراغ بجھ گیا؛ مگر اس سے اٹھنے والا دھواں اس کے سوزِ دروں کا پتہ دیتا ہے، اور باطل کی ظلمتوں سے ٹکرانے والے جیالوں کو دم بھر آگے ہی بڑھتے رہنے کا حوصلہ فراہم کرتا ہے، اللہ رب العزت ایسے چراغ سے چراغ روشن کرتا رہے۔ آمین

آج تابندہ درخشیدہ ستارہ ''جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت'' حضرت والا کی صدق لگن، قوم وملت سے حد درجہ محبت، صبح وشام اور شب وروز کی محنت کا پتہ دیتا ہے، جس خلوص وللّٰہیت سے حضرت والا نے اس علمی شجر کی آبیاری کی وہ اظہر من الشّمس ہے، مزید یہ کہ تمام لمحات حیات بدعات وخرافات، جاہلیت و مداہنت کے طوفان سے چراغ مصطفوی بن کر نبرد آزما رہے، اور رہروان شوق کو راہ دکھلاتے رہے، درحقیقت حضرت والا کو اللہ تعالی نے عشقِ قرآن اور اتباعِ سنت کے صدقہ میں بااصول زندگی، بارونق بود و باش، بااثر ملفوظات سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا،

قرآن مقدس کی عظمت ووقعت عامۃ الناس، طلبہ واساتذہ کے قلوب میں راسخ ہو حضرت والا اس کی بھی نہایت اہتمام کے ساتھ کوشش فرماتے تھے، آپ حد درجہ شفیق اور رقیق القلب تھے، آپ کی نرم خوئی، خوش اخلاقی، وسعتِ ظرفی، خوردنوازی کا اندازہ صحیح معنوں میں انہی حضرات کو ہوسکتا ہے جنہیں آپ کی ملاقات اور صحبت کا شرف حاصل رہا، ہم چھوٹوں پر اس طرح شفقت کا معاملہ فرماتے کہ بعض اوقات ندامت سے گردن جھک جاتی تھی، یہ عالم آپ کی شفقت کا تھا، اسی رنگ میں بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ عوام وخواص کی اصلاح بھی فرمادیا کرتے تھے، آپ واقعی مجالس اورانجمنوں کی بہار تھے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا چمن میں دیدہ ور پیدا

حاصل یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے آپ کو بافیض شخصیت بنایا تھا، ایسی شخصیت کا دنیا سے اٹھ جانا حقیقتاً ''موتُ العالِمِ موتُ العَالَم'' کا مصداق ہے۔

اللہ رب العزت حضرت والا کو غریقِ رحمت فرمائے۔ آمین

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

☆......☆......☆

☆......☆
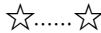
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

از: مولانا محمد فاضل قاسمی گڑھی دولتوی

امام طیبہ مسجد، وجے پارک، دھلی۔۵۳

روئے زمین پر نظر آنے والی کسی بھی چیز کو دوام اور بقا نہیں، انسانی زندگی خود اس کی موت کی مضبوط اور ناقابل تر دید دلیل ہے۔ موت ایک ایسا معمول کا واقعہ ہے، جو ہر وقت ہر جگہ اور ہر موسم میں بلا روک ٹوک پیش آتا ہے۔ مگر اس واضح حقیقت کے باوجود انسان کا قلب وجگر کسی محبوب چیز سے محرومی کو برداشت نہیں کر پاتا۔ راقم الحروف نماز فجر کے بعد تفسیر سے فارغ ہونے کے بعد ''ہولی فیملی ہوسپٹل'' جانے کے لئے کمرے پر آکر بیٹھا ہی تھا کہ یکا یک فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ فون اٹھا کر دیکھا، معلوم ہوا گھر سے چھوٹے بھائی کا فون ہے، دل میں ایک عجیب سی گھبراہٹ ہوئی، معلوم نہیں کیا بات ہے صبح صبح گھر سے فون؟

فون رسیو کیا تو چھوٹے بھائی کی زبان سے انتہائی دُکھ بھرے لہجے میں یہ الفاظ سنائی دیئے کہ ''بڑے مولوی صاحب کا انتقال ہوگیا۔'' یقین سا نہیں آیا، کیوں کہ ابھی بڑے حضرتؒ سے ملاقات ہوئے 24 گھنٹے بھی نہیں گزرے تھے، ابھی مجھے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ حضرت کو میرٹھ ریفر کردیا گیا، اس لئے میں نے کہا، کیا کہہ رہے ہو؟ کس نے کہا آپ کو؟ وہ بولے کہ ابھی مدرسے کی مسجد سے اعلان ہوا ہے، یہ خبر جوں ہی کانوں میں پڑی میری آنکھوں کے سامنے ایک طویل اندھیرا سا چھا گیا۔ شاید اسی موقع سے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

شور بر پا ہے خانۂ دل میں
کوئی دیوار سی گری ہے ابھی

اللہ کا جب کوئی برگزیدہ بندہ اس دارِ فانی سے کوچ کر کے عالمِ جاویدانی میں پہنچتا ہے تو اسکے غم میں خلقِ خدا پر کیا گزرتی ہے اس کا مشاہدہ اس وقت ہوا جب حضرتؒ کے نمازِ جنازہ میں شرکت کے لئے کاندھلہ کی سرحد سے ہی انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا ایک سمندر نظر آتا تھا۔ جو جوق در جوق عیدگاہ کی طرف پہنچ رہا تھا، ہر شخص ملتِ اسلامیہ کے اس عظیم فرزند کا آخری دیدار

کرنے اور اسے خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے مضطربانہ انداز میں اپنے جذبات کا اظہار کر رہا تھا، جس نے اپنی زندگی کی صحیح قدر و قیمت پہچان کر اسلامی تعلیمات کو عام لوگوں تک پہنچانے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے آفاقی پیغام کی دعوت و تبلیغ میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا، مرے مشفق و مربی استادِ محترم حضرت مولانا کامل صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی اشاعت دین کی تئیں قربانی کا دوران کے پیر و مرشد استاد خاص شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی حیات ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔

حضرت کی زندگی کے مختلف گوشوں پر نظر ڈالنے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ انہوں نے ہمیشہ حضرت شیخ الاسلامؒ کو اپنا آئیڈیل مانا اور تادم آخران کے نقش قدم پر چل کر ایک لائق شاگرد ثابت ہوئے۔

حق گوئی و بیباکی، زہد و تقویٰ، سادگی، عجز و انکساری، صلہ رحمی، دنیا کی بے ثباتی کا دل سے یقین اور آخرت کی ہر لمحہ فکر، یہ وہ چند خصوصیات تھیں جن کی وجہ سے انھیں ایک متواضع درویش کامل کا خطاب دیا جاتا ہے۔

وہ اس دور قحط الرجال میں امید کی ایک ایسی کرن تھے جس سے دل کو بہت تقویت حاصل ہوتی تھی۔ ان کے دم سے رشد و ہدایت اور تزکیۂ نفس کی محفلیں منور رہتی تھیں، اور اب ان کی جدائی سے یہ روحانی مجالس بھی سونی نظر آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ استاد محترم حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہٗ العالی کو ہمارے لئے بہترین نعم البدل ثابت فرمائے۔

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

عشق نبیؐ اور تواضع حضرت کی زندگی کے دو بڑے ہی نمایاں پہلو تھے۔ ایک مرتبہ حضرت کے سامنے ایک صاحب نے زیارتِ نبی کریمؐ کا خواب بیان کیا۔ وہ صاحب خواب بیان کرتے جاتے ہیں اور حضرت کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ اور زبان سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ کوئی میٹھی چیز چوس رہے ہوں، جیسے ہی وہ صاحب خواب بیان کرتے ہوئے نبی کریمؐ سے مصافحہ کا تذکرہ کرتے ہیں تو حضرت عجیب عاشقانہ انداز میں بے اختیار اس کے ہاتھوں کو چومنے لگتے ہیں پھر اپنی اس کیفیت کو جذب کرتے ہوئے ایک ایسے انداز میں بقیہ خواب سماعت فرماتے

ہیں، جس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

اگر حضرت کو کسی کے متعلق یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ سید ہے تو اس کے ساتھ انتہائی تواضع سے پیش آتے۔

ایک مرتبہ دہلی سے دو شخص ملاقات کے لئے تشریف لائے، ان میں سے ایک صاحب نے اپنا تعارف کراتے ہوئے جیسے ہی اپنے نام کے آگے سید لگایا تو حضرت فوراً چونک پڑے اور بڑی ہی متواضعانہ انداز میں ان کا اعزاز واکرام فرمایا۔

عنداللہ حضرت کا یہ مقام تھا کہ ابھی ماضی قریب میں ہی چند سال پہلے جمنا ندی میں طغیانی آئی ہوئی تھی، گنگوہ کے علاقہ میں چند گاؤں دولت پور وغیرہ اس کی زد میں آئے ہوئے تھے اور گاؤں بگّی بھی خطرے کے دھانے پر تھا، لوگ مارے ڈر کے گاؤں خالی کر رہے تھے، اسی دوران اللہ جانے کس طرح حضرتؒ وہاں پہنچ جاتے ہیں اور لوگ یہ دیکھ کر کہ گڑھی والے حضرت جی آ گئے، بڑے خوش ہوتے ہیں اور حضرت سے درخواست کرتے ہیں کہ حضرت جی دعا کر دے کہ ''اِس جمنا کا رُخ پَرے نے پھر جے اُدھر ہندور ہیں''۔ حضرت دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں اور یہ دعاء مانگتے ہیں کہ اے اللہ! اِدھر بھی تیرے بندے ہیں اور اُدھر بھی تیرے بندے ہیں اس جمنا کے بہاؤ کو بیچو بیچ کر دے۔ لوگ دیکھتے ہیں کہ ایک گھنٹے کے اندر اندر پانی کا رُخ تبدیل ہو جاتا ہے۔''

حضرت استادِ محترمؒ کا میرے ساتھ تعلیمی اور گھریلو زندگی میں جو مشفقانہ برتاؤ رہا ہے اس کو آج میرا قلم الفاظ کی لڑی میں پرونے سے قاصر ہے۔ حضرت والا نے ہر موڑ پر بڑے ہی مشفقانہ و ہمدردانہ انداز میں رہنمائی فرمائی، یہ حضرتؒ والا کی انتہائی محبت وشفقت کی بات تھی کہ بارہا آپؒ کے ساتھ سفر کرنے کا اور آپ کے فیوض و برکات سے مستفید ہونے کا موقع ملا۔ ایک مرتبہ حضرتؒ نے اساتذہ کے متعلق ادب واحترام کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ آج کل کے شاگرد تو بھائی استادوں کے سامنے یونہی پگڑی باندھ کر آجاتے ہیں۔ ہماری تو آج بھی ہمت نہیں ہوتی اپنے بڑوں کے سامنے اس طرح جاتے ہوئے۔

اور یقیناً حضرتؒ کی تواضع و ادب کا یہی حال تھا۔ میں نے دیکھا ہے کہ حضرت جب I.T.O. جمعیۃ علماء ہند کے دفتر پر حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحبؒ سے ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے تو پگڑی اتار دیتے، عصا اور چشمہ ایک طرف رکھ دیتے اور مسجد عبد النبی میں

ایک زانو بڑے ہی متواضعانہ انداز میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ زمین سے چمٹے جارہے ہیں بیٹھ جاتے اور حضرت کا کمرے سے باہر آنے کا انتظار فرماتے رہتے۔ جب حضرت مدنی باہر تشریف لاتے تو ایک عجیب متواضعانہ کیفیت میں کچھ نہ کچھ ھدیہ کے ساتھ ملاقات فرماتے۔ حضرت وہی شاہانہ انداز میں مولانا کو دیکھتے اور تبسم فرماتے اور فرماتے اچھا مولانا کامل ہیں؟ مولانا جی جی......'' پھر عام طور سے مختصر بات چیت کے بعد وہیں سے اجازت رخصتی کی چاہتے۔

اللہ نے آپ کو استغنائیت کا وہ مقام بلند عطا فرمایا تھا کہ جب جمعیۃ علماء ہند کے دفتر یا کسی امیر کبیر، اعلیٰ منصب پر فائز، سردار علی صاحب جج وغیرہ کے پاس جانا ہوتا تو پہلے ہی کھانے وغیرہ سے فارغ ہو جاتے، مرے زمانۂ طالب علمی میں دھلی میں ایک شخص تھے جو معاشی حالت سے بڑے ہی کمزور تھے کبھی کبھی ان کے یہاں پہنچ کر کھانا تناول فرماتے۔

حضرت کی تواضع کا یہی کچھ منظر حضرت جی مولانہ مفتی افتخار الحسن صاحب دامت برکاتہم کے یہاں بھی دیکھنے میں آتا۔ حضرت جی بھی مولاناؒ کا اکرام فرماتے اور خاص طور سے مولانا کے لئے صوفے کا انتظام کراتے؛ لیکن مولانا بغرض تعمیل حکم ایک لمحہ کے لئے بیٹھتے اور فوراً کھڑے ہو جاتے، ایک مرتبہ مجلس میں ایک شخص نے ہلکے انداز میں کہا یہ جو مولانا کامل ہیں، حضرت جی نے فوراً انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، خاموش اور پھر شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت نے فرمایا تھا،''یہ کامل ہے کامل''۔ پھر حضرت جی نے اس شخص کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا کہ مجھ سے پوچھتے ہو مولانا کامل کون ہیں؟ ارے مولانا سید حسین احمد مدنی سے پوچھو، وہ بتلائیں گے کہ مولانا کامل کون ہیں اور پھر فرمایا، خبردار! مولانا کامل نہیں حضرت جی مولانا کامل صاحب کہئے۔ اللہ اکبر کیا مقام بلند عطا فرمایا تھا اللہ تعالیٰ نے حضرتؒ کو۔

کس کس کمال کا اب کوئی تذکرہ کرے
ان کے ہر کمال میں لاکھوں کمال ہیں

میں نے حضرتؒ کے اندر جو غیر معمولی صفات دیکھیں ان میں اخلاص وللّٰہیت، اخفاء حال، انکساری وتواضع، رقت قلب، دینی حمیت، صبر وتحمل اور حقوق العباد میں احتیاط وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ سادگی وخلوص ان کی شخصیت کا جزو لاینفک تھی۔ مہمانوں کی تواضع ان کی گھٹی

میں شامل تھی۔ حتی الامکان اس میں کوئی کمی نہیں آنے دیتے تھے، جو چیز آسانی سے میسر ہوتی بلا تکلف پیش فرما دیتے تھے۔

ذاتی معاملات میں کسی کا رویہ اگر اپنے لئے تکلیف دہ محسوس کرتے تو عفوودرگزر کا معاملہ فرما کر اس کا جواب دینا بھی مناسب نہیں سمجھتے تھے۔

انھیں رسومات و دیگر خرافات سے بھی سخت نفرت تھی، شادیوں میں بیجا اسراف اور نمود و نمائش کے سخت مخالف تھے، بارات میں کثرتِ افراد کی شمولیت سے بھی بہت ناراض ہوتے تھے، اور ایسی شادی میں خود شریک ہونے سے انکار کر دیتے تھے۔

سخت سے سخت حالات اور طبیعت کی ناسازی میں بھی مسکراہٹ اور شیریں کلامی ان کا طرۂ امتیاز بنی رہتی۔ ایک مرتبہ جب حضرتؒ دھلی ایمس میں زیر علاج رہنے کے بعد گھر تشریف لائے تو چند دیہاتی عیادت کے لئے تشریف لائے، ایک بڑے میاں حضرت کو بڑی محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولے، ''ہجرجّی اتنا تو بَیمار رہے تو اَر تیرے منھ سے تو لگتا نی اَکُ بَیمار رہے تو۔'' حضرتؒ مسکراتے ہوئے: ہئ ہئ..... یہ تو اللہ نے ایسا ہی بنایا ہے۔

بالآخر ساری زندگی اسوۂ رسول اکرمؐ کا عملی نمونہ بنا رہنے والا یہ شخص ہولی فیملی ہوسپٹل کے روم نمبر ۳۱۳ سے گزرتے ہوئے میرٹھ ہوسپٹل کے I.C.U. میں اخیر شب میں ''**یا ایّھا الّذین آمنو االصبرو اوصابروا و رابطوا واتقوا اللّٰہ لعلکم تفلحون**'' کہتے ہوئے کلمہ طیبہ پڑھ کر خاموشی اختیار کر لیتا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے، پسماندگان اور ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

بچھڑے کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اِک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے

بہ قلم: مفتی محمد طیب قاسمی استاذ حدیث جامعہ ہذا

خندہ رو، روشن جبیں، شیریں سخن، تواضع و اخلاق کے پیکر، حلم و بردباری کے جبل عظیم، سنجیدگی و متانت کے کوہِ گراں، مہمان نواز، ملنسار، خوش خو، خوب رو۔ یہ خاکہ ہے خدارسیدہ بزرگ زاہد باصفا، عالم ربانی، ولیٔ کامل، نمونۂ اسلاف حضرت مولانا کامل صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کا، جو ہمیشہ کے لیے اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے، اوران کے وجود باجود سے ہم محروم ہوگئے، آپ کی وفات سے جو خلا ہوا ہے اس کو پر کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے، اللہ تعالی نے آپ کے اندر وہ صفات پیدا کی تھیں کہ جن کا ایک شخص میں جمع ہونا بظاہر محال نظر آتا ہے۔

اخلاقِ کریمانہ:

آپ اخلاق کریمانہ کا پیکر مجسم اور عظیم نمونہ تھے، ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا آپ کا وہ وصف جمیل تھا جو آپ کو اپنے ہم عصروں سے ممتاز کرتا ہے، کسی بھی نو وارد مہمان کو آپ سے مل کر ایسا محسوس ہوتا گویا آپ اس سے پہلے سے متعارف ہیں، باہر سے آنے والے مہمانوں کے لیے ملاقات کے لیے کوئی وقت متعین نہ فرمایا، گویا ملاقات کا سلسلہ تو تقریباً ۲۴ر گھنٹہ جاری رہتا۔ **له حاجب من أمر يشيده وليس له حاجب من طالب العرف حاجب**

یہاں تک کہ گرمیوں کی طویل دو پہر جس وقت تمام اہل مدرسہ محوِ خواب ہوتے، حضرت اس وقت بھی پوری دو پہر مہمانوں سے ملاقات میں گذار دیتے، فرماتے: ''بھائی! میں تو یہاں آرام سے بیٹھا ہوں، یہ بے چارہ دور دراز کا سفر کر کے گرمی کی شدت برداشت کر کے آرہا ہے۔'' مہمانوں کی دل جوئی اور تسلی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ فرماتے، اگر کوئی اپنے والد کا نام بتاتا یا کسی بھی غائب شخص کا حوالہ دیتا تو فرماتے: ''اچھا وہ ہمارے حاجی جی''، یا اس طرح کا کوئی جملہ ارشاد فرماتے جس سے مخاطب کو ایسا محسوس ہوتا کہ حضرت اس غائب شخص کو خوب جانتے ہیں، اور محبت بھی فرماتے ہیں۔

یہی وجہ تھی کہ خلاقِ عالم نے حضرت والا کو مقبولیت عامہ عطا فرمائی تھی اور آپ نو بجے مدرسہ

میں تشریف لاتے تو حضرت کی آمد سے پہلے ملاقات کرنے والوں کا ایک جم غفیر مدرسہ میں موجود ہوتا تھا، پھر نمازِ عصر تک یہی سلسلہ رہتا، عصر کے بعد گھر تشریف لے جاتے، تو وہاں بھی پہلے سے ملنے والے انتظار میں کھڑے ہوئے ملتے، عشاء کی نماز کے بعد تک ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہتا۔ ادھر صبح فجر کے وقت سے ہی معتقدین کی آمد کا سلسلہ شروع ہو جاتا، اگر راستہ میں گاڑی رکتی تو وہیں مصافحہ کرنے والوں کی بھیڑ لگ جاتی، غرض کہ اخلاقِ نبوی کا کامل واکمل نمونہ تھے۔

نرم دم گفتگو گرم دم جستجو:

آپ کا لہجہ انتہائی نرم اور شفقت آمیز تھا، ہر کسی کو بات کرنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا گویا آپ کو سب سے زیادہ محبت مجھ ہی سے، اسی لیے ہر کوئی پہلی ملاقات میں آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔ وہ ہر ایک پر باپ کی طرح مشفق اور مہربان نظر آتے تھے، اسی لیے سب لوگ آپ کو ''ابا جی'' کہتے تھے، شفقت، معصومیت، محبت ومودت آپ کے چہرہ سے عیاں ہوتی تھی، آپ کے پاس بیٹھ کر ایمان میں تازگی، روح میں بالیدگی اور قلب میں توانائی محسوس ہوتی تھی۔ دوسری طرف اپنے مشن کو آگے بڑھانے، مدرسہ کی آبیاری اور خدمت خلق میں انتہائی مستعد اور چست نظر آتے۔

تواضع آپ کی زندگی کا جلی عنوان تھا جس کے ہر خورد وکلاں معترف ہیں، خود کو چھوٹا سمجھنا، انکارِ ذات، فرطِ تواضع، اخفائے حال گویا آپ کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا، علماء واکابر کا بے پناہ احترام اور ان کے سامنے جھک جانا آپ کا وصفِ خاص تھا۔

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت سے بالکل متصل سامنے کھڑا ہو کر گفتگو کرنے لگا، حضرت نے فرمایا: بھائی! بیٹھ جاؤ، وہ بے چارہ گاؤں کا باشندہ ادب سے ناواقف حضرت کے برابر میں تخت پر بیٹھ گیا جب کہ اور سب لوگ نیچے بیٹھے ہوئے تھے، پھر حضرت نے فرمایا: بھائی! آپ تھک گئے ہوں گے، ذرا لیٹ جاؤ، وہ فوراً حضرت کے تخت پر لیٹ گیا اور حضرت تخت سے اتر کر نیچے بیٹھ گئے مگر پیشانی پر ذرہ برابر بھی ناگواری کے آثار نہیں آئے، یہ تواضع اور انکساری تھی، خودنمائی اور خود ستائی سے تو اللہ واسطے کا بیر تھا۔

چھوٹوں کی حوصلہ افزائی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے، ہر مدرس کو بڑے قاری صاحب، بڑے مولانا صاحب، بڑے مفتی صاحب وغیرہ کہہ کر پکارتے، ایک مرتبہ عاجز کے سامنے فرمایا: ''کل من کان فی مدرستی فھو کبیر''.

مدرسہ سے محبت:

انتہائی ضعف و علالت کے باوجود مدرسہ کے ہر کام سے بھر پور دلچسپی رکھتے، اور اس کی آبیاری کے لیے ہر دم کوشاں رہتے، ہر جگہ مدرسہ کا تعارف، مدرسہ کا مفاد پیشِ نظر رکھتے، اکثر یہ شعر پڑھا کرتے:

پھلا پھولا رہے یارب چمن میری امیدوں کا جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

اصلاحِ خلق:

آپ کے کارناموں میں ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے معاشرہ میں پھیلی ہوئی رسومات کے خلاف جنگ کی اور جہد مسلسل کرتے رہے، جس کا نتیجہ ہے کہ آج الحمدللہ شادی بیاہ کے موقع پر اس علاقہ میں رسومات نہ کے برابر محسوس ہوتی ہیں۔

آخری لمحات:

یوں تو اکثر آپ بیمار رہتے، بے شمار آپریشن ہوئے، لیکن جب وقتِ موعود آپہنچا، ساری تدبیریں ناکام ثابت ہوئیں۔ دھلی سے میرٹھ منتقل کیا گیا تو راستے میں آپ کی زبان پر یہ آیت تھی ﴿**یا أیها الذین آمنوا اصبرا و صابروا و رابطوا، و اتقوا الله لعلکم تفلحون**﴾۔
۱۵؍ربیع الاول ۱۴۳۶ھ مطابق ۷؍جنوری ۲۰۱۵ء بروز بدھ بوقت صبح علم وعمل کا یہ چراغ ہمیشہ کے لیے گل ہوگیا، اور پسماندگان کو ہمیشہ کے لیے داغِ مفارقت دے کر محبوبِ حقیقی سے جاملا

چوں مرگ آید تبسم برلبِ اوست

جنازہ میں خلق خدا کا بے پناہ جم غفیر جس سے سرزمین کاندھلہ تنگ نظر آرہی تھی آپ کی محبوبیت عنداللہ کی بین دلیل ہے۔ لوگوں نے آخری دیدار میں محسوس کیا کہ گویا حضرت مسکرا رہے ہیں۔

میرا قائد تھا وہ زندگی پیغام تھا جس کا
صداقت ذات تھی جس کی امانت نام تھا جس کا
وہ رفتہ رفتہ جس نے قوم کو منزل عطا کردی
کلی آغاز تھا جس کا چمن انجام تھا جس کا

کچھ یادیں کچھ باتیں

از قلم: مولانا محمد ارشد صاحب
صدر المدرسین جامعہ ہذا

"کن فی الدنیا کأنک غریب او عابری سبیل " شب وروز کے ہنگاموں میں نہ جانے کتنوں کے بارے میں یہ خبر ملتی ہے کہ وہ ہم سے رخصت ہو گئے ، بہت سوں کے چھوٹ جانے سے دل شدید رنج والم بھی محسوس کرتا ہے؛ لیکن ایسے لوگ کم ہی ہوتے ہیں، جن کی وفات کی خبر دلوں پر بجلی سی گرادے، جن کا آفتاب زندگی مشرق میں غروب ہوتو مغرب والے اندھیرا محسوس کریں اور جن کی یاد ان لوگوں کے دلوں میں بھی ایک ہوک پیدا کر دے، جو ان سے رشتہ داری کا رسمی رابطہ نہیں رکھتے۔ "اللہ تعالی حضرت ولیٔ کامل مولانا محمد کامل صاحب نور اللہ مرقدہ پر اپنی رحمت کی بارشیں برسائے" وہ ایسی ہی عظیم ہستیوں میں سے تھے۔ علم فضل کی دنیا میں کبھی کمی نہیں رہی لیکن اخلاص اور دین کی سچی تڑپ وہ جنس گراں ہے جو کہیں خال خال ہی ملتی ہے ، حضرت اپنے اخلاص وللہیت ، مجاہدانہ عزم وعمل اور پر خلوص خدمت کی وجہ سے علمی ، دینی ، سماجی حلقوں میں ہر دل عزیز شخصیت کے مالک تھے، جو شخص بھی علم ودین کی کچھ قدر و قیمت اور امت کی اصلاح کی تڑپ اپنے دل میں رکھتا ہے اس کے لئے ان کی وفات ایک عظیم سانحہ ہے، اللہ تعالی حضرتؒ پر اپنی رحمتیں نازل فرما کر انہیں دار آخرت کا سکوں اور چین نصیب فرمائے اور جنت الفردوس میں مقام ارفع واعلی عطا فرمائے۔

اب کیا ستائیں گی آپ کو دوراں کی گردشیں
اب آپ حدود سود و زیاں سے نکل گئے

ماں کی گود سے مکتب تک، مکتب سے اعلی تعلیم تک دین متین کی تبلیغ میں جو مشقتیں برداشت کیں تو اللہ تعالی نے حضرت کو اپنا محبوب بنانے کے لئے منتخب فرمالیا اور حضرت شیخ الاسلام مو لانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ بعد الوفات حضرت فدائے ملت مولانا سید اسعد مدنی نور اللہ مرقدہ کے ارادت مندوں اور عقیدت مندوں میں شامل فرمالیا، حضرتؒ کے یکے بعد دیگرے ان

حضرات کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے، جہاں علم کی حقیقت کے ساتھ ساتھ قلب کو سود و گداز نصیب ہوئی، اوران کے کردار وعمل کو اپنی زندگی میں جذب کیا، ان کا دل نشیں اور سبق آموز نمونہ حضرتؒ کے اعمال وکردار، گفتار، نشست و برخاست غرض یہ کہ ہر پہلو سے عیاں تھی، جس کی ہر جھلک ہمارے لئے عبرت وموعظت کا سرمایہ ہے، علم ودین اور اصلاح وارشاد کے حلقوں میں آپ کی شخصیت مرجع خلائق تھی اوراس بات کا زندہ ثبوت، کہ جو شخص اللہ کا ہو جائے اوراپنی ذات کو کتنا ہی چھپانے کی کوشش کرے لیکن اس کی سیرت وکردار کی خوشبو دور دور تک پہنچ کر رہتی ہے، حضرتؒ من کان للہ کان اللہ لہ کی عملی تفسیر تھے، اخفاء حال اعلی درجہ کا تھا، زندگی بھر اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کی، چنانچہ وہ حضرات جو حضرت کے بہت قریب تھے آپ کی عظمتوں سے وہ بھی واقف نہ ہو سکے، حضرتؒ ہمارے عہد کی ان یگانہ ہستیوں میں سے تھے جن کا وجود ہی امت کے لئے رحمتوں اور برکتوں کا باعث ہوتا ہے، اور جن کو اللہ تعالی کسی دور میں فیض رسائی کے لئے منتخب فرما لیتے ہیں، علماء میں ان کی ذات اس وقت ایسی تھی کہ مختلف نقطہ ہائے نظر کے لوگ نیز دیگر مذاہب والے بھی ان کے علم وفضل، تقدس وتقوی، جہد وعزیمت اور ملت کے دور کے نہ صرف معترف بلکہ اس کے آگے سر بہ خم تھے، اور مشکلات میں بڑے بڑے علماء اور دانشوروں کے لئے مرجع بنی ہوئی تھی۔

جمعیۃ علماء ضلع مظفر نگر کی صدارت کے لئے علماء کرام کسی ایک نام پر متفق نہیں ہو پا رہے تھے، حالات خراب ہونے کا اندیشہ تھا، ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جنہوں نے ایک جامع شخصیت کے لئے خوب غور وفکر کیا، نتیجہ میں حضرتؒ کے علاوہ کسی اور نام پر اتفاق نہ ہو سکا، کمیٹی نے جب حضرتؒ کے نام کا اعلان کیا تو جملہ ارکان جمعیت کے چہروں پر مسرت کی لہر دوڑ گئی اور کہیں سے کوئی دھیمی سی آواز بھی مخالفت کی نہیں آئی اور حضرت اس ٹرم کے بعد دوسرے ٹرم کے بھی بالاتفاق صدر منتخب ہوئے۔

حضرتؒ نے دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد اپنے شیخ اور اساتذہ کے مشورے سے موضع ٹپرانہ اوراس کے اطراف کو خدمت دین کے لئے میدان بنایا اور وہاں کے گل وغنچوں میں دین کی روح پھونکنے کی کامیاب کوشش کی لیکن مشیت ایزدی اس بات کی متقاضی ہوئی کہ حضرت کے فیض کو عام کیا جائے، دوسری طرف موضع گڑھی دولت کے مخلص ذمہ داروں اور بزگان دین

نیز حضرت کی خاموش کوششوں کے نتیجہ میں مئی ۱۹۶۲ء میں جامعہ بدرالعلوم کا قیام عمل میں آیا، جامعہ کے انتظام وانصرام کے لئے کئی عظیم شخصیات آئیں، لیکن تقدیری طور پر یہ سعادت حضرتؒ کے حصہ میں لکھی ہوئی تھی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

جامعہ کو اس وقت ایسے کھیون ہار کی ضرورت تھی جو دن بھر تعلیمی سرگرمیوں میں مشغول رہے طلبہ کی سہولتوں کا عمدہ انتظام کرنے کی کوشش کرے، عوام کی اصلاح کی فکر دامن گیر ہو، اور رات کا مخصوص حصہ میں اپنے رب کے ساتھ سرگوشی اور مناجات میں گذارے، امت اور دینی قلعوں کے لئے گرم گرم آنسو بہائے، اللہ تعالی نے بزرگوں کے دلوں میں حضرت کے نام کا القاء کیا اور ذمہ دار حضرات بزرگوں کے اشارے سے حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، بڑی محنت اور جدوجہد سے اس درعدن کو ٹپرانہ والوں سے حاصل کیا، حضرت نے بتلایا تھا کہ ''میں ٹپرانہ سے اس نیت سے آیا تھا کہ وہاں مشغولیات کم ہوجائیں گی اور اللہ کا نام لینے کا زیادہ موقع ملے گا''

۱۹۶۷ء میں جامعہ بدرالعلوم کے انتظام وانصرام کی ذمہ داری حضرتؒ کے کندھوں پر آئی اس وقت جامعہ مکتبی شکل میں تعلیمی سفر پر رواں دواں تھا، حضرتؒ نے شب وروز جامعہ کو اوڑھنا بچھونا بنا کر جو خدمت انجام دیں، حسن وانتظام کے جو جوہر ظاہر ہوئے، عشق الٰہی کے جو چراغ جلائے وہ اپنی مثال آپ ہیں۔

جامعہ کے تعلیمی سفر پر اگر طائرانہ نظر ڈالیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ تقریباً چالیس سال کے عرصہ میں جامعہ نے تعلیمی بلندیوں کو چھولیا اور حضرتؒ کی زندگی میں ہی الحمدللہ جامعہ میں دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کے ساتھ ساتھ تجوید وقرات اور دیگر علوم وفنون کے شعبہ قائم ہوگئے، اللھم زدفزد، اور اگر آپ جامعہ کی تعمیر پر نظر محبت مبذول فرمائیں تو جامعہ کی پرشکوہ عمارتیں اسلامی عظمت کا پتہ دیتی ہیں اور اس کی ہر ایک اینٹ سے کسی اللہ والے کا اخلاص ٹپکتا نظر آتا ہے، جملہ شعبہ ہائے زندگی کی خدمات سے قطع نظر تنہا جامعہ کی خدمت حضرتؒ کی علمی عظمت کے ثبوت کے کافی ہے، علم وفضل اور عظیم خدمات کے باوجود شخصیت ایسی کہ علم کے گھمنڈ یا تقدس وتقوی کے نازکی پرچھائیں بھی وہاں دور دور نظر آنے کا کوئی سوال نہ تھا سادگی بے تکلفی، ملنساری تواضع و

انکساری اور فنائیت کا ایسا پیکر جمیل کہ اللہ اکبر! اپنے سارے مقامات عالیہ کے باوصف چھوٹوں اور احباب سے ایسے گھلے ملے کہ کوئی پہچان بھی نہ سکتا تھا کہ یہ وہ عظیم ہستی ہے جن کی خدمات کے احسان اور تعلق مع اللہ کی وجہ سے لوگوں کی گردنیں جھکی ہوئی ہوتی ہیں۔

جب اللہ تعالی کسی شخص کو افادۂ خلق کے لئے چنتے ہیں تو اس کے دل میں اپنی مخلوق پر غیر معمولی شفقت ومحبت پیدا فرما دیتے ہیں، اسے امت کے ہر فرد کے ساتھ ایسا تعلق خاطر ہو جاتا ہے کہ وہ ہر شخص کے دکھ، درد اور ہر شخص کی راحت کو اپنی راحت تصور کرتا ہے حضرت نور اللہ مرقدہ کا معاملہ بھی یہی تھا انکے متعلقین ومتوسلین محبین لاکھوں سے بھی زائد ہوں گے، اتنے لوگوں کے ساتھ تعلق کو نباہنا انہیں کا حصہ تھا، ان میں سے ہر شخص یہ محسوس کرتا تھا کہ انہیں میرے ساتھ زیادہ خصوصی تعلق ہے اور وہ میرے رنج و راحت میں سب سے بڑھ کر شریک ہیں آج بھی بہت سارے حضرات اس کا اقرار واعتراف کرتے ہیں۔

امت مسلمہ ایک عظیم مصلح و مربی سے محروم

از: محبوب الرحمان ندوی کیرانوی

میں اتنا جذب کرلوں کاش ترے حسن کامل کو
تجھی کو سب پکار اٹھیں گزر جاؤں جدھر کو

یوں تو کاندھلہ کی سرزمین عالمی سطح کی عبقری شخصیات کو صدیوں سے جنم دیتی رہی ہے لیکن آج کا دور جس میں رجال کار کا بڑا خلا ہو چلا ہے اور قحط الرجال کی صورت حال ہے؛ مگر اس دور انحطاط کے باوجود کاندھلہ کی سرزمین کو آج بھی بحمد اللہ تعالی تولید افراد میں امتیازی شان حاصل ہے، چناں چہ ولی کامل حضرت مولانا کامل رحمتہ اللہ علیہ کاندھلہ کی سرزمین سے اٹھنے والی ایک ایسی ہی نابغۂ روزگار شخصیت کا نام ہے۔ راقم السطور کو حضرت رحمتہ اللہ علیہ سے پہلی مرتبہ شرف نیاز کس سن میں حاصل ہوا یہ تو حافظہ میں محفوظ نہیں ہے البتہ حافظہ کی قوت پر زور ڈالنے سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ غالباً ۲۰۰۰ء کے وسط میں راقم السطور ندوۃ العلماء سے موسم گرما کی چھٹی میں اپنے وطن کیرانہ آیا ہوا تھا اور باقاعدہ صمیم قلب سے حضرت موصوف رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے جامعہ بدر العلوم حاضر ہوا تھا۔

حضرت تھانویؒ کے بعد اصلاح و عمل کے میدان میں زوال پذیری کی جو کیفیت برپا ہے وہ بیان سے باہر ہے! کیوں کہ کمی اہل علم کی نہیں ہے، کمی علماء کی نہیں ہے، کمی صوفیاء اور دانش وروں کی بھی نہیں ہے، کمی اگر ہے تو صرف ان شخصیات کی جن کا عمل ان کے علم سے ہم آہنگ ہو علم و عمل میں جب جب بھی عدم مطابقت پیدا ہوتی ہے انقلاب صالح میں جمود پیدا ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ آج کی دنیا میں عالموں کی کمی نہیں، کالجوں کی کمی نہیں، درس گاہوں یونیورسٹیوں اور دارالعلوموں کی بھی کمی نہیں؛ بلکہ کالجوں، درس گاہوں، دارالعلوموں اور یونیورسٹیوں نے علماؤں پروفیسروں اور ڈاکٹروں کی جنس گرانمایہ کو بہت سستا کر دیا ہے! بہر حال ایسی صورتِ حال کے باوجود جس کو آپ المیہ کہیے، ٹریجڈی کہیے یا درد والم سے بھرے دیگر الفاظ سے یاد کیجیے، اس امت مسلمہ محمدیہ کے ساتھ اللہ تعالی کا روز اول سے ہی ایک خصوصی وصف و کرم یہ بھی رہا ہے کہ یہ امت

کسی دور میں بھی خواہ کیسا ہی دورِ انحطاط رہا ہو، زوال کی کتنی ہی اقسام میں امت گھری ہوئی رہی ہو، مایوسیوں کی سخت آندھیاں مسلط ہو چکی ہوں، ایسی خطرناک صورت حال میں بھی امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کبھی بھی اور کسی حال میں بھی بانجھ نہیں رہی ہے؛ بلکہ انقلابی افراد کو پیدا کرتی رہی ہے جن کے ذریعہ سے اصلاح و عمل کا مضبوط و منظّم کام قومی و ملی سطح پر اور اسی طرح تعلیمی و تربیتی نیز اصلاح معاشرہ کی سطح پر انجام پاتا رہا ہے۔

جی ہاں! یہی ہے اس امت کی وہ خصوصیت جس کی وجہ سے یہ امت آفاقی امت اور خیر امت جیسے معجزاتی القاب سے نوازی گئی ہے اور یہ امت کبھی بھی افراد کار اور مردان حر کی حیثیت سے عدم تسلسل کا شکار نہیں ہوئی ہے، چناں چہ ولی کامل حضرت مولانا محمد کامل صاحبؒ بھی انھیں مردان کار اور مردانِ حر کی سلسلۃ الذہب کی ایک اہم شخصیت کا نام تھا جو امت کے مختلف خوابیدہ شعبوں کو از سر نو بیداری کی راہ پر پھر سے گامزن کر کے اس دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف رب کے حضور حاضر ہوئے! تقبل اللہ جمیع اعمالہ وحسناتہ۔ ولی کاملؒ سے متعلق میں اپنی ان چند سطور کا رخ اختتام کی طرف موڑتے ہوئے یہ بھی عرض کروں گا کہ ہر چھوٹے کو بڑا بنانے میں اس کے دور کی کسی نہ کسی اہم و ممتاز شخصیت کی مثالی تربیت کو ہمیشہ دخل رہا ہے چناں چہ اس مثالی تربیت و فرد سازی کے لیے ولی کاملؒ کی شخصیت میں بھی سب سے نمایاں کردار شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کا رہا ہے جن کے نہ صرف حضرتؒ ارشد تلامذہ میں سے تھے؛ بلکہ باقاعدہ حضرت مدنیؒ کی خدمت میں علاوہ ضابطے کے مضبوط، رابطے کی شکل میں بھی اخذ و استفادہ فرماتے رہے ہیں اور حضرت مدنیؒ کے خادم خاص ہونے کا شرف بھی آپ کو حاصل ہے، نیز حضرت شیخ الاسلامؒ کی حیات پاک ہی میں مدنی مسجد میں بیک وقت امامت و مؤذنی جیسے مناصب جلیلہ پر بھی فائز رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ حضرت مدنیؒ جیسے مرشد کامل کی آغوش علمی سے فیض علم و تربیت پانے والی یہ شخصیت بہت جلد عوام و خواص کی نگاہ میں مولانا محمد کامل سے ولی کامل ہو گئے۔ معروف دینی درس گاہ بدر العلوم کو ایک مکتب سے مدرسہ اور پھر مدرسے سے جامعہ بنانے میں حضرتؒ کی شب و روز انتھک کوششوں اور ۴۸ سالہ مخلصانہ و مثالی جدوجہد اور کاوشوں کو ہی عملی دخل ہے، چناں چہ راقم السطور نے ماضی قریب کی اس کوہ گراں علمی و روحانی شخصیت کو بذریعہ سائیکل بھی قریہ قریہ اسفار کرتے دیکھا ہے اور یہ ان کے عام معمولات زندگی میں شامل تھا، ورنہ کتنے بے شمار حضرات ہیں جو اتنے بڑے عہدے پر فائز

ہوکر تکلفات و بناؤ سنگار کا مجسم نمونہ بنے رہتے ہیں؛ مگر حضرتؒ کا رہنے سہنے کا انداز سادہ اور تکلفات سے دور تھا معمولی لباس پہنتے، ان کی سج دھج میں کوئی امتیازی شان نہ پائی جاتی تھی طبعیت نہایت متواضع تھی، فراست مؤمن بھی اللہ نے ان کو بخشی تھی اور ساتھ ہی حرم کعبہ کے کبوتر کی طرح بھولے بھالے بھی تھے، اس بھولے پن سے بعض اہل غرض جا و بیجا دنیوی فائدہ اٹھانے کی بھی کوشش کرتے، ان کی ذات سے لوگوں کو دین ہی کا نہیں، دنیا کا بھی فائدہ پہنچتا رہا، کوئی اپنی پریشانی ظاہر کرتا تو اس کی داستان غم سن کر ہر ممکنہ امداد کے لیے تیار ہو جاتے اور اپنے ذاتی معاملات اور ضرورتوں کے لیے محتاط اور انتہائی غیور و خوددار! مگر دوسروں کی امداد و اعانت کے واسطے کشادہ دست!

اب یہ ہم سب کا فرض ہے کہ حضرت والاؒ کے مقصد کے حصول کے لیے جو حقیقت میں اسلام کا مقصد ہے جدو جہد کریں اور اپنے آپ کو اسلامی سانچے میں ڈھال کر اللہ کے مطیع و فرمانبردار بندے بن جائیں اور دوسروں کے دامنوں کے دھبے دیکھنے سے پہلے اپنے گریبانوں پر بھی ایک نظر ڈال لینی چاہیئے کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ مسیحا نفسی کے دعویدار خود ہی بیماری میں مبتلا ہوں! اور اس سلسلے میں حضرت والاؒ کے صحیح اور سچے جانشین اور انھیں کے چشمۂ صافی سے سیراب ہونے والے معروف عالم دین و شیخ الجامعہ گرامی قدر حضرت مولانا محمد عاقل صاحب دامت برکاتہ سے نہ صرف رجوع ہونا چاہیے بلکہ خاص طور پر اپنے بیمار معاشرے کی اصلاح کی خاطر حاضر خدمت ہو ہو کر ایک سچا نکھرا اور صالح اسلامی معاشرہ وجود میں لانے کیلئے دامے درمے قدمے سخنے انکا معاون و مددگار بننا چاہیے۔

بیشک حضرت ولی کاملؒ اس دنیا سے چلے گئے! فنا جو ہر نفس کے لیے مقدر کردی گئی ہے اس کی دست و برد سے وہ بھی نہ بچ سکے، ہم جو آج جی رہے ہیں ہم پر بھی یہی گھڑی آنے والی ہے شہرتیں ناموریاں اور مال وزر کے انبار سب اسی دنیا میں رہ جاتے ہیں، ساتھ جو چیز جاتی ہے وہ صرف اعمال ہیں، یہی زادراہ اور توشۂ منزل ہے، اور یہی حضرت والاؒ کا پیغام ہے، آؤ اس منزل کے لیے کچھ کر رکھیں! نماز جنازہ لاکھوں کی تعداد میں برکۃ العصر و بقیۃ السلف حضرت اقدس الشاہ افتخار الحسن صاحب کاندھلوی حفظہ اللہ نے پڑھائی جن کے آپ اجل خلفاء میں سے بھی تھے۔ امید کامل ہے کہ انشا اللہ اس سے ان کے درجات میں مزید اضافہ ہی ہوگا، والعاقبۃ للمتقین۔

مٹی میں اک چراغ رکھ دیا ہے
تاکہ زمیں بھی روشن رہے

شیخ کامل یادِ رفتگاں رخصت ہوا

مضمون نگار: نامعلوم

حق سبحانہ تعالی کا یہ بھی بہت بڑا احسان ہے کہ ہر دور میں وہ اپنے کامل بندوں کو انسانوں کی ہدایت ورہ نمائی کے لیے اس عالم میں بھیجتا رہا، ایسے اکابر امت جن کی زندگیاں شریعت اسلامیہ اور سنت نبویہ کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہیں، علم وعمل کی خصوصیات اور امتیازات سے متصف اور ان کے اخلاق بڑے کامل اور اعلیٰ درجے کے ہوتے ہیں، ان کے ذریعہ اللہ تعالی ہزاروں ہزار انسانوں کو ہدایت مرحمت فرماتے ہیں۔

انہی کاملین اور اللہ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہماری ممدوح شخصیت یعنی حضرت مولانا محمد کامل قدس سرہ بھی ہے، جن کی ذاتِ گرامی رشد وہدایت کا مہر درخشاں تھی، جن کا وجود سب کے لیے باعثِ رحمت وبرکت تھا، جو موجودہ دور میں علم وعمل کی حامل عظیم شخصیت اور قرنِ اول کی جیتی جاگتی تصویر تھے، جن کا دل خشیت اور خوفِ آخرت سے معمور تھا، جو اپنے اوصاف حمیدہ کی وجہ سے ہر دل عزیز اور اکابر واسلاف کے سچے جانشین تھے، جن کی کوششوں سے بے طلبوں میں طین کی طلب پیدا ہوئی، سینکڑوں کی زندگیوں میں دینی انقلاب رونما ہوا، جن کا امتیازی وصف غایۃ تواضع اور سراپا عجز وانکسار تھا، جن خلوت وجلوت میں اخلاقِ رسول کی جھلک پائی جاتی تھی، سنتِ رسول ﷺ کا اتباع ملتا تھا، وہ نہایت خوش مزاج، بڑے خلیق، شگفتہ طبیعت اور ملنسار تھے، ان کی ذاتِ گرامی کمال حلم ودر گزر، سخاوت، سیر چشمی، شفقت ومروت کا پیکر تھی، استغناء، استقامت، استقلال، صبر وشکر جیسی صفات ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں، وہ لوگوں کا دکھ درد سنتے تسلی دیتے، دل جوئی فرماتے، دعاؤں سے نوازتے، خیر خواہانہ مشورہ عنایت فرماتے تھے، غرضیکہ ہر شخص کے ساتھ اخلاقِ کریمانہ سے پیش آتے، خندہ پیشانی سے ملتے، حتی الامکان اس کی حاجت وپریشانی کا مداوا کرتے تھے۔

ان کی پرخلوص نصائح پر اثر ہوا کرتی تھیں، ان کی نرم ونازک گفتگو کانوں میں رس گھولتی تھی، ان کی سیدھی سادی باتوں سے طبیعت میں نشاط، روح کیف ولذت سے سرشار اور دل تازہ ہو جاتا تھا؛ یہی وجہ ہے کہ لوگ بھی ان کی بات مانتے اور اثر قبول کرتے تھے۔ حق تعالی نے آپ کو بے حد

مقبولیت اور محبوبیت سے نوازا تھا، اور آپ کی ذات میں ایسی کشش، جاذبیت اور وجاہت رکھی تھی، جس کی بڑے بڑے عہدہ داروں اور بڑے سے بڑے مال داروں کو ہوا بھی نہیں لگتی۔ وہ جہاں جاتے لوگ جوق در جوق پہنچتے، عوام وخواص سبھی عزت واحترام کا معاملہ کرتے اور عقیدت سے پیش آتے تھے، ہزاروں لوگ ان کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے، یہ آپ کے مقبول عند اللہ ہونے کی روشن علامت ہے؛ ان کا دسترخوان بھی بڑا وسیع تھا، خاطر مدارات اور مہمان نوازی نہایت خوش دلی سے فرماتے، ان کی زندگی بہت سادہ اور بے تکلف تھی، تصنع وبناوٹ، ظاہری ٹیپ ٹاپ، مشیخت اور لوزومات درویشی سے کوسوں دور تھی، ان کے دریائے فیض سے ہر شخص ہر وقت فائدہ حاصل کرسکتا تھا، یہاں تک سخت بیماری میں بھی یہ سلسلہ فیض بند نہ ہوتا تھا۔

تواضع وخاکساری کا اظہار الفاظ کے ذریعہ تو خوب ہوتا ہے؛ مگر مولانا کی ذات واقعی تواضع وخاکساری کی اعلیٰ مثال تھی۔ بزرگوں کی خانقاہوں میں فنائیت یعنی اپنے کو مٹانے پر بہت زور دیا جاتا ہے؛ مگر اس کے نمونے خال خال ہی دیکھنے کو ملتے ہیں، مولانا کی شخصیت اس کا سراپا عملی نمونہ تھی۔

اللہ نے ان سے بہت کام لیا، بہت سے مدرسے ان کی سرپرستی میں چل رہے تھے، علاقہ میں انھوں نے نہ جانے کتنے مکاتب کا جال بچھایا، برادری کے نزاع ختم کرائے، ایک دوسرے کو سمجھا کر آپس میں شیر شکر وکیا، بے ہودہ خلافِ شریعت کاموں اور فضول رسموں کو حکمتِ عملی سے مٹایا، اخلاصِ نیت، اخلاصِ عمل کی دولتِ بے بہا ان کے خمیر میں شامل تھی، خدمتِ خلق اور اصلاحِ امت کی فکر، درد مندی اور دل سوزی کافی حد تک دامن گیر تھی، شفقت علی الخلق اور ان کا جذبۂ تبلیغ پیرانہ سالی، ضعف ونقاہت؛ بلکہ علالت در علالت کے باوجود چین سے بیٹھنے نہیں دیتا تھا، سفر پر سفر اور رشد وہدایت کا سلسلہ تاحیات جاری رہا۔

گڑھی دولت کے مدرسہ کے انتظام وانصرام کے لیے جب آپ کا انتخاب ہوا، تو اس وقت یہ مدرسہ بالکل ابتدائی حالت اور معمولی مکتب کی شکل میں تھا، ان کی مخلصانہ جدوجہد کا آغاز ہوا تو انھوں نے رات دن ایک کرکے پوری محنت اور دل چسپی کے ساتھ مدرسہ کا معیار بلند کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا شمار علاقہ کے معروف وباوقار اداروں میں ہونے لگا، آج اس میں دورۂ حدیث تک مکمل تعلیم ہوتی ہے، وہ ایسا دینی قلعہ تعمیر کرگئے جو علوم نبوت کے طالبان کا تعلیمی وتربیتی مرکز اور تہذیبِ اخلاق کا گہوارہ بن کر تشنگانِ علم ومعرفت کو سراب کررہا ہے۔

تعزیتی خطوط و منظوم کلام

تعزیت نامہ

از: حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم
مہتمم دارالعلوم دیوبند

عزیز گرامی جناب مولانا محمد عاقل صاحب شیخ الحدیث جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت (کاندھلہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مولانا محمد کامل صاحب کے سانحۂ ارتحال کی خبر سن کر قلبی رنج وافسوس ہوا۔ حضرت مولانا مرحوم ایک قدیم فاضل دارالعلوم تھے، اور دارالعلوم دیوبند کو ان کی شخصیت پر ناز تھا۔ ہمیشہ انہوں نے دینی، تعلیمی اور ملی مسائل میں رہنما خدمات انجام دی ہیں۔

مرحوم کو اپنی مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند سے اور اکابر دارالعلوم سے بے پناہ لگاؤ اور تعلق تھا، چناں چہ دارالعلوم دیوبند کے غلہ اسکیم کا موقع یا کوئی دوسرا موقع ہو، ہمیشہ انہوں نے بڑی دلچسپی اور جدوجہد کے ساتھ اپنی مادر علمی کے لیے حق ادا کیا ہے۔ تعلیمی سلسلہ کے ساتھ ساتھ علاقہ میں رشد وہدایت کا سلسلہ بھی جاری رکھتے تھے، فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی قدس سرہ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔

خدائے عز وجل حضرت مرحوم کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اور آپ کی دینی وملی خدمات کو قبولیت عطا فرماتے ہوئے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

دارالعلوم دیوبند میں ایصال ثواب کا بھی اہتمام کیا گیا ہے، اور دارالعلوم دیوبند سے حضرت مولانا عبدالخالق سنبھلی نائب مہتمم دارالعلوم کی سرکردگی میں ایک وفد تدفین میں شرکت اور اظہار تعزیت کے لیے پہنچ رہا ہے، اس خادم دارالعلوم کی طرف سے تعزیت مسنونہ قبول فرمائیں۔

دعاء ہے کہ اللہ جل شانہ آپ تمام اہل خانہ اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مدرسہ بدر العلوم کو مرحوم کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین!   والسلام

(مولانا مفتی) ابوالقاسم نعمانی
مہتمم دارالعلوم دیوبند
۱۴۳۶/۳/۱۵ھ = ۲۰۱۵/۱/۷ء

تعزیت نامہ

از: حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب منصور پوری دامت برکاتہم

صدر جمعیۃ علماء ہند

محترم المقام جناب مولانا محمد عاقل صاحب و برادران السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے والد ماجد حضرت مولانا کامل صاحب کے سانحۂ ارتحال سے دلی رنج وغم ہوا ہے، یہ محض ایک فرد کا انتقال نہیں ہے، جس کے اٹھ جانے سے ایک گھر کے افراد متاثر ہوتے ہیں؛ بلکہ ایسی شخصیت کی رہ نمائی سے ملت کے بہت سے افراد محروم ہوجاتے ہیں، جس کی حیثیت ایک انجمن کی ہوتی ہے، مولانا مرحوم کی دینی، تعلیمی اور جماعتی خدمات ہمارے سامنے ہیں، جہاں ان کا تعلق دارالعلوم دیوبند سے مسلکی و تعلیمی حیثیت سے تھا، وہیں وہ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد نوراللہ مرقدہ سے سلسلہ تلمذ بھی رکھتے تھے، اس کے علاوہ حضرت فدائے ملت مولانا سید اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت واجازت کا رشتہ بھی تھا، حضرت فدائے ملت رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت وارشاد کے علاوہ اپنے ذکر کی مجالس بھی کیا کرتے تھے، اور اس مجلس میں ذاکرین بڑی تعداد میں شریک ہوتے تھے، اور کافی حضرات مستفید ہوتے تھے۔ مجلس عاملہ جمعیۃ علماء ہند کے مدعو خصوصی بھی تھے، پابندی سے سالانہ میٹنگوں میں وہ شرکت فرمایا کرتے تھے۔ وہ مقامی اور ضلعی سطح پر بحیثیت ایک عہدے دار صدر کے جمعیۃ علماء ہند سے تاحیات وابستہ رہنے کے ساتھ سلوک واحسان کی روشنی بھی پھیلاتے رہے، وضع داری اور سادگی میں اپنے بزرگوں کے نمونہ تھے، جس کے سبب علاقے کے لوگ ان کے گرویدہ تھے، ان کے سانحۂ ارتحال سے جہاں جماعتی خسارہ ہوا ہے، وہیں دینی وملی لحاظ سے بھی نقصان ہوا ہے، ان کی مختلف جہات سے اصلاحی، سماجی، جماعتی اور دینی خدمات ناقابل فراموش ہیں، دینی تعلیم کی اشاعت کے لیے انھوں نے جو کام کیا ہے اس سے جہاں ملت فیض یاب ہوتی رہے گی، وہیں اس کا اجر بھی ان کے نامۂ اعمال میں درج ہوتا رہے گا، ہم جمعیۃ علماء ہند اور اس کے وابستگان کی طرف سے آپ کے رنج وغم میں برابر کے شریک ہیں، اور بارگاہ رب العزت میں دعا کرتے ہیں کہ وہ مولانا مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے اور تمام متعلقین ولواحقین کو صبر جمیل کی توفیق ارزانی دے۔ آمین! فقط والسلام

(مولانا) محمد عثمان منصور پوری

صدر جمعیۃ علماء ہند

تعزیت نامہ

از: حضرت مولانا مفتی محمد راشد صاحب اعظمی

استاذ دارالعلوم دیوبند

محترم المقام حضرات صاحبزادگان مولانا محمد کامل صاحب نور اللہ مرقدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے حادثۂ وفات سے بے حد صدمہ ہوا، اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس سے سرفراز فرمائیں، اور آپ حضرات کو صبر جمیل کی دولت سے نوازیں۔

حضرت مولانا رحمہ اللہ کی ہستی غنیمتِ روزگار تھی، حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ اور فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی نور اللہ مرقدہ کے وہ خصوصی فیض یافتہ اور ان لوگوں کے مکمل نقش قدم پر تھے، دینی، تعلیمی، اصلاحی اور روحانی اعتبار سے ان کی خدمات بے حد قابل قدر ہیں۔ مدرسہ بدر العلوم گڑھی دولت ان کا عظیم کارنامہ اور یادگار ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کے اخلاف کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے، مدرسہ اور ان کے چھوڑے ہوئے دیگر تمام کاموں کو رواں دواں اور سرگرم عمل رکھے۔ اب ان جیسے لوگوں کو دیکھنے کے لیے آنکھیں ترستی رہیں گی، اللہ ہم سب لوگوں پر رحم فرمائیں۔ آمین!

والسلام

(مفتی) محمد راشد اعظمی

دارالعلوم دیوبند

تعزیت نامہ

از: حضرت مولانا محمد عباس صاحب مدظلہ

نائب مہتمم مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور، ضلع سہارنپور

مکرم ومحترم جناب حضرت مولانا محمد عاقل صاحب شیخ الحدیث جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے والد محترم حضرت مولانا محمد کامل صاحب کی وفات حسرت آیات کی خبر سے بے حد صدمہ ہوا اور بے اختیار آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔ **إنا للہ و إنا الیہ رجعون ، ما شاء اللہ کان و ما لم یشأ لم یکن، غفر اللہ لہ و أسکنہ جنتہ الفردوس و أفاض علیہ شآبیب غفرانہ و أدعو اللہ أن یفرغ علی قلوبکم صبرا جمیلا و علی من فقدتم أجرا جزیلا بلطفہ و رحمہ ، آمین بحرمۃ سید المرسلین** صلی اللہ علیہ وسلم

دنیا اور مافی الدنیا کی ساری رعنائیاں فانی وزوال پذیر اور ختم ہونے والی ہیں، ہر وجود کو فناء ہے، ہر نمود زندگی کے لیے موت کا تلخ جام ہے، دنیا کی ساری کہکشائیں، برگ وبار، یہ اچھوتے مناظر، بھاگتی دوڑتی انسانی زندگی کی بے پناہ امیدیں موت کے ایک ہی جھونکے میں اپنا وجود ختم کردیتی ہیں اور ساری کی ساری خواہشات ہزاروں من مٹی کے نیچے دب کر رہ جاتی ہیں، خدائی قانون "**کل نفس ذائقۃ الموت**" عام اور اٹل ہے، ایسا موجبہ کلیہ ہے کہ اس سے کسی فردِ بشر کا بھی استثناء نہیں ہے۔ حضرت مولانا محمد کامل صاحب بھی اسی ابدی حقیقت کی تصویر بن کر اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے، **إن للہ ما أخذ و لہ ما أعطی، و کل عندہ بأجل مسمیً ، فلتصبر و لتحتسب** ،صبر اختیار کرو اور اجر وثواب کی امید رکھو۔ روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارا گیا، تو حق تعالی شانہ کی جانب سے ارشاد ہوا: اے آدم بچے جنو فناء ہونے کے لیے اور مکان بناؤ اجڑنے کے لیے کسی عربی شاعر نے اس کی نقشہ کشی کی ہے:

ألا ! یا ساکن القصر المعلی	**ستدفن عن قریب فی التراب**
لہ ملک ینادی کل یوم	**لدوا للموت و ابنوا للخراب**

قلیل عمرنا فی دار دنیا　　　و رجعنا إلی بیت التراب

آپ نے حضرت والا کی صحت وشفایابی کے لیے دعاء اور دوا میں کوئی کسر نہ چھوڑی، وقت موعود آچکا تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: ''إذا المنیة أنشبت أظفارها ألقیت کل تمیمة''؛ لہٰذا مشیت الٰہی پر راضی رہنا ہی کاملین کا شیوہ ہے۔

حضرت مولانا جید عالم دین، شریعت وطریقت کے جامع، صوفی باصفا اور تواضع وفنائیت میں اسلاف کا نمونہ تھے، دین کی تعلیم وتبلیغ کے مبارک میدان میں آپ کی بے پناہ مساعی جمیلہ ہیں، پورے علاقے میں آپ کے علمی وروحانی برکات واثرات عام ہیں، جامعہ بدر العلوم گڑھی دولت آپ کا زندہ جاوید شاہ کار ہے۔ دعاء ہے کہ رب العزت جامعہ کو آپ کے لیے تا ابد صدقۂ جاریہ بنائے اور ہر قسم کے شر وآفات سے مامون رکھتے ہوئے مزید ترقیات سے نوازے، آپ کے تمام اخلاف کو آپ کے نقوش پر قائم رہنے کی توفیق ارزاں فرمائے۔ آمین!

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی وفات پر ایک بدوی نے ان کے صاحبزادے حضرت عبد اللہؓ کی تعزیت کی اور چند اشعار کہے تھے، جن کو بندہ نقل کرتا ہے، امید ہے کہ آپ کی تسلی کے لیے مفید ثابت ہوں گے۔

اصبر تکن بک صابرین فإنما　　　صبر الرعیة بعد صبر الرأس

خیر من العباس أجرک بعده　　　و اللہ خیر منک للعباس

تعزیت نامہ اگر چہ آپ کے نام ہے؛ مگر اس کے مخاطب آپ کے برادران اور تمام پس ماندگان ہیں، سب کو سلام و دعاء اور تعزیت کا مضمون پیش فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ شانہ حضرت والا کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور تمام اخلاف کی اس موقع پر مدد اور دستگیری فرمائے۔

بفردوس اعلیٰ بود جائے او　　　بہشت بریں بود ماویٰ او

مدرسہ فیض ہدایت رحیمی میں حضرت والا کے لیے اجتماعی طور پر بھی قرآن خوانی اور ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین!

(مولانا) محمد عباس
نائب مہتمم مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور

تعزیت نامہ

از: حضرت مولانا مفتی بن یامین صاحب مدظلہ

مہتمم مدرسہ قاسم العلوم تیوڑہ ضلع مظفرنگر

مکرمی جناب مولانا محمد عاقل صاحب.................زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۷؍جنوری ۲۰۱۵ء کو جمعیۃ علماء ہند کے اہم ذمہ دار مدرسہ اسلامیہ عربیہ بدرالعلوم گڑھی دولت کے سرپرست حضرت مولانا محمد کامل صاحب کے انتقال پرملال کی خبر سنی، تو مدرسہ میں رنج وغم کے بادل چھاگئے۔

تمام طلبہ واساتذہ نے قرآن خوانی کا اہتمام کیا، اور حضرت والا کے لیے ایصالِ ثواب کیا، اللہ تعالی حضرت کو کروٹ کروٹ چین وسکون نصیب فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین!

حقیقت یہ ہے کہ موصوف کے حادثۂ رحلت سے نہ صرف ''مدرسہ بدرالعلوم'' عظیم سرپرست ومنتظم سے محروم ہوا؛ بلکہ ملت اسلامیہ کا ایک عظیم رہنما جاتا رہا، جس کی تلافی بظاہر مشکل نظر آتی ہے؛ لیکن ''کل نفس ذائقة الموت''.

بلاشبہ موت برحق ہے، ہر ایک کو اس راہ سے گذرنا ہے؛ مگر بعض شخصیتیں اپنی خصوصیات کی وجہ سے لوگوں کے دلوں پر گہرا اثر چھوڑ جاتی ہیں، حضرت والا بھی انہیں میں سے تھے۔

مجلس میں تمام ہی حضرات آپ کے ساتھ رنج وغم میں شریک ہیں اور دعاء گو ہیں کہ اللہ تعالی اہل وعیال اور سب متعلقین وجملہ محبین وعقیدت مندوں کو صبر جمیل اور استقامت نصیب فرمائے۔

والسلام

محمد بنیامین عفی عنہ

خادم مدرسہ قاسم العلوم تیوڑہ

تعزیت نامہ

از: مولانا اسماعیل صادق و مولانا میر زاہد صاحبان

جامعہ فلاحِ دارین بلاسپور، ضلع مظفر نگر

مشفق و مکرم حضرت مولانا محمد عاقل صاحب دامت برکاتکم وعمت فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

مؤرخہ ۱۶ /ربیع الاول ۱۴۳۶ھ مطابق ۸/جنوری ۲۰۱۵ء چہارشنبہ کے اخبار روزنامہ ’’عزیز الہند‘‘ میں یہ رنج دہ خبر پڑھ کر افسوس ہوا کہ جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت کے روح رواں و مہتمم حضرت مولانا محمد کامل صاحب قدس سرہ اس دارِفانی سے رحلت فرماگئے۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون

حضرت مولانا کا سانحۂ وفات ملتِ اسلامیہ کے لیے یقیناً بڑا خسارہ ہے، خاص طور پر جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت کا عظیم نقصان ہے، اللہ تعالی حضرت موصوف کا نعم البدل عطا فرمائے اور حضرت مولانا مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے، پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین!

اطلاع ملتے ہی دعاء مغفرت اور ایصال ثواب کی سعادت ملی، جامعہ کے اساتذہ اور سبھی طلبہ نے حضرت مولانا مرحوم کے لیے ایصال ثواب کا اہتمام کیا۔

إن للہ ما أخذ و لہ ما أعطی، و کل عندہ بأجل مسمیً ، فلتصبر و لتحتسب

ایسے موقع پر بدوی بزرگ نے جو تعزیت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں پیش کی تھی، وہ عرض ہے:

خیر من العباس أجرک بعدہ　　　و اللہ خیر منک للعباس

حضرت مولانا قدس سرہ نہایت سادگی و یکسوئی اور اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ دینی و علمی خدمات میں مرض الوفات تک مشغول رہے۔ اور ایک طویل عرصہ تک طالبین علوم نبوت کو اپنے علوم و معارف سے فیض یاب کرتے رہے، بلاشبہ ان کے تلامذہ اور لائق شاگردوں کی جماعت ان کے لیے بہترین صدقۂ جاریہ ہے، جمعیۃ علماء کے پلیٹ فارم سے بھی حضرت والا قدس سرہ نے

نمایاں خدمات انجام دیں، جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت کے ذریعہ علاقہ سے جہالت، بدعت اور تاریکی دور کرنے میں اہم کارنامہ انجام دیا، جسے علاقے کے لوگ کبھی فراموش نہیں کریں گے؛ بلکہ ہمیشہ مولانا مرحوم کے احسان مندر ہیں گے، ان کی وفات سے یقیناً ایک خلاء پیدا ہوگیا ہے۔ اللہ رب العزت آں جناب کو ان کا حقیقی جانشیں اور خلف الرشید بنائے اور حضرت مولانا مرحوم کو اعلی علیین میں مقام نصیب فرمائے۔ آمین! والسلام

محمد اسماعیل صادق، میرزاہد مکھیالوی
خادمان جامعہ فلاح دارین الاسلامیہ بلاسپور
یکم ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ

تعزیت نامہ

از: جناب مولانا محمد الیاس صاحب مفتاحی قاسمی

محترم المقام جناب حضرت مولانا محمد عاقل صاحب واہل خاندان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

باعث تحریر ایں کہ حضرت مولانا محمد کامل صاحب مہتمم مدرسہ بدر العلوم گڑھی دولت کی خبر وفات سن کر نہایت افسوس ہوا، ان کی وفات ہمارے لیے ایک عظیم سانحہ ہے، آپ کی وفات سے امت مسلمہ ایک عظیم علمی، دینی، روحانی شخصیت سے محروم ہوگئی ہے، اور عالم اسلام میں ایسا خلا پیدا ہوگیا ہے جس کا پر ہونا بظاہر مشکل ہے۔ ع: ایسا کہاں سے لائیں تجھ سا کہیں جسے

لیکن اللہ تبارک وتعالی نے روزِ اول سے ہی ''کل نفس ذائقة الموت'' کا ایسا اصول بنا دیا ہے جس سے کسی کو راہِ فرار نہیں، موت ہم سب کا انجام ہے۔

الموت كأس كل ناس شاربها القبر باب كل ناس داخلها

موت ایسا پیالہ ہے کہ ہر انسان اس کا پینے والا ہے، قبر ایسا دروازہ ہے کہ ہر انسان اس میں داخل ہو کر رہے گا۔ نہایت ہی خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو کہ پہلے سے اس کی تیاری رکھتے ہیں، موصوف بھی ان ہی میں سے ایک تھے، اللہ تعالی امت مسلمہ کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

جامعہ بیت العلوم میں تعزیتی اجلاس منعقد کر کے موصوف کی خوبیوں پر روشنی ڈالی گئی، اور قرآن خوانی وکلمۂ استغفار کے ذریعہ ایصال ثواب کیا گیا۔ انشاء اللہ آئندہ بھی ایصال ثواب کا سلسلہ جاری رہے گا۔

دعاء ہے کہ باری تعالی مرحوم کی قبر کو نور سے منور فرمائے، اور درجات کو بلند فرما کر کروٹ کروٹ راحت نصیب فرمائے، اور جنت الفردوس میں اعلی مقام نصیب فرمائے، اور جملہ پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

غم گسار، آپ کا مخلص

(مولانا) محمد الیاس مفتاحی قاسمی

مہتمم جامعہ اسلامیہ بیت العلوم پپلی مزرعہ

تعزیت نامہ

من محمد شاكر بن محمد أيوب المظاهرى

إلى الشيخ محمد عاقل حفظه الله تعالى

السلام عليكم و رحمة الله و بركاته

أرجو أن تكونوا فى خير وعافية و صحة .

قد تلقينا نبأ وفاة والدكم الجليل فضيلة الشيخ محمد كامل – رحمه الله تعالى– تعد وفاته خسارة كبيرة فى الأوساط العلمية و الأدبية و الثقافية دائما .

ذات مرة حضرت مع أصدقائى الكرماء فى خدمة الفقيد قبل عامين ، و قابلنا الفقيد بطلق الوجه و ضيفنا بالتمور ، و عند الرجوع نصحنا الشيخ ، فقال لنا: لا بد لكم أن تبذلوا قصارى جهدكم فى كسب العلم و التبحر فيه، و رعاية آداب العلم من احترام الأساتذة و الكتب و المدرسة، و المواظبة على حضور الصف ، والإعداد لتلقى العلم قبل الذهاب إلى الفصول الدراسية .

و الجدير بالذكر أنه كا من أجلة العلماء فى شبه القارة الهندية، و قائما بعمل تدريس العلوم الإسلامية فى مدرسة "بدر العلوم بكرهى دولت" و إدارتها إلى مدة طويلة . و قد عاش الفقيد طوال حياته فى غاية من السذاجة والبساطة، ملتزما بذيل التقوى والورع، و كانت تشتمل حياته على ذكر ربه ذكرا كثيرا .

نحن إذ نعزى الشيخ محمد عاقل و أعضاء أسرته، و نتضرع إلى الله أن يتغمد الفقيد بواسع رحمته و يغفر له زلاته و يسكنه فسيح جنانه .

والسلام

محمد شاكر المظفر آبادى

الأمين العام للصحافة الأردية

دار العلوم التابعة لندوة العلماء بلكناؤ الهند

قطعۂ تاریخ وفات

نمونۂ اسلاف حضرت مولانا محمد کامل صاحب نوراللہ مرقدہ

خلیفہ ومجاز: فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی قدس سرہ
وسابق مہتمم جامعہ بدرالعلوم گڑھی دولت، ضلع شاملی (یوپی)

نتیجۂ فکر: علامہ سید عبدالعزیز ظفرؔ قاسمی حسنی جنک پوری
امام وخطیب شاہی مسجد فرینڈس کالونی، نئی دھلی

شیخ کامل وہ مردِ مجاہد جو تھے — چل دیئے سوئے برزخ کفن اوڑھ کر
شادماں ہوکے رب سے وہ ملنے گئے — کوچۂ دارِ فانی سے رخ موڑ کر
دفعتاً دارِ فانی سے رخصت ہوئے — سب کو کاملؒ وہ روتا ہوا چھوڑ کر
آج سب سے وہ بیگانہ ہوکر اٹھے — کرکے پورا وہ سہ روزہ اپنا سفر

وہ ظفرؔ دارِ فانی میں کاملؒ کہاں
"مجلس افروز فخرالزماں" حق نگر

۴۲۷+۱۰۰۹=۱۴۳۶ھ

قطعۂ تاریخ وفات

نمونۂ اسلاف عالم شریعت پیر طریقت حضرت مولانا محمد کامل صاحب نور اللہ مرقدہ

از: حضرت مولانا محمد انور صاحب گنگوہی
شیخ الحدیث دار العلوم رشیدیہ گنگوہ

آہ دنیائے تصوف کے وہ اک دُرّ فرید — شیخِ کامل نیک سیرت متقی مردِ سعید
ذاکر و شاغل ولی اور پاک باز و باوقار — ناشرِ قرآن وسنت دین حق کے جاں نثار
پیکر حسن وظرافت صاحبِ صبر ورضا — با امانت با دیانت عارفِ حق بے ریا
جانشینِ شیخ اسعد مرجعِ ہر خاص و عام — منبعِ عرفان و حکمت رہبرِ عالی مقام
نیک دل سادہ مزاجی میں تھے مردِ بے مثال — چل دیئے وہ شائقِ احیائے سنت با کمال
مرشدِ راہِ تصوف رہ نمائے علم دیں — چل بسے وہ برگزیدہ وارثِ دینِ متیں
آہ وہ اک صاحبِ اخلاص وتقوی چل بسے — آہ وہ پیرِ طریقت دارِ عقبیٰ چل بسے
وہ رُلا کر سیکڑوں کو مُسکرا کر چل دیئے — ہر کسی کو اپنا شیدائی بنا کر چل دیئے
تشنگانِ علم کو سیراب کر کے چل دیئے — چھوڑ کر علمی وراثت دارِ طوبیٰ چل بسے
چھوڑ کر وہ چل دیئے اک چشمۂ دیں پُر بہار — جامعہ بدر العلوم اک روح پَرور یادگار
بارگاہِ کبریا میں ہے دعائے خاص و عام — ہو میسّر جنت الفردوس میں ان کو مقام
ان کا مرقد نور سے یارب سَدا روشن رہے — رحمتوں اور برکتوں کا مرکز ومخزن رہے

ان کی تاریخِ وفات انورؔ کے دل نے یوں کہی
چل بسے وہ رہبرِ دیں معتبر کامل ولی
۶ ۳ ۴ ۱ ھ

مرثیہ بروفات حسرت آیات

نمونۂ اسلاف ولیٔ کامل حضرت الحاج مولانا محمد کامل صاحب قدس سرہ

از: ابوحذیفہ

ماہِ کامل پیر ومرشد رہبرِ بدر العلوم
ہوگئے رخصت وہ ہم سے چھوڑ کر روتا ہجوم

وارثِ علم نبی تھے خلق کا اک باب تھے
بالیقین وہ شیخ کامل گوہر نایاب تھے
تشنگی ہو دور جس سے ایسے شیریں آب تھے

آپ کی رحلت سے ہم پر چھا گئے بے حد غموم
ماہ کامل پیر و مرشد رہبرِ بدر العلوم

یادگار سلف تھے وہ اور ہماری شان تھے
صاحبِ علم وفضل تھے اور وہ ذی شان تھے
اتنی مدت کے لیے ہی وہ یہاں مہمان تھے

ہوگیا ہے سُونا سُونا تیرے بِن بدر العلوم
ماہِ کامل پیر ومرشد رہبرِ بدر العلوم

خون سے سینچا ہے تونے اپنے یہ باغِ حسیں
تھا یہ پودا تیری محنت سے بنا باغِ حسیں
مسکراہٹ تجھ سے پاتا جو بھی آتا تھا حزیں

دور ہوتی تیرے دَم سے ہر جگہ بادِ سموم
ماہِ کامل پیر ومرشد رہبرِ بدر العلوم

سادگی میں بے مثل تھے تھے جری حق بات میں
یادِ مولیٰ میں وہ روتے ہر سحر ہر رات میں
گوہر افشانی کیا کرتے تھے وہ ہر بات میں

آج لیکن دے گئے ہم کو وہ آلام و ہموم
ماہِ کامل پیر ومرشد رہبرِ بدر العلوم

یا الٰہی جنت الفردوس کر ان کو عطا
رحمتیں برسانا ان پر تو سدا میرے خدا
اور ہمیشہ کے لیے دے ان کو تو اپنی رضا

فیض سے ان کے رہے جاری سدا بدرالعلوم
ماہِ کامل پیر ومرشد رہبرِ بدر العلوم

بو حذیفہؔ کو الٰہی ان کا پیرو کار کر
ان کے صدقے میں تو ہم سب کا ہی بیڑا پار کر
روزِ محشر ان کے آگے نا ذلیل و خوار کر

ان کے جیسا ہم سبھی کو تو بنا خادمِ علوم
ماہِ کامل پیر ومرشد رہبرِ بدر العلوم

مرثیہ بروفات

نمونۂ اسلاف ولیٔ کامل حضرت الحاج مولانا محمد کامل صاحب قدس سرہ

از: قاری محمد یامین پلٹھیڑی

حضرت کامل کی آج رحلت ہوگئی
غم زدہ عالم ہوا مغموم خلقت ہوگئی

بام و در غمگین ہیں ساری فضا رنجور ہے
جس طرف بھی دیکھئے برپا قیامت ہوگئی

دل کی دنیا میں چلی ہے اتنی آندھی
منہدم پل میں خوشی کی ہر عمارت ہوگئی

ہر کلی کملا گئی ہے پھول بھی مرجھا گئے
زندگانی کے چمن سے ختم رنگت ہوگئی

چشم پر نم ہوگئی آج اہل علم کی
سونی سونی محفل اہل طریقت ہوگئی

شدتِ غم سے ہوا ہے اہلِ حق کا دل نڈھال
شیخ سے محروم ولیوں کی جماعت ہوگئی

کون آئے گا بچانے بدعتوں کی دھوپ سے
جس کا سایہ سر پہ تھا وہ ذات رخصت ہوگئی

رو رہے ہیں آج سارے مرد وزن طفل وجواں
جو سب ہی کے تھے مسیحا ان کی میت ہوگئی

واقفِ اسرارِ حق تھے ماہر علمِ شرع
وہ جہاں پر بھی گئے بارانِ رحمت ہوگئی

پیکرِ اخلاق تھے وہ صاحبِ کردار تھے
مصلحِ اعظم سے اب محروم امت ہوگئی

قوم کی اصلاح فرمائی ہمیشہ آپ نے
ان کے دم سے دور باطن کی کثافت ہوگئی

رہتی دنیا تک رہے گا نام روشن آپ کا
کیونکہ ہر انسان کے دل میں ان کی عظمت ہوگئی

تا قیامت یہ زمانہ ان سے ہوگا فیض یاب
آشکارا ہر بشر پر یہ حقیقت ہوگئی

یا خدا! کردے عنایت تو ہمیں صبرِ جمیل
فرطِ غم سے مضطرب سب کی طبیعت ہوگئی

تو نے اے یامین ایسا پڑھ دیا ہے مرثیہ
ہر طرف دنیا میں جس کی خوب شہرت ہوگئی